بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

قرآن کریم نمبر

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد
72
ایڈیٹر
منصور احمد

ہفت روزہ
بدر
قادیان

Weekly
BADAR Qadian

شمارہ
51-52
شرح چندہ
سالانہ 850 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن یا 60 یورو

www.akhbarbadr.in

14-7/جمادی الثانی 1445 ہجری قمری • 28-21/فتح 1402 ہجری شمسی • 28-21/دسمبر 2023ء   Postal Reg. No. GDP/001/2023-25

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ھِیَ اَقۡوَمُ وَیُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ
یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا ۝۱۰ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 10)

یہ قرآن یقیناً اس (راہ کی) طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ درست ہے
اور مومنوں کو جو مناسبِ حال کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کیلئے (بہت) بڑا اجر (مقدّر) ہے

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عَنۡ عُثۡمَانَ بۡنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ
قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ خَیۡرُکُمۡ مَنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ وَعَلَّمَہٗ

(بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے

اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں

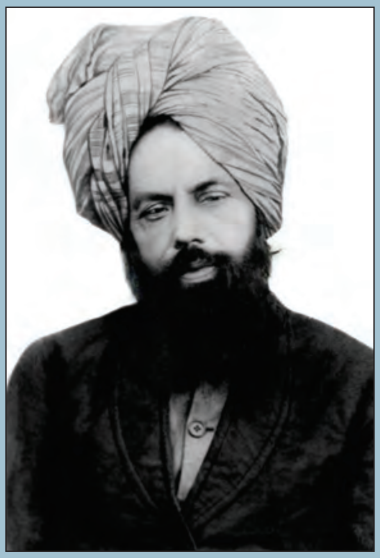

سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں :

خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے...... پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔

(کشتی نوح، رُوحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 26)

دُنیا کے آخر تک پیش آنے والے دینی اہم واقعات کی خبر اس میں موجود ہے

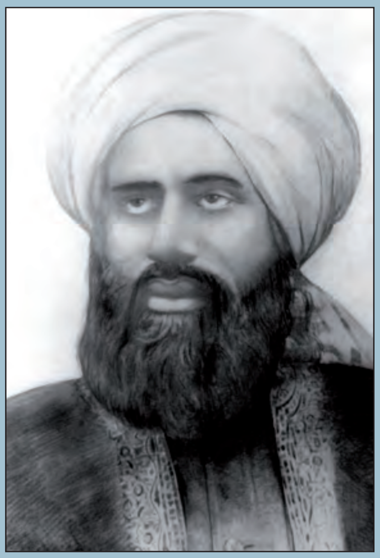

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قرآن مجید شروع ہوتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے۔ یہ وہ آیت ہے جس سے تمام مذاہب کا ردّ ہوتا ہے۔ نہ یسوعیوں کا خداوند اقنومِ ثالث رہ سکتا ہے، نہ رحم بلا مبادلہ کے بہانے کسی بے گناہ کو پھانسی چڑھانا پڑتا ہے اور نہ آریوں کا مادہ جو رُوح ازلی ابدی بن سکتا ہے، نہ تناسخ والوں کی کوئی دلیل باقی رہتی ہے، نہ سوفسطائیوں کو آنیکی تاب ہے اور نہ برہموؤں کو مسئلہ الہام میں تردّد رہ سکتا ہے اور نہ شیعہ صحابہ کرامؓ پر اعتراض کر سکتے ہیں، نہ دہریہ کسی حجّت نیّرہ کی بنا پر خدا کی ہستی کے منکر رہ سکتے ہیں۔ یہ تو ایک آیت کے متعلق ہے اگر سات آیتیں پڑھی جاویں تو پھر تمام مذاہب کی صداقتوں کا عطر مجموعہ اس میں ملتا ہے اور دُنیا کے آخر تک پیش آنیوالے دینی اہم واقعات کی خبر اس میں موجود ہے۔ ان تمام مفاسد و عقائد فاسدہ کا ابطال ہے جو دُنیا میں پیدا ہوئے یا ہو سکتے ہیں۔

(حقائق الفرقان، جلد 1، صفحہ 5)

قرآن میں جس قدر حکمتیں ہیں کوئی کتاب ان کی مثال پیش نہیں کر سکتی

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ منسوخ نہیں اس کا ایک ایک لفظ قابلِ عمل ہے اور یہ قیامت تک قائم رہنے والی شریعت ہے۔ میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ میں کسی کو کہتا ہوں کہ قرآن کریم کا ہر لفظ اور ہر زبر اور ہر زیر اپنے اندر معنے رکھتی ہے اور قرآن کریم میں چھوٹے چھوٹے فرق سے اُسکے معنی بدلتے جاتے ہیں اور اس میں جس قدر حکمتیں ہیں کوئی کتاب ان کی مثال پیش نہیں کر سکتی مگر یہ ضروری نہیں کہ ساری حکمتیں ہر شخص پر کھل جائیں۔ ہاں ہر زمانہ میں قرآن کریم کے کچھ نئے معنے کھلتے ہیں اور اُن کے علاوہ کچھ زائد معنے ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اگلوں کیلئے رکھے ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہیگا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔

(تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 98)

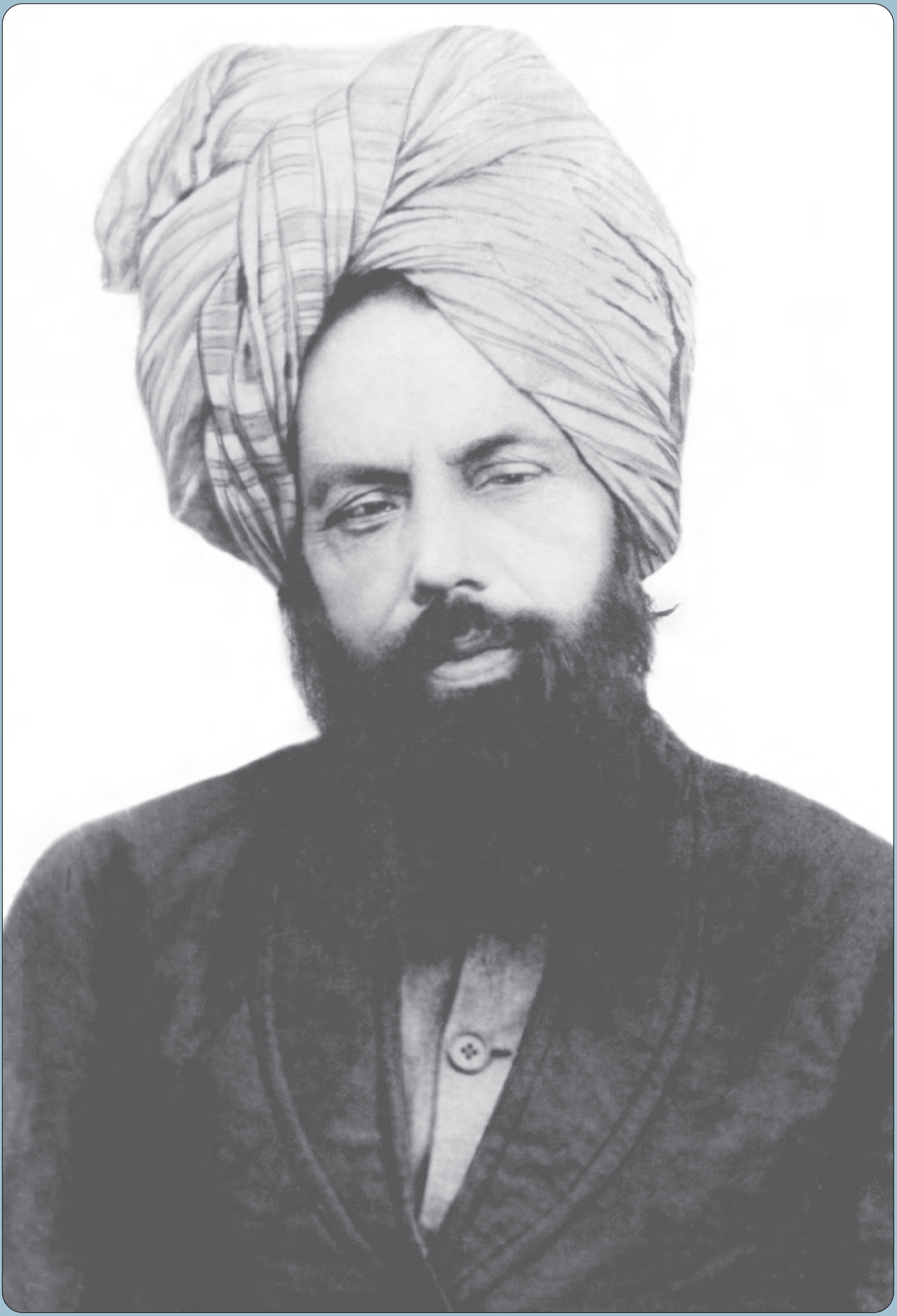

شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (1835ء - 1908ء)

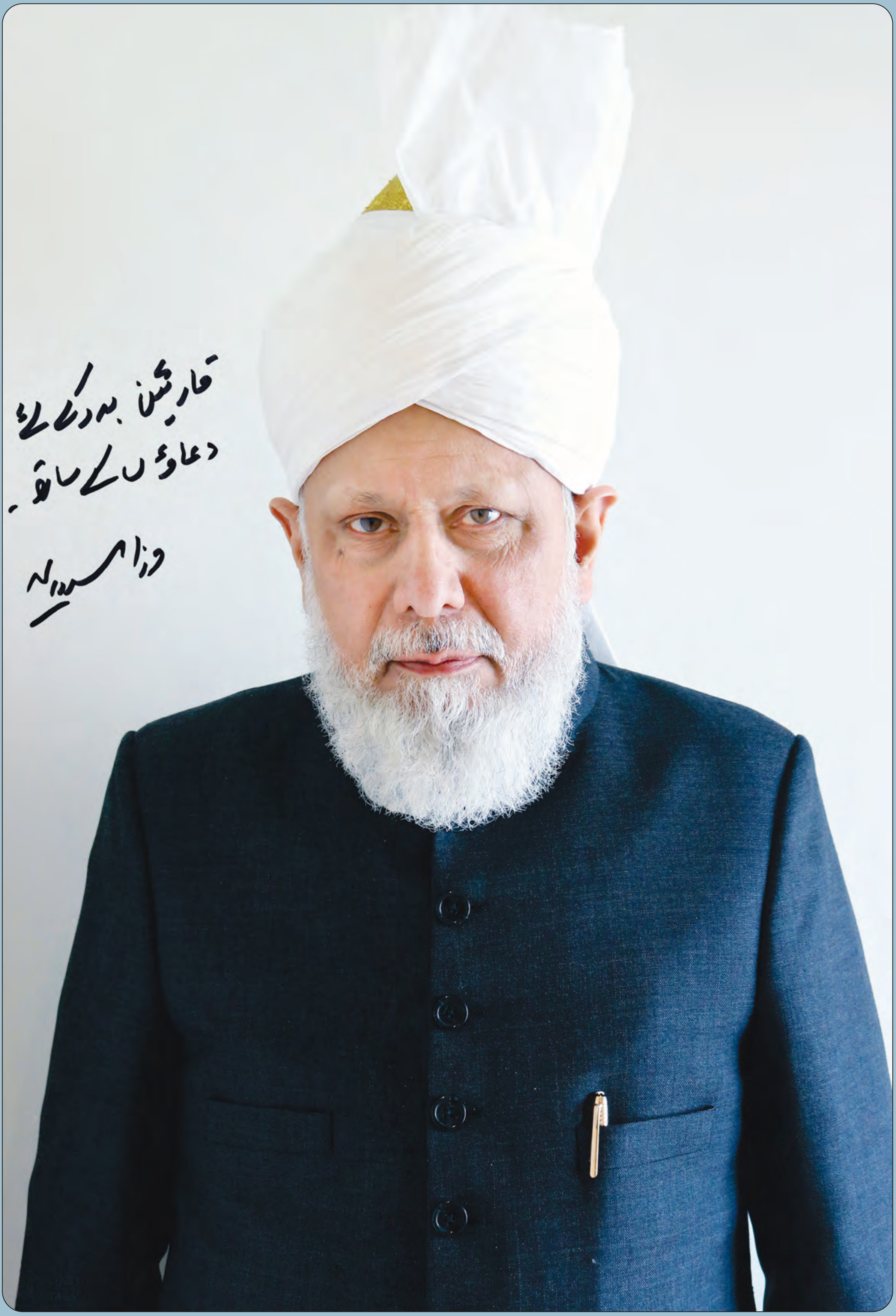

سیدنا وامامنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

صحابہ کرامؓ پر قرآن کریم کا یہ اثر ہوا کہ وہ زمین سے اٹھے اور آسمان کے چمکدار ستارے بن گئے
جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک تمہارے لئے راہنما ہے

قرآن کریم کے اسرار، اس کی گہرائی پاک لوگوں پر ہی کھلتی ہے اور اس کیلئے پاک لوگوں کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی بھی ضرورت ہے

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں کہ
اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے فیض پا کر آپ نے جو بیان فرمایا اس کو ہمیں دیکھنا چاہئے، اس پر غور کرنا چاہئے

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ قارئین کو قرآن کریم کو پڑھنے، اسکے معانی سمجھنے اور اسکی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا قارئین بدر کیلئے بصیرت افروز خصوصی پیغام

اسلام آباد، یوکے

MA 28-10-2023

پیارے قارئین ہفت روزہ بدر قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کہ اخبار بدر کو ’’قرآن کریم نمبر‘‘ شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین

مجھ سے اس موقع پر پیغام بھجوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ میرا پیغام یہ ہے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلامِ صادق کو قرآن کریم کی اشاعت کیلئے بھیجا ہے، قرآن کریم کی حفاظت کیلئے بھیجا ہے۔ آپؑ کو وہ معارف سکھائے ہیں جو لوگوں سے پوشیدہ تھے۔ آپؑ کے ذریعے قرآن کریم کے فیض کا ایک چشمہ جاری فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی فصاحت کے بارے میں آپؑ نے فرمایا:

’’یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اس میں سارے الفاظ ایسے موتی کی طرح پروئے گئے ہیں اور اپنے اپنے مقام پر رکھے گئے ہیں کہ کوئی ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ نہیں رکھا جا سکتا اور کسی کو دوسرے لفظ سے بدلا نہیں جا سکتا لیکن باوجود اس کے قافیہ بندی اور فصاحت و بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں۔‘‘

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 353، ایڈیشن 2018ء قادیان)

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ قرآن کریم اقوام دنیا کو متحد کرنے کیلئے آیا ہے آپؑ فرماتے ہیں کہ

’’خدا نے پہلے متفرق طور پر ہر ایک امت کو جدا جدا دستور العمل بھیجا اور پھر چاہا کہ جیسا کہ خدا ایک ہے وہ بھی ایک ہو جائیں تب سب کو اکٹھا کرنے کیلئے قرآن کو بھیجا اور خبر دی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ خدا تمام قوموں کو ایک قوم بنا دے گا اور تمام ملکوں کو ایک ملک کر دے گا اور تمام زبانوں کو ایک زبان بنا دے گا۔‘‘

(نسیم دعوت، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 428)

لوگ کہتے ہیں کہ مختلف مذاہب کیوں آئے؟ اس لئے کہ اس وقت تک ان کی عقل اور شعور اور جو وسائل تھے وہ اتنے تھے کہ اپنے زمانے میں محدود رہیں۔ پہلے زمانے میں الگ الگ بھیجے۔ اب ایک زمانہ ایسا آ گیا جب سب اکٹھے ہو سکتے ہیں تو ایک کامل شریعت قرآن شریف کی شکل میں ہمیں بھجوا دی اور فرمایا کہ تمام ملکوں کو ایک ملک بنا دے گا اور تمام زبانوں کو ایک زبان بنا دے گا۔ آج دنیا میں گلوبل وِلیج کی ایک ٹرم (term) استعمال ہوتی ہے کہ دنیا ایک ہو چکی ہے، ایک شہر کی حیثیت بن چکی ہے۔ بہر حال قرآن کریم ہی وہ کلام ہے جو باوجود اس کے کہ دنیا میں مختلف زبانیں بولنے والے بھی ہیں اور بولی جاتی ہیں لیکن دنیا میں جہاں بھی مسلمان ہیں جس قوم کے بھی مسلمان ہیں وہ اسے عربی زبان میں پڑھتے ہیں اور اسی طرح پانچ نمازوں میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم کے اسرار، اس کی گہرائی پاک لوگوں پر ہی کھلتی ہے اور اس کیلئے پاک لوگوں کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی بھی ضرورت ہے اور اس زمانے میں یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے فیض پا کر آپ نے جو بیان فرمایا اس کو ہمیں دیکھنا چاہئے، غور کرنا چاہئے اور وہی تفسیریں جو ہیں وہ آگے آپ کے علم کے مطابق ہی جماعت احمدیہ میں جو لٹریچر ہے اس میں بیان ہوتی ہیں۔ بہت سارے والدین بھی سوال کرتے ہیں کہ بچے سکولوں میں جو سیکھ کے آتے ہیں اسکا کس طرح جواب دیں؟ ہم اگر غور کر کے پڑھیں، تفسیر پڑھیں، جماعت کا لٹریچر پڑھیں جو قرآن کریم کے احکامات کی روشنی میں ہی ہے تو پھر بچوں کے جواب بھی والدین دے سکتے ہیں۔

”قرآنی تعلیم کا صحابہ کرامؓ پر اثر“ کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک صحبت اور فرقان حمید کی دلکش تاثیر سے اُن کو محسوس ہو گیا کہ جس حالت میں ہم نے زندگی بسر کی ہے وہ ایک وحشیانہ زندگی ہے اور سراسر بداعمالیوں سے ملوث ہے تو انہوں نے رُوح القدس سے قوت پا کر نیک اعمال کی طرف حرکت کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے وَاَیَّدَھُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ (المجادلۃ: 23) یعنی خدا نے ایک پاک رُوح کے ساتھ ان کی تائید کی۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 424-425)

پس یہ ہے قرآن کریم کا اُن پر اثر کہ وہ زمین سے اٹھے اور آسمان کے چمکدار ستارے بن گئے جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک تمہارے لئے راہنما ہے۔ (المشکاۃ المصابیح، جلد 3، صفحہ 1696)

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ قارئین کو قرآن کریم کو پڑھنے، اس کے معانی سمجھنے اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام خاکسار

[signature]

خلیفۃ المسیح الخامس

”قرآن کریم نمبر“

فہرست مضامین

		صفحہ نمبر
1	اداریہ	1
2	قرآن کریم کا عظیم الشان مقام و مرتبہ از روئے قرآن کریم و احادیث نبوی ﷺ	2
3	قرآن کریم کی دوسری مذہبی کتب پر فضیلت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ کلمات کی روشنی میں	3
4	قرآن کریم کا عظیم الشان مقام و مرتبہ خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں	4
5	خطبہ جمعہ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	5
6	قرآن کریم میں ہستی باری تعالیٰ کے دلائل	9
7	قرآن کریم میں معرفت الٰہی کے ذرائع	16
8	سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی آیات کی روشنی میں	23
9	حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عشق قرآن	26
10	عبادات کے متعلق قرآن کریم کی اعلیٰ وارفع تعلیمات	32
11	قرآن کریم اور حقوق العباد کی تعلیمات	38
12	قرآن کریم اور حقوق نسواں	46
13	قرآن کریم میں امن عالم کی تعلیمات	50
14	قرآن کریم کی غیر مسلموں سے حسن سلوک اور رواداری کی تعلیمات	56
15	جہاد کے متعلق قرآن کریم کا نظریہ	59
16	قرآن کریم پر اعتراضات کے جوابات	65
17	قرآن کریم میں مالی قربانی کی تعلیمات اور اس کی اہمیت و برکات	71
18	قرآن کریم غیروں کی نظر میں	74

★★★ ★★★ ★★★

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

قرآن کریم میں
عقیدہ توحید کی تعلیمات اور اسکی اہمیت و برکات

اسلام کی سب سے بنیادی اور سب سے اہم تعلیم توحید یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ انسان کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ اپنے جیسے کسی انسان کی عبادت کرے، یا کسی دیگر مخلوق کی عبادت کرے یا ندی نالوں پہاڑ پربتوں یا شجر و حجر کی عبادت کرے۔ پوری کائنات کا صرف ایک ہی ربّ ہے، ایک ہی خدا ہے، ایک ہی خالق و مالک ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہر چیز کو فنا ہے لیکن اسکو فنا نہیں۔ قرآن مجید دُنیا کی وہ واحد کتاب ہے جو توحید کی تعلیم سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں انبیاء بھیجنے کا جو سلسلہ جاری کیا، وہ اِسی لئے جاری کیا تا کہ وہ لوگوں کو توحید پر قائم کریں اور شرک کا قلع قمع کریں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی توحید کی بہت غیرت ہے۔ پوری کائنات کی تخلیق اس نے بنی نوع انسان کیلئے کی اور اسکی روحانی و جسمانی ترقیات کا پورا پورا خیال رکھا تو پھر انسان کیلئے کب جائز ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر کسی اَور کی عبادت کرے۔ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ انسان سورج چاند اور ستاروں کی پرستش کرے لیکن اس کے پیدا کرنے والے کو بھول جائے۔ کس قدر بے وقوفی کی بات ہے کہ انسان چائے کا احسان مانے اور اسکے پلانے والے کو بھول جائے، محسن کو بھول جائے اور اس کی طرف سے دی ہوئی شئے کو یاد رکھے۔

ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زبردست تاکید فرمائی ہے لیکن شرک کے معاملہ میں اُن کی فرمانبرداری سے روک دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ (لقمان:16)

ترجمہ: اور اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تُو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو اُن دونوں کی بات مت مانیو۔ ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھیو اور اس شخص کے پیچھے چلیو جو میری طرف جھکتا ہے اور تم سب کا لوٹنا میری طرف ہی ہوگا اس وقت مَیں تم کو تمہارے عمل سے خبردار کروں گا۔

پھر سورۃ العنکبوت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی تعلیم دی، فرماتا ہے :

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ (العنکبوت:8)

ترجمہ: ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (کہا ہے کہ) اگر وہ دونوں تجھ سے اس بات میں بحث کریں کہ تُو کسی کو میرا شریک قرار دے حالانکہ اسکا تجھے کوئی علم نہیں، تو اُن دونوں کی فرمانبرداری نہ کر کیونکہ تم سب نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور میں تمہارے عمل (کی نیکی بدی) سے تم کو واقف کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے اور یہ وہ ظلم ہے جو قابل معافی نہیں۔ اسکے علاوہ جو بھی گناہ ہوں اور جس قدر ہوں اللہ تعالیٰ معاف کر سکتا ہے لیکن شرک کا گناہ وہ معاف نہیں کرے گا کیونکہ جو شخص پوری زندگی غیر اللہ سے مانگتا رہا اب وہ اللہ سے کیونکر مانگے گا اور اگر مانگے گا تو اُسے کیونکر دیا جائے گا۔ شرک کے ظلم عظیم ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ (لقمان:14)

ترجمہ: اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اَے میرے بیٹے اللہ کا شریک کسی کو مت قرار دے شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔

اور شرک کے گناہ کی عدم معافی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں دو جگہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۹﴾ (النساء:49)

ترجمہ: اللہ (اس بات کو) ہرگز معاف نہیں کرے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک قرار دیا جائے اور جو (گناہ) اس سے ادنیٰ ہو اُسے جس کے حق میں چاہے گا معاف کر دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک قرار دیا ہو تو (سمجھو کہ) اس نے (بہت) بڑی بدی (کی بات) بنائی۔

پھر آیت نمبر 117 میں فرماتا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ (النساء:117)

ترجمہ: اللہ اس (گناہ) کو ہرگز نہیں بخشے گا کہ اسکا (کسی کو) شریک بنایا جائے اور جو (گناہ) اس سے ادنیٰ ہوگا (اسے) جس کے حق میں چاہے گا معاف کر دے گا اور جو شخص (کسی کو) اللہ کا شریک بنائے تو (سمجھو کہ) وہ (سیدھے راستہ سے) بہت دُور جا پڑا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشرک کا ٹھکانہ جہنم ہے چنانچہ فرمایا :

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۳﴾ (البقرہ:73)

ترجمہ: جو (شخص کسی کو) اللہ کا شریک بنائے تو (سمجھو کہ) اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی (بھی) مددگار نہیں (ہوگا)

شرک اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے بیٹا ہونے کا عقیدہ اس قدر معیوب اور بُرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ سے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۹﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۹۰﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۱﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ

باقی صفحہ نمبر 78 پر ملاحظہ فرمائیں

قرآن کریم کا عظیم الشان مقام و مرتبہ

ازرُوئے قرآن کریم

قرآن کریم بے نظیر کتاب ہے

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴿۸۹﴾ (بنی اسرائیل :89)

ترجمہ :: تُو کہہ دے کہ اگر جنّ و انس سب اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو وہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گے خواہ ان میں سے بعض بعض کے مددگار ہوں۔

قرآن مجید بہترین ہدایت دینے والی کتاب ہے

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا﴿۱۰﴾ (بنی اسرائیل : 10)

ترجمہ :: یقیناً یہ قرآن اس (راہ) کی طرف ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ قائم رہنے والی ہے اور اُن مومنوں کو جو نیک کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لئے بہت بڑا اجر (مقدر) ہے۔

قرآن مجید مومنین کیلئے شفاء اور رحمت ہے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴿۸۳﴾ (بنی اسرائیل : 83)

ترجمہ :: اور ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفاء ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور وہ ظالموں کو گھاٹے کے سوا کسی اور چیز میں نہیں بڑھاتا۔

تلاوت قرآن سے پہلے استعاذہ

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴿۹۹﴾ (النحل:99)

ترجمہ :: پس جب تُو قرآن پڑھے تو دھتکارے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ۔

قرآن کریم کی تلاوت خاموشی سے سننا چاہئے

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الاعراف:205)

ترجمہ :: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

باوضو ہو کر قرآن کی تلاوت کرنی چاہئے

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴿۷۸﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴿۷۹﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴿۸۰﴾
(الواقعہ:78 تا80)

یقیناً یہ ایک عزت والا قرآن ہے۔ایک چھپی ہوئی کتاب میں (محفوظ) کوئی اسے چھو نہیں سکتا سوائے پاک کئے ہوئے لوگوں کے۔★

★ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : قرآن کریم کھلی ہوئی کتاب بھی ہے اور چھپی ہوئی بھی۔ظاہر طور پر تو اس کی تلاوت ہر نیک و بد کرسکتا ہے لیکن اس کے اعلیٰ درجہ کے مخفی اسرار صرف ان پر ظاہر کئے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک کئے گئے ہوں۔

ازرُوئے احادیث نبویہ

قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ۔

(بخاری کتاب فضائل القران باب خیرکم من تعلم القرآن)

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

قرآن کریم کے ذریعہ جنت میں درجات کی بلندی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ اِقْرَأْ وَاصْعَدْ فَيَقْرَاُ وَيَصْعَدُ بِكُلِّ اٰيَةٍ دَرَجَةً حَتّٰى يَقْرَاَ اٰخِرَ شَيْءٍ مَعَهٗ-

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب ثواب القرآن)

ترجمہ :: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حافظ قرآن جنت میں داخل ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تم قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ اور بلندیٔ درجات حاصل کرتے جاؤ پس وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا جائے گا اور درجات میں بلندی کی منازل طے کرتا جائے گا حتی کہ آخری آیت کی تلاوت تک جو اسے یاد ہوگی وہ بلندی درجات حاصل کرتا چلا جائے گا۔

قرآن کریم کو یاد کرنے کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ

(ترمذی فضائل القران باب من قرأ حرفاً)

حضرت ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرنیوالا قابل رشک ہے

لَا حَسَدَ اِلَّا فِيْ اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ

(بخاری کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ)

ترجمہ :: دو شخص قابل رشک ہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی نعمت عطا فرمائی ہو اور وہ رات اور دن کی مختلف گھڑیوں میں اس کی تلاوت کرتا ہے اور دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مالی فراخی عطا فرمائی ہو اور وہ اس سے رات دن اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اچھی اور بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے کو توجہ سے سنتا ہے

لَلّٰهُ أَشَدُّ أَذَنًا إِلَى الرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ، يَجْهَرُ بِهٖ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ إِلَى قَيْنَتِهٖ (ابن ماجہ حدیث نمبر 1340)

جس قدر گانے والی لونڈی کا مالک اسکے گانے کو سُنتا ہے اس سے بھی زیادہ توجہ سے اللہ تعالیٰ اس شخص کو سنتا ہے جو اچھی اور بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے۔

قرآن کریم کی دوسری کتب پر فضیلت
سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے پاکیزہ کلمات کی روشنی میں

قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمہ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف بدنظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھ اور بجز اس کے دیکھنا حلال، بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھ نہ بدنظری سے اور نہ نیک نظری سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے بلکہ چاہئے کہ نامحرم کے مقابلہ کے وقت تیری آنکھ خوابیدہ رہے۔ تجھے اس کی صورت کی کچھ خبر نہ ہو۔ مگر اُسی قدر جیسا کہ ایک دھندلی نظر سے ابتدا نزول الماء میں انسان دیکھتا ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اتنی شراب مت پیئو کہ مست ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ تجھے خدا کی راہ نہیں ملے گی اور خدا تجھ سے ہم کلام نہیں ہوگا اور نہ پلیدیوں سے پاک کرے گا۔ اور وہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی ایجاد ہے۔ تم اس سے بچو۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تھام بلکہ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ پر عمل بھی کر اور دوسروں کو بھی کہتا رہ کہ ایسا کریں۔ اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کیلئے اپنے تمام بھائیوں کو وصیت بھی کر۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ بجز زنا کے اپنی بیوی کی ہر ایک ناپاکی پر صبر کرو اور طلاق مت دو بلکہ وہ کہتا ہے کہ اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ قرآن کا یہ منشا ہے کہ ناپاک پاک کے ساتھ رہ نہیں سکتا۔ پس اگر تیری بیوی زنا تو نہیں کرتی مگر شہوت کی نظر سے غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور اُن سے بغل گیر ہوتی ہے اور زنا کے مقدمات اُس سے صادر ہوتے ہیں گو ابھی تکمیل نہیں ہوئی اور غیر کو اپنی برہنگی دکھلا دیتی ہے اور مشرکہ اور مفسدہ ہے اور جس پاک خدا پر تو ایمان رکھتا ہے اُس سے وہ بیزار ہے، تو اگر وہ باز نہ آوے تو تُو اُسے طلاق دے سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال میں تجھ سے علیحدہ ہوگئی، اب تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں رہی۔ پس تیرے لئے اب جائز نہیں ہے کہ تو دیوّثی سے اس کے ساتھ بسر کرے کیونکہ اب وہ تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں ایک گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو بھی گندہ کردے اور تو مر جاوے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھا بلکہ بے ہودہ قسموں سے تمہیں روکتا ہے کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کیلئے ایک ذریعہ ہے اور خدا کسی ذریعۂ ثبوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس سے اُس کی حکمت تلف ہوتی ہے۔ یہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی انسان ایک متنازعہ فیہ امر میں گواہی نہ دے تب فیصلہ کیلئے خدائی گواہی کی ضرورت ہے۔ اور قسم خدا کو گواہ ٹھہرانا ہے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ یعنی بدی کا بدلہ اُسی قدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اِس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی، تو خدا اس سے راضی ہے اور اُسے اُس کا بدلہ دے گا پس قرآن کے رو سے نہ ہر ایک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر ایک جگہ عفو قابل تعریف ہے بلکہ محل شناسی کرنی چاہئے۔ اور چاہئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپابندیٔ محل اور مصلحت ہو نہ بے قیدی کے رنگ میں۔ یہی قرآن کا مطلب ہے۔ اور قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہئے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کے لئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن، تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہوگا۔ سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دُعا سے محروم نہ رکھ۔ اور چاہئے کہ تُو ان کے اعمال سے دشمنی رکھے نہ ان کی ذات سے اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں اور اس بارے میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى یعنی خدا تم سے کیا چاہتا ہے، بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوقِ خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم اُن کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں کیونکہ احسان میں ایک خودنمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنے والا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے لیکن وہ جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی خودنمائی نہیں کرسکتا۔ پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جوش ہے جو ماں کی طرح ہو اور یہ آیت نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے۔ خدا سے عدل یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو یاد کرکے اس کی فرمانبرداری کرنا۔ اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اس کی ذات پر ایسا یقین کرلینا کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور خدا سے اِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى یہ ہے کہ اُس کی عبادت نہ تو بہشت کی طمع سے ہو اور نہ دوزخ کے خوف سے بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے تب بھی جوش محبت اور اطاعت میں فرق نہ آوے۔ اور انجیل میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھ بھی نہ کرو۔ تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلّیات کا گھر ہے فتویٰ پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ چاہئے۔ پس اگر خدا تمہارے دل میں ڈالے کہ یہ لعنت کرنے والا قابل رحم ہے اور آسمان میں اُس پر لعنت نہیں تو تم بھی لعنت نہ کرو تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو۔ لیکن اگر تمہارا کانشنس اس کو معذور نہیں ٹھہراتا اور تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہے تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو جیسا کہ شیطان کیلئے کسی نبی نے برکت نہیں چاہی اور کسی نبی نے اس کو لعنت سے آزاد نہیں کیا۔ مگر کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظنیاں جھوٹی ہیں اور بہتیری لعنتیں اپنے ہی پر پڑتی ہیں۔ سنبھل کر قدم رکھو اور خوب پڑتال کرکے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندھے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھہراؤ اور صادق کو کاذب خیال کرو، اس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کردو اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جاویں۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 26 تا 28)

......☆......☆......☆......

قرآن کریم کا عظیم الشان مقام و مرتبہ خلفائے احمدیت کے ارشادات کی روشنی میں

قرآن شریف کو جتنی بار پڑھو اُسی قدر لطف اور راحت بڑھتی جاوے گی

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

● میں نے دُنیا کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور بہت ہی پڑھی ہیں مگر ایسی کتاب دُنیا کی دلربا راحت بخش لذت دینے والی جس کا نتیجہ دُکھ نہ ہو نہیں دیکھی جس کو بار بار پڑھتے ہوئے، مطالعہ کرتے ہوئے اور اس پر فکر کرنے سے جی نہ اُکتائے، طبیعت نہ بھر جائے، اور یا بدخُو دل اُکتا جائے اور اسے چھوڑ نہ دینا پڑا ہو۔ میں پھر تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میری عمر، میری مطالعہ پسند طبیعت، کتابوں کا شوق اس امر کو ایک بصیرت اور کافی تجربہ کی بنا پر کہنے کے لئے جرأت دلاتے ہیں کہ ہرگز ہرگز کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے، اگر ہے تو وہ ایک ہی کتاب ہے، وہ کون سی کتاب؟ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ کیسا پیارا نام ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس کو جتنی بار پڑھو، جس قدر پڑھو اور جتنا اس پر غور کرو اُسی قدر لطف اور راحت بڑھتی جاوے گی۔ طبیعت اُکتانے کے بجائے چاہے گی کہ اَور وقت اس پر صرف کرو۔ عمل کرنے کے لئے کم از کم جوش پیدا ہوتا ہے اور دل میں ایمان یقین اور عرفان کی لہریں اُٹھتی ہیں۔ (حقائق الفرقان، جلد اوّل صفحہ 34)

قرآن کریم کی ایک آیت بھی منسوخ نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

● قرآن کریم سب کا سب قابل عمل ہے۔ چنانچہ اپنی وفات کے دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے تمام احکام کے عامل رہے اور اس پر عمل کرواتے رہے۔ اور قرآن کریم بھی کھلے الفاظ میں اپنے محفوظ ہونے کی شہادت دے رہا ہے جیسا کہ آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ سے ظاہر ہے۔ پس ان واقعات کی موجودگی میں یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن کریم کی بعض آیات منسوخ ہوں۔ اِس وقت جو قرآن کریم دنیا میں موجود ہے اُس میں سے ایک آیت بھی منسوخ نہیں۔ اور اس میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں جس کے مٹانے کے لئے قیاساً ہمیں کسی نسخ کے جواز کا فتویٰ دینا پڑے۔ وہ اپنی موجودہ صورت میں کامل اور بے عیب ہے اور اسلام کے تمام مخالفین مِل کر بھی اگر اس میں کوئی اختلاف ثابت کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا شخص جو علمی حیثیت رکھتا ہو یا کوئی مخالفِ جماعت، قرآن کریم میں اختلاف ثابت کرنا چاہے تو ہم قرآن کریم سے ہی اُس کا رد کرسکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 101)

تمام آسمانی کتابوں کی صداقتیں قرآن کے اندر آگئی ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں

● اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں فرماتا ہے وَھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ یعنی یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے اور ایک ایسی شریعت ہے جو مُبٰرَکٌ ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں اور ان کی بنیادی صداقتیں گویا بہہ کر اس کے اندر آگئی ہیں۔ اب تم اس کتاب مبارک کی کامل پیروی کرو۔ (اِتَّبِعُوْہُ) اس سے تمہیں دو فائدے پہنچیں گے۔ ایک تو یہ کہ تم خدا کی پناہ میں آجاؤ گے۔ خدا تمہاری ڈھال بن جائے گا اور وہ تمام شیطانی وساوس سے تمہیں بچائے گا کیونکہ اس کتاب مبارک کی اتباع کے بغیر تقویٰ کی صحیح راہوں کا عرفان بھی حاصل نہیں ہوتا اور ان پر چل کر اللہ تعالیٰ کی کامل حفاظت کے اندر بھی انسان نہیں آسکتا اور دوسرا نتیجہ اس کا یہ نکلے گا کہ تُرْحَمُوْنَ اللہ تعالیٰ کے رحم کے تم مستحق ٹھہرو گے اور اس کے انعامات بے پایاں کے نتیجہ میں جسمانی اور روحانی آسودگی حاصل ہوگی۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 5 مئی 1967)

شروع سے آخر تک ہدایت کے تمام اسلوب سکھانے والی کتاب

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں

● قرآن کریم ہدایت کی ایک ایسی کتاب ہے جو ہر اس انسان کو جو اس سے ہدایت چاہتا ہے پہلے قدم سے لیکر اس کے منتہا تک ہدایت کے تمام اسلوب سکھاتی چلی جاتی ہے۔ اور ہر قدم پر ساتھ دیتی ہے یہ ایک ایسی راہنما کتاب ہے جو منازل کے تمام خطرات سے واقف ہے اور ہر قدم پر جس قسم کے ابتلاء مسافر کو یا سالک کو پیش آسکتے ہیں ان سے بکلی باخبر ہے اور ہر اس مسافر کو جو راہِ ہدایت کا مسافر ہے اور قرآن کریم سے راہنمائی چاہتا ہے ہر خطرہ سے وقت پر آگاہ کرتی چلی جاتی ہے۔ اور اس سے بچنے کے طریق سکھلاتی چلی جاتی ہے نئے حوصلے عطا کرتی چلی جاتی ہے۔ غرض یہ کہ ایک لمحہ کے لئے بھی راہ سلوک پر چلنے والے کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ جب ہم اس پہلو سے قرآن کریم پر غور کرتے ہیں تو حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کا معنی خوب سمجھ آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اُن کے لئے ہے جو اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں پورے خلوص، تقویٰ اور عزم کے ساتھ کہ ہم اس کی بتائی ہوئی راہوں پر چلیں گے ایسے مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ لوگوں کے لئے یہ ہر لحاظ سے کافی ہے۔ اور اس کے بعد کسی اَور چیز کی حاجت نہیں رہتی۔ (خطبات طاہر جلد 2، صفحہ 579)

قرآن تمام قسم کی تعلیموں اور ضابطۂ حیات کا مجموعہ ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

● قرآن کی تعلیم تو تمام قسم کی تعلیموں اور ضابطۂ حیات کا مجموعہ ہے۔ روحانیت کے اعلیٰ معیاروں کی یہ تعلیم دیتی ہے۔ اخلاق کے اعلیٰ معیاروں کی تعلیم دیتی ہے۔ ہر معمولی عقل رکھنے والے اور اعلیٰ فہم و ادراک رکھنے والے کے لئے اس میں بیان ہے۔ پس اس میں ایک یہی بات ہے کہ اگر تمہیں سمجھ نہیں آتی تو اعتراض کرنے کی بجائے اپنی عقلوں پر روؤ، نہ کہ قرآن پر اعتراض کرو۔ قرآن کی تعلیم تو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے لیکن اس کو سمجھنے کے لئے پاک دل ہونا ضروری ہے اور ایک مزکی کی ضرورت ہے۔ آج جماعت احمدیہ ہے جو اس کا فہم و ادراک اس مزکّی سے حاصل کر کے آگے پہنچاتی ہے۔ آؤ اس سے یہ فہم و ادراک حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور اس انجام سے محفوظ رکھے جس کی خدا تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ہے۔ (خطبات مسرور، جلد 6، صفحہ 96)

ہر نئی دریافت قرآن میں پہلے سے موجود ہے

● یہ ہے اس کتاب کی خوبصورتی کہ ہر نئی دریافت جو آج کا تعلیم یافتہ انسان کرتا ہے خدا تعالیٰ کی اس آخری کتاب میں پہلے سے اس کا تصور موجود ہے بلکہ وضاحت موجود ہے۔ اب یہ انسان کی بنائی ہوئی کتابیں اسکا مقابلہ کیا کرسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ چیلنج ہے کہ نہ تو تم اس جیسی کتاب لاسکتے ہو، نہ اس جیسی ایک آیت بنا سکتے ہو۔ پس یہ وہ آخری کتاب ہے جو اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری جس کا زمانہ قیامت تک ہے۔ (خطبات مسرور، جلد 6 صفحہ 35)

......☆......☆......☆......

ماؤں اور باپوں کو قرآنِ کریم ختم کروانے کے بعد اس بات کی نگرانی کرنی چاہئے

اور فکر کرنی چاہئے کہ بچے پھر باقاعدہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کی عادت ڈالیں

بچوں میں قرآنِ کریم کی محبت اُس وقت پیدا ہوگی

جب والدین قرآنِ کریم کی تلاوت اور اُس پر غور اور تدبر کی عادت بھی ڈالنے والے ہوں گے

قرآنِ کریم کی اصل عزت اور اسکی محبت یہ ہے کہ

اسکے احکامات پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے، اُس کے اوامر اور نواہی کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے

قرآنِ کریم کا قانون بھی اُس وقت فائدہ مند ہے اور نجات دلانے والا ہے جب اُس پر عمل کیا جائے

اگر اُس پر عمل نہیں ہوگا تو یہ نجات دلانے کا ذریعہ نہیں بن سکتا، صرف پڑھ لینے اور عمل نہ کرنے سے نجات نہیں ہوسکتی

ہمیں قرآنِ کریم سمجھنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہئے، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے

تبھی ہمارے اپنے گھر بھی جنت نظیر بنیں گے اور اپنے معاشرے اور ماحول میں بھی ہم تبلیغ کا حق ادا کرنے والے بن سکیں گے

قرآن کریم میں بیان ہوئی تمام قسم کی نیکیوں کو اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش کریں

اخبار بدر کے خصوصی شمارہ ''قرآن کریم نمبر'' کی مناسبت سے سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ 16 / دسمبر 2011ء قارئین کے استفادہ کیلئے پیش ہے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ -

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

ہمارے بچے عموماً ماشاء اللہ بڑی چھوٹی عمر میں قرآنِ کریم ختم کر لیتے ہیں۔ جن کی ماؤں کو زیادہ فکر ہوتی ہے کہ ہماری اولاد جلد قرآنِ کریم ختم کرے وہ اُن پر بڑی محنت کرتی ہیں۔ یہاں بھی اور مختلف ملکوں میں جب مَیں جاتا ہوں تو وہاں بھی بچوں اور والدین کو شوق ہوتا ہے کہ میرے سامنے بچوں سے قرآنِ کریم پڑھوا کر اُن کی آمین کی تقریب کروائیں۔ لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ قرآنِ کریم ختم کروانے کے بعد پھر اُن کی دہرائی اور بچے کو مستقل قرآنِ کریم پڑھنے کی عادت ڈالنے کیلئے عموماً اتنا تردّد اور کوشش نہیں ہوتی جتنی ایک مرتبہ قرآنِ کریم ختم کروانے کیلئے کی جاتی ہے کیونکہ مَیں جب پوچھتا ہوں کہ تلاوت باقاعدہ کرتے ہو یا نہیں (بعضوں کے پڑھنے کے انداز سے پتہ چل جاتا ہے) تو عموماً تلاوت میں باقاعدگی کا مثبت جواب نہیں ہوتا۔ حالانکہ ماؤں اور باپوں کو قرآنِ کریم ختم کروانے کے بعد بھی اس بات کی نگرانی کرنے چاہئے اور فکر کرنی چاہئے کہ بچے پھر باقاعدہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کی عادت ڈالیں۔ پس اپنی فکریں صرف ایک دفعہ قرآنِ کریم ختم کروانے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ بعد میں بھی مستقل مزاجی سے اس کی نگرانی کی ضرورت ہے۔ یقیناً پہلی مرتبہ قرآنِ کریم پڑھانا اور ختم کروانا ایک بہت اہم کام ہے۔ بعض مائیں چار پانچ سال کے بچوں کو قرآنِ کریم ختم کروا دیتی ہیں اور یقیناً یہ بڑا محنت طلب کام ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مستقل مزاجی سے اسے جاری رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ گزشتہ دنوں ایک خاتون کا مجھے خط ملا جس میں میری والدہ کا ذکر تھا اور لکھا کہ ایک بات جو انہوں نے مجھے کہی اور آج تک میں اس پر اُن کی شکر گزار ہوں کہ ایک دفعہ میں اپنی بچی یا بچے کو لے کر گئی جس نے قرآنِ کریم ختم کیا تھا تو مَیں نے بڑے فخر سے انہیں بتایا کہ اس بچے نے چھ سال کی عمر میں قرآنِ کریم ختم کر لیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ چھ سال یا پانچ سال میں قرآنِ کریم ختم کرنا تو اتنے کمال کی بات نہیں ہے۔ مجھے تم یہ بتاؤ کہ تم نے بچے کے دل میں قرآنِ کریم کی محبت کتنی پیدا کی ہے؟ تو حقیقت یہی ہے کہ قرآنِ کریم پڑھانے کے ساتھ ہی قرآنِ کریم کی محبت پیدا کرنی بھی ضروری ہے۔ اور تبھی بچے کو خود پڑھنے کا شوق بھی ہوگا۔ اور جس زمانے اور دَور سے ہم گزر رہے ہیں جہاں بچوں کیلئے متفرق دلچسپیاں ہیں۔ ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے، دوسری کتابیں ہیں۔ ان دلچسپیوں میں بچے کا خود صبح باقاعدہ تلاوت کرنا اور پڑھنا اُسے قرآنِ کریم کی اہمیت کا احساس دلائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اس زمانے میں جب مختلف قسم کی دلچسپیوں کے سامان ہیں، مختلف قسم کی دلچسپی کی کتابیں موجود ہیں، مختلف قسم کے علوم ظاہر ہو رہے ہیں، اس دور میں قرآنِ کریم پڑھنے کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے اور ہمیں اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ پس اس کو پڑھنے کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بچوں میں قرآنِ کریم کی محبت اُس وقت پیدا ہوگی جب والدین قرآنِ کریم کی تلاوت اور اُس پر غور اور تدبر کی عادت بھی ڈالنے والے ہوں گے۔ اُس کے پڑھنے کی طرف زیادہ توجہ دیں گے۔ جب ہر گھر سے صبح کی نماز کے بعد یا آجکل کیونکہ سردیوں میں نماز لیٹ ہوتی ہے، اگر کسی نے کام پر جلدی نکلنا ہے تو نماز سے پہلے تلاوت باقاعدہ ہوگی تو وہ گھر قرآنِ کریم کی وجہ سے برکتوں سے بھر جائے گا اور بچوں کو بھی اس طرف توجہ رہے گی۔ بچے بھی اُن نیکیوں پر چلنے والے ہوں گے جو ایک مومن میں ہونی چاہئیں اور جوں جوں بڑے ہوتے جائیں گے قرآنِ کریم کی عظمت اور محبت بھی دلوں میں بڑھتی جائے گی۔ اور پھر ہم میں سے ہر ایک مشاہدہ کرے گا کہ اگر ہم غور کرتے ہوئے باقاعدہ قرآنِ کریم پڑھ رہے ہوں گے تو جہاں گھروں میں میاں بیوی میں خدا تعالیٰ کی خاطر محبت

اور پیار کے نظارے نظر آ رہے ہوں گے، وہاں بچے بھی جماعت کا ایک مفید وجود بن رہے ہوں گے۔ اُن کی تربیت بھی اعلیٰ رنگ میں ہو رہی ہوگی۔ اور یہی چیز ہے جو ایک احمدی کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کیلئے پوری توجہ اور کوشش سے کرنی چاہئے۔

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو ہم میں پیدا کرنے کیلئے بہت کوشش فرمائی ہے اور آپؑ کے آنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ قرآنِ کریم کو دنیا میں ہر چیز سے اعلیٰ مقام دینے والے بنیں اور اسے وہ عزت دیں جس کے مقابلے میں کوئی اور چیز نہ ہو۔ قرآنِ کریم کی عزت کو ہم صرف اس حد تک ہی نہ رکھیں جو عموماً غیر از جماعت کرتے ہیں کہ خوبصورت کپڑوں میں رکھ لیا، خوبصورت شیلف میں رکھ لیا، خوبصورت ڈبوں میں رکھ لیا۔ قرآنِ کریم کی اصل عزت یہ ہے اور اس کی محبت یہ ہے کہ اس کے احکامات پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اُس کے اوامر اور نواہی کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے۔ جن چیزوں سے خدا تعالیٰ نے روکا ہے اُن سے انسان رُک جائے اور جن کے کرنے کا حکم ہے اُن کو انجام دینے کیلئے اپنی تمام تر قوتوں اور استعدادوں کو استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اس کی تلاوت کی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیشمار جگہ اپنی کتب میں، اپنی مجالس میں، ملفوظات میں قرآنِ کریم کی اہمیت بیان فرمائی ہے اور ان باتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان توقعات کا ذکر فرمایا ہے جو ایک احمدی سے اور ایک بیعت کنندہ سے آپ کو ہیں۔ پس ہمیں اپنے گھروں کو تلاوتِ قرآنِ کریم سے بھرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی پڑھیں تا کہ اُس کے احکام سمجھ میں آئیں۔ گھروں میں بچوں کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت کے ساتھ اس کے سمجھنے اور اس کے ترجمے کے تذکرے اور کوشش بھی ہو۔ صرف تلاوت کی عادت نہ ڈالی جائے بلکہ ایسی مجلسیں ہوں جہاں قرآنِ کریم سے چھوٹی چھوٹی باتیں نکال کر بچوں کے سامنے بیان کی جائیں تا کہ اُن میں بھی شوق پیدا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز اور قرآن کے ترجمے کو سمجھنا اور پڑھنا بڑا ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن صرف ترجمہ پڑھنا اور اصل عربی متن یا عبارت نہ پڑھنا اس کی اجازت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ’’ہم ہرگز فتویٰ نہیں دیتے کہ قرآن کا صرف ترجمہ پڑھا جاوے۔ اس سے قرآن کا اعجاز باطل ہوتا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے (کہ صرف ترجمہ پڑھنا کافی ہے) وہ چاہتا ہے کہ قرآن دنیا میں نہ رہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 265، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہی قرآنِ کریم کا اعجاز ہے اور یہ ایک بہت بڑا اعجاز ہے کہ اب تک اپنی اصلی حالت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہے کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10) کہ یقینا ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور یقینا ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔‘‘

اور یہ اعجاز جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ اصلی عربی عبارت میں آج تک چلا آ رہا ہے اور شدید سے شدید معترضین اور مخالفینِ اسلام جو ہیں وہ بھی اعتراف کئے بغیر نہیں رہتے کہ قرآنِ کریم اپنی اصلی شکل میں اپنی اصلی حالت میں آج تک محفوظ ہے۔ اگر صرف ترجموں پر انحصار شروع ہو جائے تو ترجمے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہو رہے ہیں۔ بلکہ جب ہم اپنا ترجمہ دنیا کے سامنے رکھتے ہیں تو وہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ترجمہ بالکل مختلف ہے کیونکہ غیروں نے صحیح ترجمے نہیں کئے ہوئے۔ اسلام پر اعتراض کرنے والے ایک بہت بڑے پادری نے امریکہ میں قرآنِ کریم کے کچھ ترجموں پر (صرف ترجمے لئے تھے، عربی ٹیکسٹ نہیں لیا تھا، متن نہیں لیا تھا) اعتراض کر دیا کہ اسلام یہ کہتا ہے، اسلام یہ کہتا ہے اور قرآن یہ کہتا ہے۔ اُس کو جب ہم نے اپنی تفسیر بھجوائی تو اُس کا جواب بھی اُس نے دیا اور بڑا پیچھا کرنے کے بعد یہی جواب تھا کہ میں نے جو ترجمے کئے ہیں وہ بھی مسلمانوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ بہرحال یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں جنہوں نے ہمیں ترجمے میں بھی عربی متن کے قریب تر کر دیا اور اُسکے صحیح معنی اور معارف سکھائے ہیں۔ یہاں ضمناً یہ بھی بتا دوں کہ گزشتہ دنوں احمدیت پر کسی اعتراض کرنے والے کا اعتراض نظر سے گزرا جس میں اُس نے کہا تھا کہ اگر مرزا صاحب نبی تھے تو پھر انہوں نے اپنی جماعت کو یہ کیوں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی پیروی کرو۔ تو اسکا جواب تو آپ کی تحریر کی رو سے بہت جگہ آیا ہوا ہے۔ یہ قطعاً کبھی کہیں نہیں کہا گیا کہ پیروی کرو۔ لیکن قرآنِ کریم کے حوالے سے بات کرتا ہوں۔ یہ ایک حوالہ ہے۔ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ذکر کیا کہ حنفی مذہب میں صرف ترجمہ پڑھنا کافی سمجھا گیا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا ’’اگر یہ امام اعظم کا مذہب ہے تو پھر اُن کی خطا ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 265، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ان کی وہ بات غلط تھی۔ بیشک وہ امام ہیں انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے، بہت سارے مسائل اکٹھے کئے ہیں لیکن اگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ صرف ترجمہ پڑھنا کافی ہے تو یہ غلط ہے۔

بہرحال اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی اصل حفاظت کرنے کا ذریعہ بنا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔ آپ نے اپنی جماعت کو قرآنِ کریم سمجھنے اور اس سے محبت کرنے کی بیشمار جگہ تلقین فرمائی ہے۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’قرآنِ شریف قانونِ آسمانی اور نجات کا ذریعہ ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 130، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

گو اس فقرہ کے سیاق و سباق میں ایک بحث کا ذکر چل رہا ہے جو آپ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرآنِ شریف سے وفات ثابت کرنے کیلئے بیان فرما رہے ہیں لیکن یہ عمومی اصول بھی ہے کہ قرآنِ شریف قانونِ آسمانی ہے اور اس لحاظ سے نجات کا ذریعہ ہے۔ ہم اگر دیکھیں تو دنیاوی قانون بھی صرف قانون بن جانے سے فائدہ نہیں دیتا جبتک کہ اُسے لاگو نہ کیا جائے، اُس پر عمل درآمد نہ کروایا جائے۔ اسی طرح قرآنِ کریم کا قانون بھی اُس وقت فائدہ مند ہے اور نجات دلانے والا ہے جب اُس پر عمل کیا جائے۔ اگر اُس پر عمل نہیں ہوگا تو یہ نجات دلانے کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ صرف پڑھ لینے اور عمل نہ کرنے سے نجات نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور انعامات کے ہم وارث نہیں بن سکتے۔ پس قرآنِ کریم کی تعلیم کو سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’یاد رکھو قرآنِ شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ ہے اور نجات کا ذریعہ ہے۔ یہ اُن لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآنِ شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اُسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کے کلام سے ایسے غافل اور لاپروا ہیں، اُن کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّٰی اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفا ہے۔ یہ علم اُس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اُس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اُسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمہ پر مُنہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اُسکے لطف اور شفا بخش پانی سے حظّ اُٹھاتا۔ مگر وہ باوجود علم کے اُس سے ویسا ہی دور ہے جیسا ایک بے خبر۔‘‘

(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 140، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پیغام کو، ان درد سے بھرے الفاظ کو سمجھتے ہوئے قرآنِ کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری بیعت کا حقیقی حق اسی صورت میں ادا ہوگا جب ہم قرآنِ کریم کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کریں گے اور قرآنِ کریم کی تعلیم یہ ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہوا، کہ قرآنِ کریم میں بیان ہوئی ہوئی ہر برائی سے رُکنا اور اس میں بیان شدہ ہر نیکی کو اختیار کرنا اور اس کو اختیار کرنے کی بھرپور کوشش کرنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’قرآنِ شریف صرف اتنا ہی نہیں چاہتا کہ انسان ترکِ شر کر کے سمجھ لے کہ بس اب مَیں صاحبِ کمال ہو گیا، بلکہ وہ تو انسان کو اعلیٰ درجہ کے کمالات اور اخلاقِ فاضلہ سے متصف کرنا چاہتا ہے کہ اس سے ایسے اعمال و افعال سرزد ہوں جو بنی نوع کی بھلائی اور ہمدردی پر مشتمل ہوں اور اُن کا نتیجہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ

(البقرہ:154)

ترجمہ: اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو (اللہ سے) صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

طالبِ دُعا : شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

ہوجاوے۔‘‘ (ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 208، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس اگر ایک مومن کو قرآنِ کریم سے حقیقی محبت ہے تو وہ اس معیار پر خود بھی پہنچنے کی کوشش کرے گا اور کرتا ہے اور اپنے بچوں کو بھی وہاں تک لے جانے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ شر اور برائی سے رکنا کوئی کمال نہیں۔ کسی بری حرکت سے رکنا، کسی شر سے رکنا یہ تو کوئی کمال نہیں ہے۔ یہ ہمارا مطمحِ نظر نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمیں اپنے ٹارگٹ بڑے رکھنے چاہئیں اور اُسکے حصول کی کوشش کرنی چاہئے کہ قرآنِ کریم میں بیان ہوئی تمام قسم کی نیکیوں کو اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش کریں۔ جب یہ کوشش ہر مرد، عورت اور بچے سے ہو رہی ہو گی تو ایک پاک معاشرے کا قیام ہو رہا ہوگا۔ اُس معاشرے کا قیام ہوگا جس کو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ آئے دن جو اسلام اور قرآنِ کریم پر اعتراض کرنے والے ہیں اُن کے منہ بھی بند ہوں گے۔

یہاں دو عورتوں کا آجکل بڑا شُہرہ ہے جو اسلامی قوانین پر اعتراض میں حد سے بڑھی ہوئی ہیں۔ مختلف جگہوں پر وہ لیکچر وغیرہ دیتی رہتی ہیں۔ گزشتہ دنوں خدام الاحمدیہ یوکے (UK) کی کوشش سے یوسی ایل (UCL) میں ایک مباحثہ ہوا۔ ان کے ساتھ ایک ڈیبیٹ (Debate) کی صورت پیدا ہوئی جو یونیورسٹی کی انتظامیہ نے آرگنائز کی تھی۔ جس میں ان دو خواتین نے، جو اُن کا طریقہ کار ہے اپنی طرف سے اسلام پر اعتراضات کی بڑی بھر مار کی۔ لیکن ہمارے خدام جن میں سے ایک پاکستانی اوریجن (Origion) کے ہیں اور یہاں ہمارے یوکے (UK) کے جامعہ میں پڑھتے ہیں، جامعہ کے طالبعلم ہیں، اور دوسرے ایک انگریز نو احمدی۔ ان دونوں نے اُن کو ایسے مُسکت اور مدلّل جواب قرآنِ کریم سے اور قرآنِ شریف کی تعلیم کی رو سے دیئے۔ اسلام کی حقیقی تعلیم کی رو سے دیئے کہ وہ اُس وقت غصہ سے پیچ و تاب کھاتی رہیں بلکہ اُن کے حمایتیوں نے بھی اُن کی اس حالت پر جس طرح وہ اعتراض کر رہی تھیں بڑھ بڑھ کے افسوس کا اظہار کیا۔ اور یوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی نوجوانوں کے ذریعہ سے اسلام کی تعلیم کی فتح ہوئی۔

پس ہمیں قرآنِ کریم سمجھنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہئے، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، تبھی ہمارے اپنے گھر بھی جنت نظیر بنیں گے اور اپنے معاشرے اور ماحول میں بھی ہم تبلیغ کا حق ادا کرنے والے بن سکیں گے۔

قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کا طریق سکھاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’قرآنِ شریف تدبر و تفکّر و غور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰن۔ یعنی بہت سے ایسے قرآنِ کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآنِ کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اُس پر عمل نہیں کرتا اُس پر قرآنِ مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآنِ کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔‘‘

(ملفوظات، جلد پنجم، صفحہ 157، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

یہ صورت اُسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کی اہمیت کا اندازہ ہو، اس سے خاص تعلق ہو۔ پس یہ اہمیت اور خاص تعلق ہم نے اپنے دلوں میں قرآنِ کریم کیلئے پیدا کرنا ہے۔ بعض لوگوں کے اس بہانے اور یہ کہنے پر کہ قرآنِ شریف سمجھنا بہت مشکل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’بعض نادان لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم قرآنِ شریف کو نہیں سمجھ سکتے۔‘‘ (اس واسطے) ’’اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے کہ یہ بہت مشکل ہے۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ قرآنِ شریف نے اعتقادی مسائل کو ایسی فصاحت کے ساتھ سمجھایا ہے جو بے مثل اور بے مانند ہے اور اسکے دلائل دلوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ یہ قرآن ایسا بلیغ اور فصیح ہے کہ عرب کے بادیہ نشینوں کو جو بالکل اَن پڑھ تھے سمجھا دیا تھا تو پھر اب کیونکر اس کو نہیں سمجھ سکتے۔‘‘

(ملفوظات، جلد پنجم، صفحہ 177، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اس زمانے میں تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے جنہوں نے ہمیں ظاہری احکام ہی نہیں بتائے بلکہ قرآنِ کریم کے گہرے حقائق و معارف ہمیں کھول کر بیان کر دیئے۔ وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعۃ: 4) کا فیض ہمیں پہنچایا ہے۔ پس اس خزانے سے ہمیں جواہرات جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دیئے۔ اور یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جبتک ہم اس سے حقیقی محبت کرنے والے نہیں بنیں گے۔ جماعت سے باہر مسلمانوں میں، دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی قراءت بڑی اچھی ہے، انعامات حاصل کرتے ہیں، بڑی بڑی ریکارڈنگ کی کیسٹس اُن کی دنیا میں چلتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اچھی قراءت کرنے والوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کو قرآنِ کریم کے معانی اور مطالب کا نہیں پتہ۔ بلکہ بڑے بڑے علماء کو نہیں پتہ لگتا تبھی تو اسلام میں بہت عرصہ آیات کے ناسخ و منسوخ کا ایک مسئلہ چلتا رہا ہے اور پھر ابھی بھی بعض آیتوں کی ان کو سمجھ نہیں آتی جس میں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ بھی ہے۔ بہر حال یہ ان کے معانی و مطالب سے نا آشنا ہیں۔ اس بارے میں بڑی انذار کرنے والی ایک حدیث ہے جو حضرت عباسؓ بن عبد المطلب روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو ڈینگیں ماریں گے کہ ہم سے بڑا قاری کون ہے؟ ہم سے بڑا عالم کون ہے؟ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہیں ایسے لوگوں میں کوئی بھلائی والی بات دکھائی دیتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: ہرگز نہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ لوگ تم میں سے اور اسی اُمّت میں سے ہی ہوں گے لیکن وہ دوزخ کی آگ کا ایندھن ہوں گے۔ (مجمع الزوائد و منبع الفوائد کتاب العلم باب کراھیۃ الدعوی، حدیث 876، جلد نمبر 1، صفحہ 251-252، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء، مسند البزار، مسند العباس بن عبد المطلب، جلد 2، صفحہ 218)

پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنانے والی اور اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والی اور دوزخ کی آگ سے بچانے والی اصل چیز عاجزی سے قرآنِ کریم کی تعلیم کو سمجھ کر اُس پر عمل کرنا ہے۔ اس کو پیشہ بنانا نہیں ہے بلکہ اس سے محبت کرنا ہے۔ اور آج ہم میں سے ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ اس پر توجہ دے۔ اس کے حصول کی کوشش کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ’کشتیٔ نوح‘ میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی نے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اُس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز

ارشاد باری تعالیٰ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرُ

(فاطر: 35)

ترجمہ: اور وہ کہیں گے کہ تمام تر تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔ یقیناً ہمارا ربّ بہت ہی بخشنے والا (اور) قدردان ہے۔

طالبِ دُعا: نور الہدیٰ اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ سملیہ، صوبہ جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

(الفرقان: 64)

ترجمہ: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ’’سلام‘‘

طالبِ دعا: سید عارف احمد، والد و والدہ مرحومہ اور فیملی و مرحومین (ننگل باغبانہ، قادیان)

قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے اُن کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اِس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی'' (گندے لوتھڑے کی طرح تھی)
''قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اسکے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا'' (یعنی اسکا شریعت اور روحانیت کا فیض جو ہے وہ قیامت تک جاری ہے) ''اور آخرکار اُسکی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دُنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دُنیا ختم نہ ہو جب تک محمدی سلسلہ کیلئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کیلئے دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ: 6)''

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 13-14)

اللہ کرے کہ ہم اور ہماری اولادیں اور آئندہ تا قیامت جو بھی آنے والی نسلیں ہوں، جنہوں نے مسیح محمدی کو مانا ہے، وہ قرآنِ کریم سے حقیقی رنگ میں محبت رکھتے ہوئے اس کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنے والے ہوں، اور اس کی برکات سے ہر دم فیض پاتے چلے جانے والے ہوں۔

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ
(حٰم السجدة: 34)

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (صوبہ کرناٹک)

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (الانعام: 33)

ترجمہ: اور یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ پس کیا تم عقل نہیں کرتے؟

طالب دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

فضائل قرآن مجید

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے

ارے لوگو کرو کچھ پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
توپھر کیوں اسقدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اُس پہ قرباں ہے

❁❁❁

شعبہ نور الاسلام کے تحت
اس ٹول فری نمبر پر فون کرکے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں
ٹول فری نمبر : 1800 103 2131
اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

قرآن کریم میں ہستی باری تعالیٰ کے دلائل

(محمد عارف ربانی مربی سلسلہ، نظارت نشرواشاعت قادیان)

زندگی اور کائنات کی سب سے اہم حقیقت اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے ہر چیز کے معنے بدل جاتے ہیں۔ اگر اللہ ہے تو زندگی اور کائنات کی ہر چیز بامعنی اور بامقصد ہے اور اگر اللہ موجود ہی نہیں تو پھر کائنات کی ہر چیز بے معنی اور بے مقصد ہے۔ تاہم دہریت اور الحاد کے اس دور میں کچھ ایسے کور چشم بھی ہیں جو آفاق وانفس کے بے شمار دلائل سے آنکھیں موند کر وجود باری تعالیٰ کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ کائنات، یہ سلسلہ روز وشب اور نظام کائنات خودبخود چل رہا ہے اسکا کوئی خالق ہے نہ اسکا کوئی مقصد ہے مگر ہمارا یہ عقیدہ وایمان ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جو تمام قدرتوں کا مالک اور تمام صفات حسنہ سے متصف ہے۔ اسکے علاوہ سب مخلوق ہے اور اس نے تمام مخلوقات کو خاص مقصد کیلئے پیدا کیا ہے، وہ اس کائنات کا نقطۂ مرکزی ہے۔ اس نے انسان کو اپنی محبت و معرفت اور اپنا عبدِ کامل بننے کیلئے پیدا کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الزاریات: 57) یعنی میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اسی طرح فرمایا كُنْتُ كَنْزًا لا أُعْرَفُ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا، فَعَرَّفْتُهُمْ بِي فَعَرَفُونِي (کشف الخفاء برقم 2016) یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں (تو اپنی پہچان کرانے کیلئے) میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

مذہب کی بنیاد بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے اس لئے ہر مذہب کا یہ فرض ہے کہ وہ اس وراء الورىٰ ہستی کی طرف انسان کی رہنمائی کرے اسکی معرفت ومحبت انسان کو حاصل ہو اور اس طرح سے انسان اپنے مقصد حیات کو پالے۔ اگر کوئی مذہب اس مقصد حیات تک انسان کو نہیں پہنچاتا تو گویا وہ اپنی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’جب مذہب کی بنیاد ہی اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے تو ہر مذہب کا فرض ہے کہ وہ ایسے ثبوت دے جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر انسان کا یقین بڑھے یعنی یہ بتایا جائے کہ کیا خدا موجود ہے؟ اور اگر ہے تو اسکے وجود کے دلائل کیا ہیں؟‘‘ (تفسیر کبیر، جلد 15، صفحہ 58، تفسیر سورۃ الکوثر)

مذہب یا الہامی کتاب کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر روشنی ڈالے اور ان کی تشریح کرے۔ اس ضمن میں حضور مزید بیان فرماتے ہیں:

’’اگر صرف یہ کہہ دیا جائے کہ خدا تعالیٰ کے اندر مختلف صفات پائی جاتی ہیں تو اسے انسان کو کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ مگر یہ کہ خدا تعالیٰ کیا کیا صفات رکھتا ہے اور ان کا ثبوت کیا ہے یہ اور چیز ہے اور مذہب کا فرض ہے کہ وہ اس پہلو پر بھی روشنی ڈالے۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد 15، صفحہ 58، تفسیر سورۃ الکوثر)

پھر فرمایا: سب سے پہلی اور بڑی چیز ہستی باری تعالیٰ ہے اسکے متعلق میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ دوسری کتابوں میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں۔ مذہب کی تو بنیاد ہی خدا تعالیٰ پر ہے جب خدا تعالیٰ کا ذکر ہی کسی مذہب میں نہ ہو تو وہ مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ بائبل، ژند اوستا اور وید وغیرہ کتابوں کو اگر ہم الہامی کتب تسلیم کرتے ہیں تو یہ لازمی بات ہے کہ ان میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہو۔ پس یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ دوسری مذہبی کتب میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آیا انہوں نے خدا تعالیٰ کی ہستی کے دلائل بھی پیش کئے ہیں یا نہیں۔ ورنہ محض خدا تعالیٰ کا نام لے دینے سے لوگوں کو یہ یقین نہیں آ سکتا کہ خدا تعالیٰ فی الواقع موجود بھی ہے اور اس میں کئی قسم کی صفات بھی پائی جاتی ہیں اس کیلئے مختلف دلائل کی ضرورت ہوتی ہے جنکا مہیا کرنا خود الہامی کتاب کے ذمہ ہوتا ہے، مگر ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت سوائے قرآن کریم کے اور کسی الہامی کتاب نے پیش نہیں کئے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کسی ہندو سے پوچھو تو وہ بھی خدا تعالیٰ کے وجود کی دلیلیں دے گا۔ عیسائی سے پوچھو تو وہ بھی خدا تعالیٰ کے وجود کا کچھ نہ کچھ ثبوت دے گا مگر سوال یہ ہے کہ وہ دلیلیں آیا ان کی الہامی کتب کی ہیں؟ وہ صاف کہہ دیں گے کہ یہ دلائل ہماری کتاب نے تو نہیں دیئے ہم خود پیش کر رہے ہیں۔ گویا ان کا اپنے پاس سے ان امور کے دلائل دینا ثابت کرتا ہے کہ ان کے پیرؤوں نے خدا تعالیٰ کو کوثر دیا ہے نہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان کو کوثر دیا ہے لیکن قرآن کریم جب بھی کوئی بات پیش کرتا ہے ساتھ ہی اس کے دلائل بھی دیتا ہے اور یہ ایک بہت بڑا فرق ہے جو قرآن کریم اور دوسری کتب میں ہے۔ قرآن کریم صرف خدا تعالیٰ کے وجود کو ہی پیش نہیں کرتا بلکہ بنی نوع انسان کو اسکی ہستی کے دلائل بھی دیتا ہے اور ایسے ثبوت پیش کرتا ہے جن کا انکار کوئی سلیم الفطرت انسان نہیں کر سکتا لیکن دوسری کتب میں ہستی باری تعالیٰ پر کوئی دلیل نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ ہمارا رب رحیم ہے، دیالو ہے، کرپالو ہے، خدا تعالیٰ کی صفات کا حقیقی نقشہ نہیں کھلا سکتا۔ یہ تو محض دنیوی خیالات کا بھی نتیجہ ہوسکتا ہے اگر سن لیا کہ لوگ سخی کو اچھا سمجھتے ہیں تو کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ دیالو ہے۔ اگر سن لیا کہ لوگ حسن سلوک کو اچھا جانتے ہیں تو کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ کرپالو ہے۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ صفات الٰہیہ کی صحیح تشریح کی جائے اور انکا باہمی تعلق واضح کیا جائے۔ مثلاً تورات میں خدا تعالیٰ یہ تو کہتا ہے کہ میں سزا دونگا مگر وہ کیوں سزا دیتا ہے اسکے متعلق تورات خاموش ہے اور پھر اگر وہ سزا دیتا ہے تو رحم کرنے والا کیسے ہوا؟ اور اگر رحم کرتا ہے تو پھر سزا دینے والا کیسے ہوا؟ ان دونوں صفات کا باہمی ربط کیا ہے؟ اسکے متعلق وہ بالکل خاموش ہے۔ یہ صرف قرآن کریم ہی ہے جس نے ہمیں تفصیل کے ساتھ صفات الٰہیہ کا علم دیا ہے اور تفصیل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی کے دلائل دیئے ہیں۔ میں دوسرے مذاہب کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے وجود کی کوئی ایک دلیل ہی اپنی کتاب سے نکال دیں مگر وہ ایسا کبھی نہیں کرسکیں گے اور اگر ان کے ماننے والے اپنے پاس سے خدا تعالیٰ کے وجود کی دلیلیں دیتے ہیں خود کتاب کوئی دلیل نہیں دیتی تو یہ بندوں کا خدا تعالیٰ پر احسان ہوا نہ کہ خدا تعالیٰ کا بندوں پر احسان۔

(تفسیر کبیر، جلد 15، صفحہ 58، تفسیر سورۃ الکوثر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں کہ جو خدا کو پیارا بنانے کیلئے کوشش کر رہی ہیں۔ کہیں اس کے حسن و جمال کو دکھاتی ہیں اور کہیں اُس کے احسانوں کو یاد دلاتی ہیں کیونکہ کسی کی محبت یا تو حُسن کے ذریعہ سے دل میں بیٹھتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے کوئی بھی اس میں نقص نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبدأ ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا۔ اور مالک ہے تمام جزا سزا کا اور مرجع ہے تمام امور کا اور نزدیک ہے باوجود دُوری کے اور دُور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اسکے نیچے کوئی اَور بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے۔ وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اسکے ساتھ زندہ ہے۔ وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اسکے ساتھ قائم ہے۔ اُس نے ہر ایک چیز کو اُٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اُس کو اُٹھا رکھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اسکے بغیر خودبخود پیدا ہوئی ہے یا اسکے بغیر خودبخود جی سکتی ہے۔ وہ ہر یک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے۔ وہ آسمان اور زمین کی ہر یک چیز کا نور ہے اور ہر یک نُور اسی کے ہاتھ سے چمکا اور اُسی کی ذات کا پَرتَوہ ہے۔ وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کوئی روح نہیں جو اس سے پرورش نہ پاتی ہو اور خودبخود ہو۔ کسی رُوح کی کوئی قوت نہیں جو اس سے نہ ملی ہو اور خودبخود ہو۔ (لیکچر لاہور، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 152)

خدا تعالیٰ کا اسم ذات مذہب اسلام نے اللہ بیان کیا ہے اور اس کے وجود پر قرآن کریم نے بیشمار عقلی اور نقلی دلائل پیش فرمائے ہیں اور دلائل بھی ایسے عظیم الشان کہ جو انسان کو خدا تعالیٰ کے بارے میں مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتے ہیں اور اسکا چہرہ دکھا دیتے ہیں۔ چنانچہ انہی دلائل میں سے چند ایک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جو کہ مضمون ہستی باری تعالیٰ از تبرکات حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مصلح

موعود رضی اللہ عنہ کے مضمون دس دلائل ہستی باری تعالیٰ سے ماخوذ ہیں:

دلیل اوّل

دنیا میں جس قدر قومیں آباد ہیں خواہ وہ متمدن ہوں یا غیر متمدن، تعلیم یافتہ ہوں یا جاہل، آباد ملکوں میں زندگی بسر کرنے والی ہوں یا ویران جزیروں اور غیر آباد ٹاپوؤں میں، ان سب کا متفق علیہ مسئلہ اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ ایک کامل مقتدر ہستی کا ماننا ہے۔ دنیا میں جس قدر مذاہب رائج ہیں، قطع نظر اسکے کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے ان سب کا اصل اصول اعتقاد اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ ذات باری کا وجود باجود ہے۔ اسی صداقت کو قرآن حکیم بیان فرماتا ہے وَلَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ (لقمان: 26) یعنی اگر دنیا کے لوگوں سے پوچھو کہ تمہارا پیدا کرنے والا کون ہے تو فوراً بول اُٹھیں گے کہ ہمارا خالق اللہ ہے۔ اس عظیم الشان اتفاق اور ایسے بے نظیر اجماع کی وجہ صرف فطرت کی گواہی ہے۔ کیونکہ ہر ایک انسان کی فطرت اور اس کی سلیم کانشس اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس شہادت کا اقرار کرے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ قَالُوۡا بَلٰی (الاعراف: 173) یعنی انسان کی فطرت ہر وقت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ایک ایسی ہستی ضرور موجود ہے جو میری ربوبیت کر رہی ہے بلکہ ایک صحیح الفطرت انسان ایک لمحہ کیلئے بھی اس بات کا وہم و گمان نہیں کر سکتا کہ وہ ایک حاکم کے بغیر زندگی بسر کر رہا ہے۔ چنانچہ خالق فطرت کا کلام فرماتا ہے اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (ابراہیم: 11) یعنی فطرت صحیحہ حیرانی سے ظاہر کرتی ہے کہ کیا خدا کے وجود میں بھی کوئی شک کرسکتا ہے۔ غرض ہستی باری تعالیٰ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر قومیں ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے وجود کی مقر ہیں اور خود فطرت صحیحہ اس پر دال ہے۔ اسی دلیل پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۱۵﴾ وَذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ﴿۱۶﴾ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۱۷﴾ وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی ﴿۱۸﴾ اِنَّ ہٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی ﴿۱۹﴾ صُحُفِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَمُوۡسٰی ﴿۲۰﴾ (الاعلیٰ: 15 تا 20) یعنی مظفر و منصور ہوگیا وہ شخص کہ جو پاک ہوا اور اس نے اپنے ربّ کا زبان سے اقرار کیا اور پھر زبان سے ہی نہیں بلکہ عملی طور سے عبادت کرکے اپنے اقرار کا ثبوت دیا لیکن تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو حالانکہ انجام کار کی بہتری ہی اصل بہتری اور دیرپا ہے۔ اور یہ بات صرف قرآن شریف ہی پیش نہیں کرتا بلکہ سب پہلی کتابوں میں یہ دعویٰ موجود ہے چنانچہ ابراہیمؑ اور موسیٰ نے جو تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی اس میں بھی یہ تعلیم موجود ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخالفینِ قرآن پر یہ حجت پیش کی ہے کہ اپنی نفسانی خواہشوں سے بچنے والے خدا کی ذات کا اقرار کرنے والے اور پھر اسکا سچا فرمانبردار بننے والے ہمیشہ کامیاب اور مظفر ہوتے ہیں اور اس تعلیم کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ یہ بات پہلے مذاہب میں مشترک ہے۔ چنانچہ اس وقت کے بڑے مذاہب مسیحی، یہودی اور کفار مکہ پر حجت کیلئے حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی مثال دیتا ہے کہ ان کو تو تم مانتے ہو انہوں نے بھی یہ تعلیم دی ہے پس قرآن شریف نے ہستی باری تعالیٰ کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی دیا ہے کہ کُل مذاہب اس پر متفق ہیں اور سب اقوام کا یہ مشترک مسئلہ ہے۔ چنانچہ جس قدر اس دلیل پر غور کیا جائے نہایت صاف اور سچی معلوم ہوتی ہے۔ حقیقت میں کل مذاہب دنیا اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی ہستی ہے جس نے کُل جہان کو پیدا کیا۔ مختلف ممالک اور احوال کے تغیر کی وجہ سے خیالات اور عقائد میں بھی فرق پڑتا ہے۔ لیکن باوجود اسکے جس قدر تاریخی مذاہب ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے وجود پر متفق اللسان ہیں، گو اسکی صفات کے متعلق ان میں اختلاف ہو۔ موجودہ مذاہب یعنی اسلام، مسیحیت، یہودیت، بدھ ازم، سکھ ازم، ہندو ازم اور زرتشتی سب کے سب ایک خدا ایلوہیم، پرم ایشور، پرم آتما، ست گرو، یا یزدان کے قائل ہی ہیں مگر جو مذاہب دنیا کے پردہ سے مٹ چکے ہیں ان کے متعلق بھی آثار قدیمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سب کے سب ایک خدا کے قائل اور معتقد تھے......اہل تاریخ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس مسئلہ پر مختلف اقوام کے مؤرخ متفق ہوجاویں اس کی راستی میں شک نہیں کرتے۔ جب اس مسئلہ پر ہزاروں لاکھوں قوموں نے اتفاق کیا ہے تو کیوں نہ یقین کیا جائے کہ کسی جلوہ کو دیکھ کر ہی سب دنیا اس خیال کی قائل ہوئی ہے۔(دس دلائل ہستی باری تعالیٰ، صفحہ 6، مطبوعہ قادیان 2018ء)

دلیل دوم

کائنات یا دنیا کی تخلیق پر غور کے نتیجے میں بھی ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت ہمیں ملتا ہے۔ اسکے متعلق دو باتیں ہوسکتی ہیں یا تو یہ کہ وہ خود بنی ہے دوسرے یہ کہ اسے کسی نے بنایا ہے۔ اگر کہو کہ خود بخود بنی ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ عدم سے وجود میں آنا ایک فعل ہے اور فعل بغیر فاعل کے نہیں ہوتا اور فاعل ہمیشہ اپنے فعل سے پہلے موجود ہوتا ہے۔ سو اگر اس عدم سے وجود میں آنے کا فاعل خود دنیا ہے تو اسکے یہ معنیٰ ہوئے کہ دنیا اپنے خود بخود بننے سے پہلے بھی موجود تھی کیونکہ خود بخود بن جانا ایک فعل ہے اور دنیا اسکی فاعل اور فاعل فعل سے پہلے موجود ہوتا ہے۔ اسلئے نتیجہ یہی نکلے گا کہ دنیا اپنے پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھی حالانکہ یہ بات ایسی بےہودہ ہے کہ ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ کوئی چیز اپنے پیدا ہونے اور بننے سے پہلے نہیں ہوتی۔ اب دوسری بات لو یعنی یہ کہ دنیا خود بخود نہیں بنی بلکہ اسکا بنانے والا کوئی ایک وجود ہے۔ سو یہ بات واقعہ میں درست ہے اور اس بنانے والے کو ہم خدا کہتے ہیں۔

خدا پر ایمان لانے والا جانتا ہے کہ اس عالم کا ایک خالق ہونا چاہئے اور وہ عالم اسے نظر آرہا ہوتا ہے جو اس خالق کی تخلیق ہے اور اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ یہ عالم خود بخود وجود میں آگیا۔ اس مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہستی باری تعالیٰ کی چوتھی دلیل کی ذیل میں لکھتے ہیں:

”چوتھی دلیل جو قرآن شریف سے ذات باری کے متعلق معلوم ہوتی ہے یہ ہے وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الۡمُنۡتَہٰی ﴿۴۳﴾ وَاَنَّہٗ ہُوَ اَضۡحَکَ وَاَبۡکٰی ﴿۴۴﴾ وَاَنَّہٗ ہُوَ اَمَاتَ وَاَحۡیَا ﴿۴۵﴾ وَاَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی ﴿۴۶﴾ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اِذَا تُمۡنٰی ﴿۴۷﴾ (سورۃ النجم: 43 تا 47) یعنی یہ بات ہر ایک نبی کی معرفت ہم نے پہنچا دی ہے کہ ہر ایک چیز کا انتہاء اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی جا کر ہوتا ہے اور خواہ خوشی کے واقعات ہوں یا رنج کے وہ خدا ہی کی طرف سے آتے ہیں اور موت اور حیات سب اسی کے ہاتھ میں ہیں اور اس نے مرد و عورت دونوں کو پیدا کیا ہے ایک چھوٹی سی چیز سے جس وقت وہ ڈالی گئی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ ہر ایک فعل کا ایک فاعل ہوتا ہے اور ضرور ہے کہ ہر کام کا کرنے والا بھی کوئی ہو۔ پس اس تمام کائنات پر اگر غور کروگے تو ضرور تمہاری رہنمائی اس طرف ہوگی کہ سب اشیاء آخر جا کر ذات باری پر ختم ہوتی ہیں اور وہی انتہاء ہے تمام اشیاء کی اور اسی کے اشارے سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسکی ابتدائی حالت کی طرف متوجہ کر کے فرمایا ہے کہ تمہاری پیدائش تو ایک نطفہ سے ہے اور تم تو جوں جوں پیچھے جاتے ہو اَور حقیر ہوتے جاتے ہو پھر تم کیونکر اپنے خالق ہوسکتے ہو۔ جب خالق کے بغیر کوئی مخلوق ہو نہیں سکتی اور انسان اپنا آپ خالق نہیں ہے کیونکہ اس کی حالت پر جس قدر غور کریں وہ نہایت چھوٹی اور ادنیٰ حالت سے ترقی کر کے اس حالت کو پہنچتا ہے اور جب وہ موجودہ حالت میں خالق نہیں تو اس کمزور حالت میں کیونکر خالق ہوسکتا تھا، تو ماننا پڑے گا کہ اسکا خالق کوئی اور ہے جس کی طاقتیں غیر محدود اور قدرتیں لاانتہاء ہیں۔ غرض یہ کہ جس قدر انسان کی درجہ بدرجہ ترقی پر غور کرتے جائیں اسکے اسباب باریک سے باریک تر ہوتے جاتے ہیں اور آخر ایک جگہ جا کر تمام

یہی کامل کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے

ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖۛ فِیۡہِ ۚۛ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲﴾ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۳﴾ (البقرہ: 3،4)

ترجمہ: یہی کامل کتاب ہے، اس (امر) میں کوئی شک نہیں، متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے۔
جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو (کچھ) ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

دنیاوی علوم کہہ دیتے ہیں کہ یہاں اب ہمارا دخل نہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ کیوں ہوگیا اور وہی مقام ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کام کر رہا ہوتا ہے اور ہر ایک سائنس دان کو ماننا پڑتا ہے کہ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَہٰی یعنی ہر ایک چیز کی انتہاء ہوتی ہے اور آخر ایک ایسی ہستی پر ہوتی ہے کہ جس کو وہ اپنی عقل کے دائرہ میں نہیں لا سکتے اور وہی خدا ہے۔ یہ ایک موٹی دلیل ہے کہ جسے ایک جاہل سے جاہل انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ کسی نے ایک بدوی سے پوچھا تھا کہ تیرے پاس خدا کی کیا دلیل ہے۔ اس نے جواب دیا اَلْبَعْرَۃُ تَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ وَاَثَرُ الْقَدَمِ عَلَی السَّفِیْرِ فَالسَّمَآءُ ذَاتُ الْبُرُوْجِ وَالْاَرْضُ ذَاتُ فِجَاجٍ اَمَا تَدُلُّ عَلٰی قَدِیْرٍ کہ جنگل میں ایک اونٹ کی مینگنی پڑی ہوئی ہو تو میں دیکھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں سے کوئی اونٹ گزرا ہے۔ پھر اتنی بڑی مخلوقات کو دیکھ کر میں معلوم نہیں کرسکتا کہ اس کا کوئی خالق ہے۔ واقعی یہ جواب ایک سچا اور فطرت کے مطابق جواب ہے اور اس مخلوقات کی پیدائش کی طرف اگر انسان توجہ کرے تو آخر ایک ہستی کو ماننا پڑتا ہے کہ جس نے یہ سب پیدا کیا۔“

(دس دلائل ہستی باری تعالیٰ، صفحہ 13، مطبوعہ قادیان 2018ء)

دلیل سوم

اس تمام کائنات کا عدم سے وجود میں آنا اور پھر اس میں ایک منظم اور ہر پہلو سے کامل نظام کا کام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کو نیست سے ہست میں لانے والی اور پھر اس کو ایک محیر العقول نظام کے تحت چلانے والی ایک قادر و مقتدر اور حکیم ہستی موجود ہے چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہستی باری تعالیٰ کی ذیل میں پانچویں دلیل تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پانچویں دلیل ہستی باری تعالیٰ کی جو قرآن شریف نے دی ہے گو اسی رنگ کی ہے لیکن اس سے زیادہ زبردست ہے اور وہاں استدلال بالا ولیٰ سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ۫ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۨ ۲ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ۳ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۴ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ ۵ (سورۃ الملک: 2 تا 5) یعنی بہت برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں ملک ہے وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے تا کہ دیکھے کہ تم میں سے کون زیادہ نیک عمل کرتا ہے اور وہ غالب ہے، بخشندہ ہے۔ اس نے ساتوں آسمان بھی پیدا کئے اور ان میں آپس میں موافقت اور مطابقت رکھی ہے تُو کبھی کوئی اختلاف اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں نہیں دیکھے گا۔ پس اپنی آنکھ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ دوبارہ اپنی نظر کو لوٹا کر دیکھ، تیری نظر تیری طرف تھک کر اور ماندہ ہو کر لوٹے گی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تمام کائنات اتفاقاً پیدا ہوگئی اور اتفاقی طور پر مادہ کے ملنے سے یہ سب کچھ بن گیا اور سائنس سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ ہوسکتا ہے کہ دنیا خود بخود جڑ کر آپ ہی چلتی جائے اور اس کا پھرانیوالا کوئی نہ ہو۔ لیکن ان کا جواب اللہ تعالیٰ ان آیات میں دیتا ہے کہ اتفاقی طور سے جڑنے والی چیزوں میں کبھی ایک سلسلہ اور انتظام نہیں ہوتا بلکہ بے جوڑی ہوتی ہے۔ مختلف رنگوں سے مل کر ایک تصویر بنتی ہے لیکن کیا اگر مختلف رنگ ایک کاغذ پر پھینک دیں تو اس سے تصویر بن جائیگی۔ اینٹوں سے مکان بنتا ہے لیکن کیا اینٹیں ایک دوسرے پر پھینک دینے سے مکان بن جائیگا۔ بفرض محال اگر یہ مان لیا جائے کہ بعض واقعات اتفاقاً بھی ہوجاتے ہیں لیکن نظام عالم کو دیکھ کر کبھی کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب کچھ آپ ہی ہوگیا۔ مانا کہ خود بخود ہی مادہ سے زمین پیدا ہوگئی اور یہ بھی مان لیا کہ اتفاقاً ہی انسان پیدا ہوگیا لیکن انسان کی خلقت پر نظر تو کرو کہ ایسی کامل پیدائش کبھی خود بخود ہوسکتی ہے۔ عام طور سے دنیا میں ایک صفت کی خوبی سے اسکے صنّاع کا پتہ لگتا ہے۔ ایک عمدہ تصویر کو دیکھ کر فوراً خیال ہوتا ہے کہ کسی بڑے مصوّر نے بنائی ہے۔ ایک عمدہ تحریر کو دیکھ کر سمجھا جاتا ہے کہ کسی بڑے کاتب نے لکھی ہے اور جس قدر ربط بڑھتا جائے اسی قدر اسکے بنانے یا لکھنے والے کی خوبی اور بڑائی ذہن نشین ہوتی جاتی ہے پھر کیونکر تصور کیا جاتا ہے کہ ایسی منتظم دنیا خود بخود اور یونہی پیدا ہوگئی۔ ذرا اس بات پر تو غور کرو کہ جہاں انسان میں ترقی کرنے کے قویٰ ہیں وہاں اسے اپنے خیالات کو عملی صورت میں لانے کیلئے عقل دی گئی ہے اور اس کا جسم بھی اسکے مطابق بنایا گیا ہے۔ چونکہ اس کو محنت سے رزق کمانا تھا اس لئے اسے مادہ دیا کہ چل پھر کر اپنا رزق پیدا کرلے۔ درخت کا رزق اگر زمین میں رکھا ہے تو اسے جڑیں دیں کہ وہ اس کے اندر سے اپنا پیٹ بھر لے۔ اگر شیر کی خوراک گوشت رکھی تو اسے شکار مارنے کیلئے ناخن دیئے اور گھوڑے اور بیل کیلئے گھاس کھانا مقدر کیا تو ان کو ایسی گردن دی جو جھک کر گھاس پکڑ سکے اور اگر اونٹ کیلئے درختوں کے پتے اور کانٹے مقرر کئے تو اسکی گردن بھی اونچی بنائی۔ کیا یہ سب کارخانہ اتفاق سے ہوا۔ کیا اتفاق نے اس بات کو معلوم کرلیا تھا کہ اونٹ کو گردن لمبی دوں اور شیر کو پنجے اور درخت کو جڑیں اور انسان کو ٹانگیں۔ ہاں کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ جو کام خود بخود ہوگیا اس میں اس قدر انتظام رکھا گیا ہو۔ پھر اگر انسان کیلئے پھیپھڑا بنایا تو اس کیلئے ہوا بھی پیدا کی۔ اگر پانی پر اس کی زندگی رکھی تو سورج کے ذریعہ بادلوں کی معرفت اسے پانی پہنچایا اور اگر آنکھیں دیں تو ان کے کارآمد بنانے کیلئے سورج کی روشنی بھی دی تا کہ وہ اس میں دیکھ بھی سکے۔ کان دیئے تو ساتھ اس کے خوبصورت آوازیں بھی پیدا کیں۔ زبان کے ساتھ ذائقہ دار چیزیں بھی عطا فرمائیں۔ ناک پیدا کیا تو خوشبو بھی مہیا کردی۔ ممکن تھا کہ اتفاق انسان میں پھیپھڑا پیدا کر دیتا لیکن اس کیلئے یہ ہوا کا سامان کیوں کر پیدا ہوگیا اور ممکن تھا کہ آنکھیں انسان کی پیدا ہوجاتیں لیکن وہ عجیب اتفاق تھا کہ جس نے کروڑوں میلوں پر جاکر ایک سورج بھی پیدا کر دیا تا کہ وہ اپنا کام کرسکیں۔ اگر ایک طرف اتفاق نے کان پیدا کردیئے تھے تو یہ کون سی طاقت تھی جس نے دوسری طرف آواز بھی پیدا کردی۔ برفانی ممالک میں مان لیا کہ کتے یا ریچھوں کو تو اتفاق نے پیدا کر دیا لیکن کیا سبب کہ ان کتوں یا ریچھوں کے بال اتنے لمبے بن گئے کہ وہ سردی سے محفوظ رہ سکیں۔ اتفاق ہی نے ہزاروں بیماریاں پیدا کیں۔ اتفاق ہی نے ان کے علاج بنادیئے۔ اتفاق ہی نے بچھو بوٹی جس کے چھونے سے خارش ہونے لگ جاتی ہے، پیدا کی اور اس نے اسکے ساتھ پالک کا پودا اُگا دیا کہ اسکا علاج ہوجائے۔ دہریوں کا اتفاق بھی عجیب ہے کہ جن چیزوں کیلئے موت تجویز کی ان کے ساتھ توالد کا سلسلہ بھی قائم کر دیا اور جن چیزوں کے ساتھ موت نہ تھی وہاں یہ سلسلہ ہی نہیں رکھتا۔ انسان اگر پیدا ہوتا اور مرتا نہیں تو کچھ سالوں میں ہی دنیا کا خاتمہ ہوجاتا۔ اس لئے اس کے ساتھ فنا لگا دی لیکن سورج اور چاند اور زمین نہ نئے پیدا ہوتے ہیں نہ اگلے فنا ہوتے ہیں۔ کیا یہ انتظام کچھ کم تعجب انگیز ہے کہ زمین اور سورج میں چونکہ کشش رکھی ہے اس لئے ان کو ایک دوسرے سے اتنی دور رکھا کہ آپس میں ٹکرا نہ جاویں۔ کیا یہ باتیں اس بات پر دلالت نہیں کرتی ہیں کہ ان سب چیزوں کا خالق وہ ہے جو نہ صرف علیم ہے بلکہ غیر محدود علم والا ہے۔ اسکے قواعد ایسے منضبط ہیں کہ ان میں کچھ اختلاف نہیں اور نہ کچھ کمی ہے۔ مجھے تو اپنی انگلیاں بھی اس کی ہستی کا ایک ثبوت معلوم ہوتی ہیں۔ مجھے جہاں علم دیا تھا اگر شیر کا پنجہ مل جاتا تو کیا میں اس سے لکھ سکتا تھا۔ شیر کو علم نہیں دیا اسے پنجے دیئے، مجھے علم دیا لکھنے کیلئے انگلیاں بھی دیں۔

سلطنتوں میں ہزاروں مدبّر ان کی درستی کیلئے رات دن لگے رہتے ہیں لیکن پھر بھی دیکھتے ہیں کہ ان سے ایسی ایسی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں

کوئی بھی قرآن مجید کی نظیر پیش نہیں کرسکتا

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا ۸۹ (بنی اسرائیل آیت 89)

ترجمہ: تُو (انہیں) کہہ (کہ) اگر تمام انسان (بھی) اور جن (بھی) اس قرآن کی نظیر لانے کیلئے جمع ہوجائیں تو (پھر بھی) وہ اس کی نظیر نہیں لاسکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار (ہی کیوں نہ) بن جائیں۔

کہ جن سے سلطنتوں کو خطرناک نقصان پہنچ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات بالکل تباہ ہو جاتی ہیں لیکن اگر اس دنیا کا کاروبار صرف اتفاق پر ہے تو تعجب ہے کہ ہزاروں دانا دماغ تو غلطی کرتے ہیں لیکن یہ اتفاق تو غلطی نہیں کرتا۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جو بڑے وسیع عالم کا مالک اور عزیز ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو یہ انتظام نظر نہ آتا۔ اب جس طرف نظر دوڑا کر دیکھو تمہاری نظر قرآن شریف کے ارشاد کے مطابق خائب و خاسر واپس آئے گی اور ہر ایک چیز میں ایک انتظام معلوم ہوگا۔ نیک جزاء اور بدکار سزا پا رہے ہیں۔ ہر ایک چیز اپنا مفوضہ کام کر رہی ہے اور ایک دم کیلئے سُست نہیں ہوئی۔ (دس دلائل ہستی باری تعالیٰ، صفحہ 15، مطبوعہ قادیان 2018ء)

پروفیسر ایڈون کانکلن پرنسٹن یونیورسٹی جو ایک بہت مشہور سائنس دان اور پیدائشِ خلق کے مضمون کے ماہر سمجھے جاتے ہیں فرماتے ہیں: ’’یہ خیال کہ زندگی کا آغاز محض کسی اتفاقی حادثہ کے نتیجہ میں ہوا ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ لغت کی ایک مکمل کتاب کسی چھاپہ خانہ کے اتفاقی دھماکے کے نتیجہ میں خود بخود چھپ گئی تھی۔‘‘ (ریڈرز ڈائجسٹ بابت ماہِ مئی 1956ء صفحہ 87)

یہ کائنات باوجود اپنی وسعتوں کے ایک نظام میں منسلک ہے جس میں کوئی فتور نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی دلیل کو اسلامی اصول کی فلاسفی میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’پھر ایک اور دلیل اپنی ہستی پر یہ دی جیسا کہ فرماتا ہے لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَہَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَ لَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّہَارِ ؕ وَ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ (یٰسین: 41) یعنی آفتاب چاند کو پکڑ نہیں سکتا اور نہ رات جو مظہر ماہتاب ہے دن پر جو مظہر آفتاب ہے کچھ تسلط کر سکتی ہے۔ یعنی کوئی ان میں سے اپنی حدود مقررہ سے باہر نہیں جاتا۔ اگر انکا کوئی مدبّر در پردہ نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ یہ دلیل ہیئت پر غور کرنے والوں کیلئے نہایت فائدہ بخش ہے کیونکہ اجرام فلکی کے اتنے بڑے عظیم الشان اور بے شمار گولے ہیں جن کے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ ہو سکتی ہے۔ یہ کیسی قدرت حق ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں نہ بال بھر رفتار بدلتے اور نہ اتنی مدت تک کام دینے سے کچھ گھسے اور نہ ان کی کلوں پرزوں میں کچھ فرق آیا۔ اگر سر پر کوئی محافظ نہیں تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ بے شمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے۔ انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کر کے خدا تعالیٰ دوسرے مقام میں فرماتا ہے: اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ (ابراہیم: 11) یعنی کیا خدا کے وجود میں شک ہو سکتا ہے جس نے ایسے آسمان اور ایسی زمین بنائی۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 369-370)

دلیل چہارم

دنیا کے تمام راستبازوں اور صادقوں کی متفقہ شہادت ہے کہ یقیناً ایک وراء الوراء ہستی موجود ہے اور وہ ہم پر خاص طور پر ظاہر ہوئی اور اس نے ہم سے تعلق پیدا کیا۔ دنیا کے ابتداء کی طرف جاؤ۔ ابوالبشر آدم صفی اللہ رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا کہہ کر خدا کے وجود کی گواہی دیتے ہیں۔ پھر پارسیوں کو لو۔ ان کے نبی بھی خدا کے وجود کی شہادت دے رہے ہیں۔ پھر وید کے رشیوں کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ ایک وراء الوراء ہستی ہے۔ پھر یہودیوں اور عیسائیوں کے راستباز بھی اسی پر متفق نظر آتے ہیں۔ پھر سب کے بعد خیر الانس والجان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دنیا کے سامنے یہی شہادت پیش کی۔ اب کیا ہم ان تمام راستبازوں کی گواہی کو ردّ کر دیں۔ ہرگز نہیں۔ ہمیں سوائے تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ غرض کہ تمام دنیا کی مختلف قوموں کے راستبازوں کا متفق ہو کر خدا کے وجود کا اقرار کرنا اس کے واقعہ میں موجود ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔ اسی ضمن میں حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دوسری دلیل جو قرآن شریف میں ہستی باری تعالیٰ کے متعلق دی ہے ان آیات سے معلوم ہوتی ہے کہ وَ تِلۡکَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیۡنٰہَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ عَلٰی قَوۡمِہٖ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ﴿۸۴﴾ وَ وَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ ؕ کُلًّا ہَدَیۡنَا ۚ وَ نُوۡحًا ہَدَیۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ وَ اَیُّوۡبَ وَ یُوۡسُفَ وَ مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۸۵﴾ وَ زَکَرِیَّا وَ یَحۡیٰی وَ عِیۡسٰی وَ اِلۡیَاسَ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۶﴾ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ الۡیَسَعَ وَ یُوۡنُسَ وَ لُوۡطًا ؕ وَ کُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸۷﴾ (الانعام: 84 تا 87) پھر کچھ آیات کے بعد فرمایا کہ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ (الانعام: 91) یعنی ایک دلیل ہے جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابل میں دی اور ہم جسکے درجات چاہتے ہیں، بلند کرتے ہیں۔ تحقیق تیرا ربّ بڑا حکمت والا اور علم والا ہے اور ہم نے اسے اسحاق و یعقوب دیئے۔ ہر ایک کو ہم نے سچا راستہ دکھایا اور نوح کو بھی ہم نے سچا راستہ دکھایا۔ اس سے پہلے اور اسکی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیک اعمال میں کمال کرنے والوں کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا کرتے ہیں اور زکریا، یحیٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی راہ دکھایا اور یہ سب لوگ نیک تھے اور اسماعیل اور یسع اور لوط کو بھی راستہ دکھایا اور ان سب کو ہم نے اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی تھی اور پھر فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کو خدا نے ہدایت دی۔ پس تو ان کے طریق کی پیروی کر۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس قدر نیک اور پاک لوگ جس بات کی گواہی دیتے ہیں وہ مانی جائے یا وہ بات جو دوسرے ناواقف لوگ کہتے ہیں اور اپنے چال چلن سے ان کے چال چلن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سیدھی بات ہے کہ انہی لوگوں کی بات کو وقعت دی جاویگی جو اپنے چال چلن اور اپنے عمل سے دنیا پر اپنی نیکی اور پاکیزگی اور گناہوں سے بچنا اور جھوٹ سے پرہیز کرنا ثابت کر چکے ہیں۔ پس ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ انہی کا تتبع کرے اور ان کے مقابل میں دوسرے لوگوں کی بات کا انکار کر دے...... ایسے صادق ایسے قابل اعتبار یک زبان ہو کر کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی، اسکی آواز سنی اور اسکے جلوے کا مشاہدہ کیا تو ان کے قول کا انکار کرنے کی کسی کے پاس کیا وجہ ہے......غرضیکہ ہزاروں راستبازوں کی شہادت جو اپنے عینی مشاہدہ پر خدا تعالیٰ کے وجود کی گواہی دیتے ہیں کسی صورت میں بھی ردّ کے قابل نہیں ہو سکتی ......پس خدا کے دیکھنے والوں کی گواہی اس کے منکروں پر بہر حال حجت ہوگی۔

(دس دلائل ہستی باری تعالیٰ، صفحہ 8، مطبوعہ قادیان 2018ء)

دلیل پنجم

خدا تعالیٰ کی ہستی کی پانچویں دلیل استجابت دعا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’آٹھویں دلیل جو قرآن شریف سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں ملتی ہے یہ ہے کہ وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ جب کوئی انسان گھبرا کر اسکے حضور میں دعا کرتا ہے تو وہ اسے قبول کرتا ہے اور یہ بات کسی خاص زمانہ کے متعلق نہیں بلکہ ہر زمانہ میں اس کے نظارے موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَ لۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ (البقرۃ: 187) یعنی جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو انہیں کہہ دو کہ میں ہوں اور پھر قریب ہوں، پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ کیونکر معلوم ہو کہ دعا خدا سنتا ہے کیوں نہ

اگر قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت سا اختلاف ہوتا

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَ لَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا ﴿۸۳﴾ (النساء: 83)

ترجمہ: پس کیا وہ (لوگ) قرآن پر غور نہیں کرتے اور (نہیں سمجھتے کہ) اگر وہ اللہ کے سوا (کسی اور) کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔

کہا جائے کہ اتفاقاً بعض دعا کرنے والے کے کام ہو جاتے ہیں۔ جیسے بعض کے نہیں بھی ہوتے۔ اگر سب دعائیں قبول ہو جائیں تب بھی کچھ بات تھی لیکن بعض کے قبول ہونے سے کیونکر معلوم ہو کہ اتفاق نہ تھا بلکہ کسی ہستی نے قبول کرلیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ دعا کی قبولیت اپنے ساتھ نشان رکھتی ہے۔ چنانچہ ہمارے آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثبوت باری تعالیٰ کی دلیل میں یہ پیش کیا تھا کہ چند بیمار جو خطرناک طور پر بیمار ہوں چنے جائیں اور بانٹ لئے جائیں اور ایک گروہ کا ڈاکٹر علاج کریں اور ایک طرف میں اپنے حصہ والوں کیلئے دعا کروں پھر دیکھو کہ کس کے بیمار اچھے ہوتے ہیں۔ اب اس طریق امتحان میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ایک سگ گزیدہ جسے دیوانگی ہوگئی اور جس کے علاج سے کسولی کے ڈاکٹروں نے قطعاً انکار کردیا تھا اور لکھ دیا تھا کہ اس کا کوئی علاج نہیں، اس کیلئے آپ نے دعا کی اور وہ اچھا ہوگیا۔ حالانکہ دیوانے کتے کے کاٹے ہوئے دیوانہ ہو کر کبھی اچھے نہیں ہوتے۔ پس دعاؤں کی قبولیت اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو انہیں قبول کرتی ہے اور دعاؤں کی قبولیت کسی خاص زمانہ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ہر زمانے میں اسکے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں جیسے پہلے زمانہ میں دعائیں قبول ہوتی تھیں ویسے ہی اب بھی ہوتی ہیں۔“ (دس دلائل ہستی باری تعالیٰ صفحہ 20 مطبوعہ قادیان 2018ء)

دلیل ششم

چھٹی دلیل خدا کی ہستی کی یہ ہے کہ جن لوگوں نے دعویٰ کیا کہ خدا ہے وہ ضرور کامیاب ہوئے اور جن لوگوں نے انکار کیا وہ خائب و خاسر رہے۔ اگر خدا نہ ہوتا تو یہ تفرقہ کیوں ہوتا۔ یہ بات صرف دعویٰ کے رنگ میں نہیں بلکہ واقعات پر اس کی بناء ہے۔ ابراھیمؑ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ میرا ایک زندہ قادر و مقتدر خدا موجود ہے جو مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور وہ میرے دشمنوں کو ناکام و نامراد اور ہلاک کرے گا چنانچہ ان کے بالمقابل نمرود ذلیل ورسوا اور ناکام و نامراد اور ہلاک ہوا۔ اسی طرح موسیٰ کے بالمقابل فرعون، عیسیٰ کے بالمقابل یہود، سردار دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالمقابل ابوجہل اور اس کے ہمنوا اور آپ کے غلام صادق کے بالمقابل لیکھرام اور بٹالوی جیسے دشمن ذلیل ورسوا اور ہلاک کئے گئے اور سب انبیاء اور راستبازوں کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ خدا نے ان کے مخالفین کو ذلیل ورسوا، ناکام و نامراد اور ہلاک کردیا۔ اسی دلیل پر نہایت ہی پر معارف روشنی ڈالتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہستی باری تعالیٰ کی چھٹی دلیل کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منکر ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور یہ بھی ایک ثبوت ہے ان کے باطل پر ہونے کا کیونکہ اللہ اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ فتوحات دیتا ہے اور وہ اپنے مخالفوں پر غالب رہتے ہیں۔ اگر کوئی خدا نہیں تو یہ نصرت اور تائید کہاں سے آتی ہے۔ چنانچہ فرعون موسیٰ کی نسبت فرماتا ہے کہ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (النّٰزعٰت: 25، 26) یعنی جب حضرت موسیٰؑ نے اسے اطاعت الٰہی کی نسبت کہا تو اس نے تکبر سے جواب دیا کہ خدا کیسا، خدا تو میں ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے اس جہاں میں بھی اور اگلے جہاں میں بھی ذلیل کردیا چنانچہ فرعون کا واقعہ ایک بیّن دلیل ہے کہ کس طرح خدا کے منکر ذلیل وخوار ہوتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں دنیا میں کبھی کوئی سلطنت دہریوں نے قائم نہیں کی بلکہ دنیا کے فاتح اور ملکوں کے مصلح اور تاریخ کے بنانے والے وہی لوگ ہیں کہ جو خدا کے قائل ہیں۔ کیا یہ ان کی ذلّت ونکبت اور قوم کی صورت میں کبھی دنیا کے سامنے نہ آنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔“

اور پھر اسی دلیل کے دوسرے پہلو پر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں روشنی ڈالی ہے:

”ساتویں دلیل اللہ تعالیٰ کی ہستی کی یہ ہے کہ اس کی ذات کے ماننے والے اور اس پر ایمان رکھنے والے اور اس پر حقیقی ایمان رکھنے والے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں اور باوجود لوگوں کی مخالفت کے ان پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کے منوانے والے ہر ملک میں پیدا ہوئے ہیں اور جس قدر ان کی مخالفت ہوئی ہے اُتنی اور کسی کی نہیں لیکن پھر دنیا اسکے خلاف کیا کرسکی۔ رامچندر کو بن باس دینے والوں نے کیا سکھ پایا؟ اور راون نے کون سی عشرت حاصل کرلی؟ کیا رامچندر کا نام ہزاروں سال کیلئے زندہ نہیں ہوگیا اور کیا راون کا نام ہمیشہ کیلئے بدنام نہیں ہوا؟ اور کرشنؑ کی بات کا ردّ کر کے کوروں نے کیا فائدہ حاصل کیا۔ کیا وہ کرو چھتر کے میدان میں تباہ نہ ہوئے؟ فرعون بادشاہ جو بنی اسرائیل سے اینٹیں پتھواتا تھا۔ اس نے موسیٰؑ جیسے بے کس انسان کی مخالفت کی مگر کیا موسیٰؑ کا کچھ بگاڑ سکا؟ وہ غرق ہوگیا اور موسیٰؑ بادشاہ ہوگئے۔ حضرت مسیحؑ کی دنیا نے جو کچھ مخالفت کی وہ بھی ظاہر ہے اور ان کی ترقی بھی جو کچھ ہوئی پوشیدہ نہیں۔ ان کے دشمن تو تباہ ہوئے اور ان کے غلام ملکوں کے بادشاہ ہوگئے۔ ہمارے آقا بھی دنیا میں سب سے زیادہ اس پاک ذات کے نام کے پھیلانے والے تھے۔ یہاں تک کہ ایک یورپ کا مصنف کہتا ہے کہ ان کو خدا کا جنون تھا (نعوذ باللہ) ہر وقت خدا خدا ہی کہتے رہتے تھے، ان کی سات قوموں نے مخالفت کی، اپنے پرائے سب دشمن ہوگئے مگر کیا پھر آپ کے ہاتھ پر دنیا کے خزانے فتح نہیں ہوئے؟ اگر خدا نہیں تو یہ تائید کس نے کی؟ اگر یہ سب کچھ اتفاق تھا تو کوئی مبعوث تو ایسا ہوتا جو خدا کی خدائی ثابت کرنے آتا اور دنیا اسے ذلیل کر دیتی مگر جو کوئی خدا کے نام کو بلند کرنے والا اُٹھا، وہ معزز وممتاز ہی ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (المائدہ: 57) اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول اور مومنوں سے دوستی کرتا ہے، پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہی لوگ خدا کے ماننے والے ہی غالب رہتے ہیں۔“ (ہستی باری تعالیٰ کے دس دلائل صفحہ 19 مطبوعہ قادیان 2018ء)

دلیل ہفتم

ساتویں دلیل ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت میں قرآن مجید ان لفظوں میں بیان فرماتا ہے۔ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (النمل: 66) یعنی علمِ غیب ایک ایسا علم ہے جو دنیا میں کسی انسان کو معلوم نہیں اور آئندہ ہونے والے واقعات سے روئے زمین پر کوئی شخص واقف نہیں اور واقعہ میں اگر انسان غور کرے تو اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ جو باتیں ابھی ظہور میں نہیں آئیں ان سے کوئی شخص آگاہ نہیں اور انسان تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے اور پرسوں اس پر کونسی مصیبت پڑنے والی ہے۔ غرض آئندہ کا حال کوئی نہیں جانتا اور مستقبل کے واقعات کسی کو معلوم نہیں لیکن باوجود اسکے پھر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جن راستبازوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور خدا کی طرف سے آنے کے مدعی ہوئے۔ وہ بیشمار خبریں قبل از وقت دیتے رہے اور وہ واقعہ کے مطابق پوری بھی ہوتی رہیں حالانکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ کوئی انسان آئندہ کی خبریں معلوم نہیں کرسکتا۔ تو اب ہم نبیوں کے معاملہ میں غور کرنے سے اس نتیجہ تک پہنچے کہ وہ بھی ہم جیسے انسان تھے۔ وہ بھی آئندہ کے واقعات سے ہماری طرح محض لاعلم تھے لیکن جو غیب کی بہت سی اہم خبریں قبل از وقت وہ دنیا پر ظاہر کرتے رہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہستی ہے جو انہیں خاص طور پر ان پیش آنے والے واقعات سے مطلع کرتی رہی ہے۔ اس بات کو قرآن حکیم اس طرح پر بیان فرماتا ہے لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: 27 تا 28) یعنی نبیوں اور رسولوں پر جو غیب کی خبریں منکشف ہوتی ہیں یہ ان کی ذاتی خوبی نہیں بلکہ ایک وراء الوریٰ ہستی ہے جو ان کو قبل از وقت واقعات سے مطلع کرتی ہے۔ غرض نبیوں کا پیشگوئیاں شائع کرنا اور بڑے بڑے اہم واقعات کا قبل از وقت بیان کردینا اور پھر وقت پر ان باتوں کا پورا ہو جانا خدا تعالیٰ کی

اللہ نے قرآن میں ہر قسم کی باتیں بیان کردی گئی ہیں

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ (الزمر: 28، 29)

ترجمہ: اور ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی باتیں بیان کردی ہیں، تاکہ وہ (یعنی کفار) نصیحت حاصل کریں۔

ہم نے اس کو قرآن بنایا ہے جو اپنا مطلب کھول کر بیان کرنے والا ہے اس میں کوئی کجی نہیں (یہ اس لئے اُترا ہے) تا لوگ تقویٰ اختیار کریں۔

ہستی کی ایک بڑی زبردست دلیل ہے۔اسی دلیل پر نہایت لطیف پیرائے میں روشنی ڈالتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہستی باری تعالیٰ کی نویں دلیل کے ذیل میں فرماتے ہیں:

نویں دلیل قرآن شریف سے وجودِ باری کی الہام معلوم ہوتی ہے۔ یہ دلیل اگرچہ میں نے نویں نمبر پر رکھی ہے لیکن درحقیقت نہایت عظیم الشان دلیل ہے جو خدا تعالیٰ کے وجود کو یقینی طور سے ثابت کردیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم:28) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اس دنیا اور اگلی دنیا میں پکی باتیں سنا سنا کر مضبوط کرتا رہتا ہے۔ پس جب کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک بڑی تعداد کے ساتھ ہم کلام ہوتا رہتا ہے تو پھر اسکا انکار کیونکر درست ہوسکتا ہے اور نہ صرف انبیاء اور رسولوں کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے بلکہ اولیاء سے بھی باتیں کرتا ہے اور بعض دفعہ اپنے کسی غریب بندہ پر بھی رحم کرکے اسکی تشفی کیلئے کلام کرتا ہے۔ چنانچہ اس عاجز سے بھی اس نے کلام کیا اور اپنے وجود کو دلائل سے ثابت کیا۔ پھر یہی نہیں بعض دفعہ نہایت گندے اور بدباطن آدمیوں سے بھی ان پر حجت قائم کرنے کیلئے بول لیتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ چوہڑوں چماروں کنچنیوں تک کو خوابیں اور الہام ہوجاتے ہیں اور اس بات کا ثبوت کہ وہ کسی زبردست ہستی کی طرف سے ہیں یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان میں غیب کی خبریں ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہوکر بتا دیتی ہیں کہ یہ انسانی دماغ کا کام نہ تھا اور نہ کسی بدہضمی کا نتیجہ تھا اور بعض دفعہ سینکڑوں سال آگے کی خبریں بتائی جاتی ہیں تا کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ موجودہ واقعات خواب میں سامنے آگئے اور وہ اتفاقاً پورے بھی ہوگئے۔ چنانچہ توریت اور قرآن شریف میں مسیحیوں کی ان ترقیوں کا جن کو دیکھ کر اب دنیا حیران ہے، پہلے ذکر موجود تھا اور پھر صریح لفظوں میں تفصیل کے ساتھ بلکہ ان واقعات کا بھی ذکر ہے جو آئندہ پیش آنے والے ہیں۔ مثلاً اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر:5) یعنی ایک وقت آتا ہے کہ اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور حدیث مسلم میں اس کی تفسیر یہ ہے وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا یعنی اونٹنیوں سے کام نہ لیا جائیگا چنانچہ اس زمانے میں ریل کے اجراء سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ ریل کے متعلق نبی کریم ﷺ کے کلام میں ایسے ایسے اشارے پائے جاتے ہیں جن سے ریل کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور یقین ہوجاتا ہے کہ کلام نبوت میں بھی سواری (مراد) ہے جو حبس ماء (steam) سے چلے گی اور اپنے آگے دھوئیں کا ایک پہاڑ رکھے گی اور سواری اور باربرداری کے لحاظ سے حمار کی طرح ہوگی اور چلتے وقت ایک آواز کرے گی وَغَيْرُ ذٰلِكَ۔

دوم: اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر:11) یعنی کتابوں اور نوشتوں کا بکثرت شائع ہونا۔ آجکل بباعث چھاپہ کی کلوں کے جس قدر اس زمانہ میں کثرت اشاعت کتابوں کی ہوئی ہے اسکے بیان کی ضروت نہیں۔

سوم: اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (التکویر:8) نوع انسان کے باہمی تعلقات کا بڑھنا اور ملاقاتوں کا طریق سہل ہوجانا کہ موجودہ زمانے سے بڑھ کر متصور نہیں۔

چہارم: تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (النّٰزِعٰت:6) متواتر اور غیر معمولی زلزلوں کا آنا یہاں تک کہ زمین کانپنے والی بن جائے۔ سو یہ زمانہ اس کیلئے بھی خصوصیت سے مشہور ہے۔

پنجم: وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا (بنی اسرائیل:59) کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے پہلے ہلاک نہیں کریں گے یا کسی حد تک اس پر عذاب وارد نہیں کریں گے۔ چنانچہ اسی زمانہ میں طاعون اور زلزلوں اور طوفان اور آتش فشاں پہاڑوں کے صدمات اور باہمی جنگوں سے لوگ ہلاک ہورہے ہیں اور اس قدر اسباب موت کے اس زمانہ میں جمع ہوئے ہیں اور اس شدت سے وقوع میں آئے ہیں کہ اس مجموعی حالت کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔ پھر اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ ہر صدی میں اسکے ماننے والوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو الہام الٰہی سے سرفراز ہوتے رہتے ہیں اور خارق عادت نشانات سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک قادر و توانا، مدبّر بالا رادہ ہستی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ کے مامور پر نہایت بے بسی و گمنامی کی حالت میں خدا نے وحی نازل کی يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ (دیکھو براہین احمدیہ، مطبوعہ 1881ء، صفحہ 241، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 267 حاشیہ) کہ ہر ایک راہ سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور ایسی کثرت سے آئیں گے کہ وہ راہیں عمیق ہو جائیں گی۔ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ القاء کریں گے۔ مگر چاہئے کہ تو خدا کے بندوں سے جو تیرے پاس آئیں گے، بدخلقی نہ کرے اور چاہئے کہ تو ان کی ملاقاتوں سے تھک نہ جائے۔ ایک شخص ایک گاؤں میں رہنے والا جس کے نام سے مہذب دنیا میں سے کوئی آگاہ نہ تھا، یہ اعلان کرتا ہے پھر باوجود سخت مخالفتوں اور روکوں کے ایک دنیا دیکھتی ہے کہ امریکہ اور افریقہ سے لے کر تمام علاقوں کے لوگ یہاں حاضر رہتے ہیں اور آدمیوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان سب سے مصافحہ و ملاقات کرنا معمولی آدمی کا کام نہیں ایک مقتدر جماعت اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر یہاں رہنا اختیار کرتی ہے اور قادیان کا نام تمام دنیا میں مشہور ہوجاتا ہے۔ کیا یہ چھوٹی سی بات ہے اور یہ ایسا نشان ہے جسے معمولی نظر سے ٹال دیا جائے؟

دوم: عیسائیوں میں سے ڈوئی نے امریکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے یہ ناپاک کلمات شائع کئے کہ ”میں خدا سے دعا کرتا ہوں وہ دن جلد آئے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اے خدا اسلام کو ہلاک کر“۔ تو صرف یہ حضور مسیح موعود ہمارے امام علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے اس کے مقابلہ میں اشتہار دیا کہ اے شخص جو مدعی نبوت ہے آ اور میرے ساتھ مباہلہ کر۔ ہمارا مقابلہ دعا سے ہوگا اور ہم دونوں خدا تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ ہم میں سے جو شخص کذاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو (ٹیلیگراف 5/جولائی 1903ء) لیکن اس نے رعونت سے کہا، کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر میں اپنا پاؤں ان پر رکھوں تو ان کو کچل کر مار ڈالوں۔ (ڈوئی کا پرچہ دسمبر 1903ء) مگر حضور نے فرمایا تھا اور اسی اشتہار 23/ اگست 1903ء میں شائع کیا تھا کہ اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد آفت آنے والی ہے۔ اے خدا اور کامل خدا، یہ فیصلہ جلد کر اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کردے۔ پھر اسکے بعد معزز ناظرین سنو کیا ہوا۔ وہ جو شہزادوں کی زندگی بسر کرتا تھا جسکے پاس سات کروڑ نقد تھا، اسکی بیوی اور اس کا بیٹا دشمن ہوگئے اور باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولد الزنا ہے۔ آخر اس پر فالج گرا پھر غموں کے مارے پاگل ہوگیا۔ آخر مارچ 1907ء میں بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ جیسا کہ خدا نے اپنے مامور کو پہلے اطلاع دی اور جیسا کہ حضرت اقدس نے 20/فروری 1907ء کے اشتہار میں شائع فرمایا تھا، خدا فرماتا ہے کہ ”میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی۔ وہ تمام دنیا کیلئے ایک نشان ہوگا۔“ ہلاک ہوکر خدا کی ہستی پر گواہی دے گیا۔ یہ عیسائی دنیا، پرانی دنیا، نئی دنیا دونوں پر حضور کی فتح تھی۔

(دس دلائل ہستی باری تعالیٰ، صفحہ 21، مطبوعہ قادیان 2018)

دلیل ہشتم

آٹھویں دلیل اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کے منوانے کیلئے خود قرآن مجید کو پیش کرتے ہوئے یہ بیان فرمائی ہے کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ

جب تو قرآن پڑھنے لگے تو شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ کی پناہ مانگ لیا کر

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۹﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (النحل:99، 100)

ترجمہ: (اے مخاطب!) جب تُو قرآن پڑھنے لگے تو دھتکارے ہوئے شیطان (کے شر) سے (محفوظ رہنے کے لئے) اللہ کی پناہ مانگ (لیا کر) (سچی) بات یقیناً یہی ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اپنے رب (کی پناہ) پر بھروسا رکھتے ہیں، اُن پر اس کا کوئی تسلط نہیں ہے۔

اللهِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (البقرۃ:24) کہ میں یہ کتاب یعنی قرآن مجید نازل کرتا ہوں اور یہ کتاب کیا بلحاظ فصاحت و بلاغت اور کیا بلحاظ اپنی معنوی خوبیوں کے ایسی بے مثل ہے کہ اس کی نظیر کوئی نہیں بنا سکتا اور اگر کسی میں طاقت ہے تو وہ آزما دیکھے۔ پھر زور دے کر فرمایا قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ کَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا کہ اگر دنیا کے جن و انس اگلے اور پچھلے عالم اور جاہل مل کر بھی اس پایہ کی کتاب بنانا چاہیں تو بھی نہیں بنا سکتے۔ اور یہ بات دلیل ہے اس امر کی کہ یہ کتاب کسی انسان کی نہیں۔ کیونکہ اگر کسی انسان کی تصنیف ہوتی تو اور بہت سے انسان ایسی تصنیف کر سکتے لیکن جب کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو اس کی مثل لانے پر قادر نہیں۔ اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ یہ انسانی فعل نہیں بلکہ کسی وراء الوراء ہستی کا کام ہے جو تمام انسانوں سے زیادہ قادر اور علیم و حکیم ہے اور اسی کو دوسرے لفظوں میں مسلمان خدا کہتے ہیں۔ غرض قرآن کا بے مثل ہونا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک بڑا زبردست ثبوت ہے۔

دلیل نہم

ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت میں نویں دلیل اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کے وجود کو پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الۡکَعۡبَةَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهۡرَ الۡحَرَامَ وَالۡهَدۡیَ وَالۡقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ (المائدہ:98) اللہ نے بیت حرام کعبہ کو لوگوں کے (دینی اور اقتصادی) قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینہ کو اور قربانی کے جانوروں کو اور قربانی کی علامت کے طور پر پٹے پہنائے ہوئے جانوروں کو۔ یہ (تنبیہ) اس لئے ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ اُسے خوب جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

یعنی دنیا میں بہت سے بادشاہ ہیں۔ بڑے بڑے قلعے بنواتے ہیں اور آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتیں تیار کرواتے ہیں لیکن ایک وقت کے بعد وہ قلعے ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔ وہ عمارتیں ویران ہو جاتی ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں رہتا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ بادشاہ اپنے وقت میں بیشک بڑی قوت اور شوکت رکھتے تھے لیکن جب موت نے ان کو اس دنیا سے باہر کر دیا پھر اس کارخانہ میں ان کا کوئی دخل باقی نہ رہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایک چھوٹا سا مکان مکہ میں بناتا ہوں۔ وہ ہمیشہ آباد رہے گا۔ اور اس مقام پر کبھی ویرانی دخل نہ پا سکے گی۔ وہ مکان لوگوں کیلئے امن کا موجب ہوگا۔ لوگ دنیا کے کناروں سے قربانیاں گزارنے وہاں آئیں گے اور وہاں پر ہمیشہ حج ہوتا رہے گا اور وہ دینی مرکز بن جاوے گا۔ اب دیکھو اس وعدہ کو تیرہ سو برس ہونے کو آئے اور ہمارے سامنے سینکڑوں قلعے اور عظیم الشان فلک نما عمارتیں زمین کا پیوند ہو گئیں۔ بیسیوں بڑی بڑی سلطنتیں تباہ ہو گئیں اور دنیا پر بڑے بڑے انقلاب آئے مگر مکہ کا وہ معمولی سا مکان اپنی اسی شان و شوکت کے ساتھ قائم ہے۔ غرض مکہ معظّمہ کی یہ خصوصیت اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں کا وہاں ہر سال دیوانہ وار دوڑتے ہوئے جانا اور بیت اللہ کا یہ اعزاز و احترام اس بات کی دلیل ہے کہ اسکا بنانے والا غیر فانی ہے اور آگے فرمایا لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ یعنی بیت اللہ کا وجود جس طرح دلالت کرتا ہے کہ اسکا بانی ازلی ابدی اور قادر مقتدر ہے جو اپنے بنائے ہوئے مکان کی حفاظت اپنی بے نظیر قدرت سے کرتا ہے اسی طرح وہ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ بھی ہے۔ غرض خانہ کعبہ کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک برہان ہے۔

دلیل دہم

دسویں دلیل ہستی باری تعالیٰ کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی جستجو اور تلاش میں رہنے والے آخر خدا تعالیٰ کو پا لیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے لاکھوں راستبازوں، ولیوں اور پیغمبروں اور خدا کے صالح بندوں کی زندگیاں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ انہوں نے سچے دل سے خدا کی تلاش کی اسکے راستے میں جدوجہد کی، ریاضتیں اور عبادتیں کی اور بالآخر معبود حقیقی، اور محبوب کامل ان کو مل گیا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اسی دلیل پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

’’دسویں دلیل جو ہر ایک نزاع کے فیصلہ کیلئے قرآن شریف نے بیان فرمائی ہے اس آیت سے نکلتی ہے کہ وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) یعنی جو لوگ ہمارے متعلق کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہ دکھا دیتے ہیں اور اس آیت پر جن لوگوں نے عمل کیا وہ ہمیشہ نفع میں رہے ہیں۔ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کا منکر ہو اُسے تو ضرور خیال کر لینا چاہئے کہ اگر خدا ہے تو اس کیلئے بہت مشکل ہوگی پس اس خیال سے اگر سچائی کے دریافت کرنے کی اسکے دل میں تڑپ ہو تو اسے چاہئے کہ گڑگڑا کر اور بہت زور لگا کر وہ اس رنگ میں دعا کرے کہ اے خدا! اگر تو ہے اور جس طرح تیرے ماننے والے کہتے ہیں تو غیر محدود طاقتوں والا ہے تو مجھ پر رحم کر اور مجھے اپنی طرف ہدایت کر اور میرے دل میں بھی یقین اور ایمان ڈال دے تا کہ میں محروم نہ رہ جاؤں۔ اگر اس طرح سچے دل سے کوئی شخص دعا کرے گا اور کم سے کم چالیس دن تک اس پر عمل کرے گا تو خواہ اس کی پیدائش کسی مذہب میں ہوئی ہو اور وہ کسی ملک کا باشندہ ہو، ربّ العالمین اسکو ضرور ہدایت کرے گا اور وہ جلد دیکھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے رنگ میں اس پر اپنا وجود ثابت کر دے گا کہ اسکے دل سے شک و شبہ کی نجاست بالکل دور ہو جائے گی اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس طریق فیصلہ میں کسی قسم کا دھوکہ نہیں ہوسکتا پس سچائی کے طالبوں کیلئے اس پر عمل کرنا کیا مشکل ہے؟‘‘

(دس دلائل ہستی باری تعالیٰ، صفحہ 26، مطبوعہ قادیان 2018ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’اُس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے اور کوئی چیز نہ اسکے علم سے باہر ہے اور نہ اُسکے تصرف سے نہ اُسکی خَلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اُس پاک نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا۔ اسکی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جسکے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جسکے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے اور بیشمار قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا اور بے شمار احسان والا اُس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔‘‘

(نسیم دعوت، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 363)

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ (العنکبوت:70)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے۔

طالب دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

جب قرآن پڑھا جائے تو اسکو سنا کرو اور چپ رہا کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے

وَاِذَا قُرِئَ الۡقُرۡاٰنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ وَاَنۡصِتُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۲۰۵﴾ وَاذۡکُرۡ رَّبَّكَ فِیۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیۡفَةً وَّدُوۡنَ الۡجَهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ وَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ﴿۲۰۶﴾ (الاعراف:205، 206) ترجمہ: اور (اے لوگو!) جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنا کرو اور چپ رہا کرو۔ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور (اے نبی!) تو اپنے نفس میں اپنے رب کو عجز اور خوف کے ساتھ یاد کرتے رہا کر اور دھیمی آواز سے صبح بھی اور شام بھی (ایسا کیا کر) اور کبھی غفلت کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔

قرآن کریم میں معرفت الٰہی کے ذرائع

(حافظ سیّد رسول نیاز، مربی سلسلہ، نظارت نشر واشاعت قادیان)

قرآں خدا نُما ہے خدا کا کلام ہے
بے اِس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے

تمہید

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اپنی آخری اور دائمی شریعت کے طور پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بنی نوع انسان کو عطا فرمایا کہ انسان اپنی زندگی کا مقصد عبادت الٰہی اور معرفتِ الٰہی حاصل کرے۔ خدا تعالیٰ کی معرفت کے حصول کیلئے صرف اور صرف قرآن کریم ہی حقیقی تعلیمات اور ذرائع مہیا فرماتا ہے۔ حقیقی نجات پانے کیلئے معرفتِ الٰہیہ کا حصول لازمی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہایت و اشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) یعنی اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''یعنی میں نے جن اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں۔ پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا کیلئے ہو جانا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو یہ تو مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے واپس جائے گا بلکہ وہ ایک مخلوق ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اور تمام حیوانات کی نسبت عمدہ اور اعلیٰ قویٰ اس کو عنایت کئے، اسی نے اس کی زندگی کا ایک مدعا ٹھہرا رکھا ہے۔ خواہ کوئی انسان اس مدعا کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ مگر انسان کی پیدائش کا مدعا بلا شبہ خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا میں فانی ہو جانا ہی ہے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 414)

ایک حدیث قدسی سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس کائنات کی تخلیق کا مقصد وحید معرفت الٰہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِكَیْ اُعْرَفَ (احقاق الحق، جلد 1، صفحہ 431) یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اس حدیث قدسی سے واضح ہو گیا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (الروم: 31) یعنی یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ ایک حدیث میں بیان ہوا کہ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ علی صورتِه (بخاری، بَابُ بَدْءِ السَّلَامِ، حدیث نمبر 6227) یعنی اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پہ پیدا کیا۔ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (الحجر: 30) یعنی پس جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں اور اس میں اپنا کلام پھونکوں تو اسکی اطاعت میں سجدہ ریز ہو جانا۔ یہی وجہ ہے کہ معرفت الٰہی حاصل کرنے کا ایک طریقہ اس حدیث شریف میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس نے اپنے نفس کو شناخت کرلیا اُس نے اپنے رب کو شناخت کرلیا۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 166)

نیز آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ''جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو کیونکہ انسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کیلئے بڑے زور سے بہہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بجز کامل کے غیر ممکن ہے۔ پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کیلئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ لوہے کو لوہے کے ساتھ ہی توڑ سکتے ہیں۔'' (لیکچر لاہور، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 149)

مسلمان معرفت الٰہی سے کیوں محروم ہوئے؟

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مسلمان قرآن کریم کو مہجور کی طرح چھوڑ کر معرفت الٰہی سے محروم ہو گئے ہیں۔ امت مسلمہ نے اس نعمت کو فراموش کر دیا جو کتابِ ہدایت کے طور پر نازل ہوئی تھی جس کے شروعات میں ارشاد ہوا ''ھدی الناس'' تمام انسانوں کیلئے ہدایت ہے لیکن مسلمانوں نے اس احسان کا بدلہ ایسا دیا کہ آج قرآن مجید طاقوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں مذکورہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان: 31) یعنی اور رسول کہے گا اے میرے ربّ! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔

احادیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی بیان فرمائی تھی۔ یُوْشِكُ أَنْ يَأْتِیَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهٗ، وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهٗ (شعب الایمان للبیہقی 1364) حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کی صرف تحریر ہی رہ جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا
وہ لوگ جو کہ معرفت حق میں خام ہیں
بُت ترک کرکے پھر بھی بتوں کے غلام ہیں
وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فِکر وہ قیاس وہ حِکمت نہیں رہی

معرفتِ الٰہی کی کمی کا باعث گناہوں کی کثرت

جدھر دیکھو ابر گنہ چھا رہا ہے
گناہوں میں چھوٹا بڑا مبتلا ہے

کثرتِ معاصی کی وجہ سے ہی معرفتِ الٰہی میں کمی واقع ہوئی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ قرآن کریم میں مذکور اللہ تعالیٰ کے سات سو احکام پر عمل کرے، گناہوں سے مجتنب رہے اور اعمال صالحہ بجالاتا رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''انسان خدا تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ اول بدی سے پرہیز کرنا۔ دوم نیکی کے اعمال کو حاصل کرنا۔ اور محض بدی کو چھوڑنا کوئی ہنر نہیں ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے یہ دونوں قوتیں اس کی فطرت کے اندر موجود ہیں۔ ایک طرف تو جذباتِ نفسانی اسکو گناہ کی طرف مائل کرتے ہیں اور دوسری طرف محبت الٰہی کی آگ جو اس کی فطرت کے اندر مخفی ہے وہ اس گناہ کے خس و خاشاک کو اس طرح پر جلا دیتی ہے جیسا کہ ظاہری آگ ظاہری خس و خاشاک کو جلاتی ہے۔ مگر اس روحانی آگ کا افروختہ ہونا جو گناہوں کو جلاتی ہے معرفت الٰہی پر موقوف ہے کیونکہ ہر ایک چیز کی محبت اور عشق اسکی معرفت سے وابستہ ہے۔ جس چیز کے حسن اور خوبی کا تمہیں علم نہیں تم اس پر عاشق نہیں ہو سکتے۔ پس خدائے عزّ وجل کی خوبی اور حسن و جمال کی معرفت اسکی محبت پیدا کرتی ہے اور محبت کی آگ سے گناہ جلتے ہیں۔ مگر سنّت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ معرفت عام لوگوں کو نبیوں کی معرفت ملتی ہے اور ان کی روشنی سے وہ روشنی حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو دیا گیا وہ ان کی پیروی سے سب کچھ پالیتے ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 62)

ایک اور موقع پر آپؑ نے فرمایا ''یقیناً یاد رکھو کہ گناہوں سے بچنے کی توفیق اس وقت مل سکتی ہے جب انسان پورے طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے۔ یہی بڑا مقصد انسانی زندگی کا ہے کہ گناہ کے پنجہ سے نجات پالے۔ دیکھو ایک سانپ جو خوشنما معلوم ہوتا ہے بچہ تو اس کو ہاتھ میں پکڑنے کی خواہش کرسکتا ہے اور ہاتھ بھی ڈال سکتا ہے لیکن ایک عقلمند جو جانتا ہے کہ سانپ کاٹ کھائے گا اور ہلاک کر دے گا وہ کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ اس کی طرف لپکے بلکہ اگر معلوم ہو جاوے کہ کسی مکان میں سانپ ہے تو اس میں بھی داخل نہیں ہوگا۔ ایسا ہی زہر کو جو ہلاک کرنے والی چیز سمجھتا ہے تو اسکے کھانے پر وہ دلیر نہیں ہوگا۔ پس اسی طرح پر جب تک گناہ کو خطرناک زہر یقین نہ کرلے اس سے بچ نہیں سکتا۔ یہ یقین معرفت کے بدُوں پیدا نہیں ہوسکتا۔ پھر وہ کیا بات ہے کہ انسان گناہوں پر

اس قدر دلیر ہو جاتا ہے باوجودیکہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور گناہ کو گناہ بھی سمجھتا ہے۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ معرفت اور بصیرت نہیں رکھتا جو گناہ سوز فطرت پیدا کرتی ہے۔‘‘ (لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 287)

انسان کی زندگی کا اصل مقصد تو رضائے الٰہی ہے۔ جس کیلئے انسان کو خدا تعالیٰ کے ہر حکم پر حسب استطاعت عمل کرنا چاہیئے۔

غضب سے تیری ڈرتا ہوں، رضا کی تیری خواہش ہے
نہ مَیں بیزار دوزخ سے، نہ مَیں مشتاق جنت کا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے یہ کہہ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولا پیدا کرنے والا اور محسن ہے۔ اس لیے اُسکے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ سچّے مسلمان کو اگر کہا جاوے کہ ان اعمال کی پاداش میں کچھ بھی نہیں ملے گا اور نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے اور نہ آرام ہیں نہ لذات ہیں تو وہ اپنے اعمالِ صالحہ اور محبتِ الٰہی کو ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا، کیونکہ اسکی عبادات اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور اُسکی فرمانبرداری اور اطاعت میں فنا کسی پاداش یا اجر کی بناء اور امید پر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھتا ہے کے وہ حقیقت میں خدا تعالیٰ ہی کی شناخت اُس کی محبت اور اطاعت کیلئے بنائی گئی ہے اور کوئی غرض اور مقصد اُسکا ہے ہی نہیں اس لیے وہ اپنی خداداد قوتوں کو جب ان اغراض اور مقاصد میں صرف کرتا ہے تو اسکو اپنے محبوبِ حقیقی ہی کا چہرہ نظر آتا ہے بہشت و دوزخ پر اس کی اصلاً نظر نہیں ہوتی۔‘‘

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 133، مطبوعہ ربوہ)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ عظیم الشان معرفت الٰہی کیسے حاصل ہوگی۔ اس کیلئے ذیل میں چند اہم ذرائع پیش ہیں۔

(1) خدا تعالیٰ پر سچا ایمان

بنیادی طور پر معرفت کا مطلب جاننا ہوتا ہے۔ اصطلاح میں خدا تعالیٰ کی ذات سے تعلق اور عرفان حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ جب ہم ہمارے خالقِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا سفر شروع کرتے ہیں تو ہمیں اُس ذات پر حقیقی اور سچا ایمان کا ہونا لازمی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’**پہلا وسیلہ** جو اس مدعا کے پانے کیلئے شرط ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو صحیح طور پر پہچانا جائے اور سچے خدا پر ایمان لایا جائے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 416)

اسلام ہی وہ حقیقی اور سچا مذہب ہے جو حقیقی خدا کا پتہ دیتی ہے۔ اس لئے جب تک سچے خدا پر حقیقی ایمان اور یقین نہ ہو تب تک سچی معرفت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’مذہب کی جڑھ خدا شناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے اور اسکی شاخیں اعمال صالحہ اور اسکے پھول اخلاق فاضلہ ہیں اور اسکا پھل برکات روحانیہ اور نہایت لطیف محبت ہے جو ربّ اور اسکے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس پھل سے متمتع ہونا روحانی تقدس و پاکیزگی کا مثمر ہے......کمالیت محبت، کمالیت معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور عشق الٰہی بقدر معرفت جوش مارتا ہے اور جب محبت ذاتیہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہی دن نئی پیدائش کا پہلا دن ہوتا ہے اور وہی ساعت نئے عالَم کی پہلی ساعت ہوتی ہے۔‘‘ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 281)

نیز آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ’’ایمان اس بات کو کہتے ہیں کہ اس حالت میں مان لینا کہ جبکہ ابھی علم کمال تک نہیں پہنچا اور شکوک و شبہات سے ہنوز لڑائی ہے۔ پس جو شخص ایمان لاتا ہے یعنی باوجود کمزوری اور نہ مہیا ہونے کل اسباب یقین کے اس بات کو اغلب احتمال کی وجہ سے قبول کر لیتا ہے وہ حضرت احدیت میں صادق اور راستباز شمار کیا جاتا ہے اور پھر اس کو موہبت کے طور پر معرفت تامہ حاصل ہوتی ہے اور ایمان کے بعد عرفان کا جام اس کو پلایا جاتا ہے۔ اسی لئے ایک مرد متقی رسولوں اور نبیوں اور مامورین من اللہ کی دعوت کو سن کر ہر ایک پہلو پر ابتداء امر میں ہی حملہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ حصہ جو کسی مامور من اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر بعض صاف اور کھلے کھلے دلائل سے سمجھ آ جاتا ہے اسی کو اپنے اقرار اور ایمان کا ذریعہ ٹھہرا لیتا ہے اور وہ حصہ جو سمجھ نہیں آتا اس میں سنت صالحین کے طور پر استعارات اور مجازات قرار دیتا ہے اور اس طرح تناقض کو درمیان سے اٹھا کر صفائی اور اخلاص کے ساتھ ایمان لے آتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ اسکی حالت پر رحم کر کے اور اسکے ایمان پر راضی ہو کر اور اسکی دعاؤں کو سن کر معرفت تامہ کا دروازہ اس پر کھولتا ہے اور الہام اور کشوف کے ذریعہ سے اور دوسرے آسمانی نشانوں کے وسیلہ سے یقین کامل تک اس کو پہنچاتا ہے۔‘‘ (ایام الصلح، روحانی خزائن، جلد 14 صفحہ 261)

(2) خدا تعالیٰ کے حسن و جمال پر اطلاع پانا

کسی کی محبت اور معرفت حاصل کرنے کیلئے لازمی ہے کہ اسکے حسن و جمال پر اطلاع پائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’**دوسرا وسیلہ** خدا تعالیٰ کے اس حسن و جمال پر اطلاع پانا ہے جو باعتبار کمال تام کے اس میں پایا جاتا ہے کیونکہ حسن ایک ایسی چیز ہے جو بالطبع دل اسکی طرف کھینچا جاتا ہے اور اسکے مشاہدہ سے طبعاً محبت پیدا ہوتی ہے تو حسن باری تعالیٰ اسکی وحدانیت اور اسکی عظمت اور بزرگی اور صفات ہیں جیسا کہ قرآن شریف نے یہ فرمایا ہے قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ○ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ (الاخلاص) یعنی خدا اپنی ذات اور صفات اور جلال میں ایک ہے کوئی اسکا شریک نہیں۔ سب اسکے حاجت مند ہیں۔ ذرہ ذرہ اس سے زندگی پاتا ہے۔ وہ کل چیزوں کیلئے مبداء فیض ہے اور آپ کسی سے فیضیاب نہیں۔ وہ نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کسی کا باپ اور کیونکر ہو کہ اسکا کوئی ہم ذات نہیں۔ قرآن نے بار بار خدا کا کمال پیش کر کے اور اسکی عظمتیں دکھلا کے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ایسا خدا دلوں کا مرغوب ہے نہ کہ مردہ اور کمزور اور کم رحم اور کم قدرت۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 417)

(3) خدا تعالیٰ کے احسان پر اطلاع پانا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’**تیسرا وسیلہ** جو مقصود حقیقی تک پہنچنے کیلئے دوسرے درجہ کا زینہ ہے، خدا تعالیٰ کے احسان پر اطلاع پانا ہے کیونکہ محبت کی محرک دو ہی چیزیں ہیں حسن یا احسان اور خدا تعالیٰ کی احسانی صفات کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ○ (الفاتحہ: 2 تا 4) کیونکہ ظاہر ہے کہ احسان کامل اس میں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو محض نابود سے پیدا کرے اور پھر ہمیشہ اس کی ربوبیت ان کے شامل حال ہو اور وہی ہر ایک چیز کا آپ سہارا ہو اور پھر اس کی تمام قسم کی رحمتیں اس کے بندوں کیلئے ظہور میں آئی ہوں اور اس کا احسان بے انتہا ہو۔ جس کا کوئی شمار نہ کر سکے۔ سو ایسے احسانوں کو خدا تعالیٰ نے بار بار جتلایا ہے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ فرماتا ہے وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا (النحل: 19) یعنی اگر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز گن نہ سکو گے۔‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 417)

(4) دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’**چوتھا وسیلہ** خدا تعالیٰ نے اصل مقصود کو پانے کیلئے دعا کو ٹھہرایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اُدۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ (المؤمن: 61) یعنی تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔ اور بار بار دعا کیلئے رغبت دلائی ہے تا انسان اپنی طاقت سے نہیں بلکہ خدا کی طاقت سے پاوے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 418)

خدا تعالیٰ کی ذات جس طرح لامحدود ہے اسی طرح معرفتِ الٰہی کی راہیں لامحدود ہیں۔ جب تک خدا تعالیٰ خود انسان کا ہاتھ نہ پکڑ لے،

قرآن میں مومنوں کیلئے شفا ہے اور ظالموں کیلئے خسارہ ہے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ وَلَا يَزِيۡدُ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۳﴾ (بنی اسرائیل: 83)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں سے آہستہ آہستہ وہ (تعلیم) اتار رہے ہیں جو مومنوں کیلئے (تو) شفا اور رحمت (کا موجب) ہے اور ظالموں کو صرف خسارہ میں بڑھاتی ہے۔

منزل کا حصول ممکن نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ذریعہ دعا بیان فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

”خدا کی معرفت دیوانہ بنا دیتی ہے مگر لوگوں کی نظر میں دیوانہ اور خدا کی نظر میں عقلمند اور فرزانہ۔ یہ شربت کیا ہی شیریں ہے کہ حلق سے اترتے ہی تمام بدن کو شیریں کر دیتا ہے اور یہ دودھ کیا ہی لذیذ ہے کہ ایک دم میں تمام نعمتوں سے فارغ اور لاپرواہ کر دیتا ہے۔ مگر ان دعاؤں سے حاصل ہوتا ہے جو جان کو ہتھیلی پر رکھ کر کی جاتی ہیں اور کسی دوسرے کے خون سے نہیں بلکہ اپنی سچی قربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ کیسا مشکل کام ہے آہ صد آہ۔“ (ایام الصلح، روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 245)

ایک اور موقع پر آپؑ فرماتے ہیں ”یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعا جو خدا تعالیٰ کی پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اسکی فرضیت کے چار سبب ہیں (1) ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے (2) دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو (3) تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الٰہی شاملِ حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے (4) چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رؤیا کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اُسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے۔“ (ایام الصلح، روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 242)

ایک خاص دعا کی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ”میری فطرت ایسی واقع ہے کہ مَیں ہر ایک بات پر خدا کو قادر جانتا ہوں اور درحقیقت اسکی قدرتوں کا کون انتہا پا سکتا ہے اور اسکے آگے کوئی بات انہونی نہیں بجز ان امور کے جو اسکے وعدہ کے برخلاف یا اس کی پاک شان کے منافی اور اسکی توحید کی ضد ہیں۔ اس لئے مَیں نے اس حالت میں بھی ان کیلئے دعا کرنی شروع کی اور مَیں نے دل میں یہ مقرر کر لیا کہ اس دُعا میں مَیں تین باتوں میں اپنی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔

ایک یہ کہ مَیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا مَیں حضرتِ عزّت میں اس لائق ہوں کہ میری دُعا قبول ہو جائے۔

دوسری یہ کہ کیا خواب اور الہام جو وعید کے رنگ میں آتے ہیں اُن کی تاخیر بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

تیسری یہ کہ کیا اس درجہ کا بیمار جس کے صرف استخوان باقی ہیں دُعا کے ذریعہ سے اچھا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

غرض میں نے اس بنا پر دعا کرنی شروع کی پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دعا کے ساتھ ہی تغیر شروع ہو گیا اور اس اثنا میں ایک دوسرے خواب میں مَیں نے دیکھا کہ وہ گویا اپنے دالان میں اپنے قدموں سے چل رہے ہیں اور حالت یہ تھی کہ دوسرا شخص کروٹ بدلتا تھا۔ جب دعا کرتے کرتے پندرہ دن گذرے تو ان میں صحت کے ایک ظاہری آثار پیدا ہو گئے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند قدم چلوں۔ چنانچہ وہ کسی قدر سہارے سے اٹھے اور سوٹے کے سہارے سے چلنا شروع کیا اور پھر سوٹا بھی چھوڑ دیا۔ چند روز تک پورے تندرست ہو گئے۔“ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 266)

(5) مجاہدہ

خالی امید ہے فضول سعیِ عمل بھی چاہئے
ہاتھ بھی تو ہلائے جا، آس کو بھی بڑھائے جا

معرفت الٰہی پانے کیلئے مسلسل مجاہدہ اور محنت کی ضرورت ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا کو پانا خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”**پانچواں وسیلہ** اصل مقصود کے پانے کیلئے خدا تعالیٰ نے مجاہدہ ٹھہرایا ہے۔ یعنی اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی عقل کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اسکو ڈھونڈا جائے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبۃ:41) وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:4) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) یعنی اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنے نفسوں کو مع ان کی تمام طاقتوں کے خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور جو کچھ ہم نے عقل اور علم اور فہم اور ہنر وغیرہ تم کو دیا ہے۔ وہ سب کچھ خدا کی راہ میں لگاؤ۔ جو لوگ ہماری راہ میں ہر ایک طور سے کوشش بجالاتے ہیں ہم ان کو اپنی راہیں دکھا دیا کرتے ہیں۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 418)

(6) استقامت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”**چھٹا وسیلہ** اصل مقصود کے پانے کیلئے استقامت کو بیان فرمایا گیا ہے یعنی اس راہ میں درماندہ اور عاجز نہ ہو اور تھک نہ جائے اور امتحان سے ڈر نہ جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (حم السجدۃ:31 تا 32) یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا ربّ اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔

اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ استقامت سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں۔ اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں۔ موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کیلئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے۔ نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بے کس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہرچہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضاء و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 419)

(7) صحبت صالحین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”**ساتواں وسیلہ** اصل مقصود کے پانے کیلئے راستبازوں کی صحبت اور ان کے کامل نمونوں کو دیکھنا ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ انبیاء کی ضرورتوں میں سے ایک یہ بھی ضرورت ہے کہ انسان طبعاً کامل نمونہ کا محتاج ہے اور کامل نمونہ شوق کو زیادہ کرتا ہے اور ہمت کو بڑھاتا ہے اور جو نمونہ کا پیرو نہیں وہ سست ہو جاتا ہے اور بہک جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کو عمل کرنے کیلئے آسان بنایا ہے

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٣٣ (القمر:33)

ترجمہ: اور ہم نے قرآن کو عمل کرنے کیلئے آسان بنایا ہے۔ پھر کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

(التوبة: 119) صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:7) یعنی تم ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو راستباز ہیں۔ ان لوگوں کی راہیں سیکھو جن پر تم سے پہلے فضل ہو چکا ہے۔‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد10، صفحہ 421 تا 422)

(8) پاک کشف، پاک الہام اور پاک خوابیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’**آٹھواں وسیلہ** خدا تعالیٰ کی طرف سے پاک کشف اور پاک الہام اور پاک خوابیں ہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سفر کرنا ایک نہایت دقیق در دقیق راہ ہے اور اسکے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دکھ لگے ہوئے ہیں اور ممکن ہے کہ انسان اس نادیدہ راہ میں بھول جاوے یا نا امیدی طاری ہو اور آگے قدم بڑھانا چھوڑ دے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ اپنی طرف سے اس سفر میں ساتھ ساتھ اسکو تسلی دیتی رہے اور اسکی دلدہی کرتی رہے اور اس کی کمر ہمت باندھتی رہے اور اسکے شوق کو زیادہ کرے۔ سو اس کی سنت اس راہ کے مسافروں کے ساتھ اس طرح پر واقع ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے کلام اور الہام سے ان کو تسلی دیتا اور ان پر ظاہر کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تب وہ قوت پا کر بڑے زور سے اس سفر کو طے کرتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں وہ فرماتا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (یونس:65)‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد10، صفحہ 422)

(9) قرآن مجید

معرفت الٰہی پانے کیلئے آزمودہ نسخوں میں سے ایک قطعی ذریعہ قرآن مجید ہے۔ یہ مقدس کتاب جو اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کے مقدّس کلام پر مشتمل ہے ایسی پاک تاثیرات اپنے اندر رکھتی ہے کہ سالک کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں لے جاتی ہے اور جو کوئی بھی اس کتابِ ہدایت سے فیض حاصل کرتا ہے وہ معرفت الٰہی کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کے فیض کا دریا جاری و ساری ہے اور آج بھی معرفتِ الٰہی کا ایک اوّلین اور مجرّب ذریعہ ہے۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں ’’مَیں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقینا سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سُن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اُس پیارے محبوب کا مُنہ دیکھ سکیں۔ مَیں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر مَیں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد10، صفحہ 442)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ’’حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں...... سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو...... تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔‘‘ (کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد19، صفحہ 26-27)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو ایک بار الہام ہوا اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن مجید میں ہیں۔ ہر روز صبح کے وقت اس مقدس کتاب کی تلاوت کرنا ذہنِ انسانی کو جِلا بخشتا ہے۔ قرآن مجید مومن کا ایسا دستور العمل ہے جس کے بغیر قربِ الٰہی کا تصور بھی ناممکن ہے۔

(10) اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک دفعہ بعض صحابہ نے دنیا سے بے رغبتی کے اظہار کے طور پر عمر بھر شادی نہ کرنے، ساری ساری رات عبادت کرنے اور ہمیشہ روزہ رکھنے کے عہد کئے۔ رسول کریمؐ نے انہیں اس بات سے روکا اور اپنے نمونہ پر چلنے کی طرف توجہ دلائی نیز فرمایا دیکھو میں نے شادی بھی کی ہے، رات سوتا بھی ہوں، عبادت بھی کرتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور اس میں ناغہ بھی کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! آپؐ کی کیا بات آپؐ تو اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا مطلب تھا ہم کمزور اور گناہگار ہیں ہمیں زیادہ نیکیوں کی ضرورت ہے۔ تب آپؐ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا (بخاری) کہ تم میں سب سے زیادہ اللہ کا تقوی اختیار کرنے والا اور اللہ کی معرفت رکھنے والا میں ہوں۔ گویا سب سے زیادہ عمل کی مجھے ضرورت ہے اور نجات کیلئے میرے نمونہ کی پیروی تم پر لازم ہے اور یہی امر واقعہ ہے کہ ہمارے نبیؐ ہی سب سے زیادہ خدا ترس انسان تھے۔ (بخاری، کتاب الایمان)

آپ علیہ السلام معرفت الٰہی کے ایسے مقام پر فائز تھے کہ ہر مصیبت کے وقت کامل یقین اور معرفت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا نام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ غزوہ ذات الرقاع میں ایک جانی دشمن رسول اللہؐ کے تعاقب میں چلا آیا۔ رسول اللہؐ اپنے اصحاب کے ساتھ دوپہر کو سایہ دار درختوں کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ دریں اثنا اس شخص نے سوتے ہوئے، آپؐ کی تلوار سونت لی اور پوچھا، اب آپؐ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ رسول اللہؐ پر ذرا خوف نہیں، انتہائی یقین اور خدا داد رعب سے فرمایا ’’میرا اللہ‘‘ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب29)

ہمارے پیارے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے لوث عبادات اور ہمدی خلق کو قبولیت کا درجہ عطا کرتے ہوئے اپنی معرفت آپؐ کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معرفت الٰہی کی معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہمیں نظر آتی ہے۔ آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا اور آپ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔ کلمہ میں اپنے ساتھ محمدؐ کو جوڑ دیا۔

غزوۂ بدر میں آپ نے دشمنوں کی طرف مٹھی بھر کنکر پھینکے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:18) پھر بیعت رضوان کے موقع پر جب آپؐ نے اپنا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر رکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو بھی اپنا فعل قرار دیتے ہوئے فرمایا يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح:11)

خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکی معرفت پانے کا قطعی اور یقینی ذریعہ یہ ہے کہ اُس مقدس وجود کی اتباع کی جائے جس نے حقیقی معرفت کا مقام پایا اور جس نے سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے محبت کی۔ خدا تعالیٰ نے اُس وجودِ باجود کو ساری دنیا کیلئے اسوۂ حسنہ اور قابلِ تقلید نمونہ قرار دیا اور پھر اسے کس پیار اور محبت سے فرمایا کہ اَے میرے حبیب! تو ساری دنیا کے عاشقانِ زار، جو معرفت الٰہی کے خواہاں ہیں، ان کیلئے اعلان کردے کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) کہ اگر تم واقعی خدا تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہو تو اس دعویٰ کو اس طرح ثابت کرو کہ تم میری پیروی کرو اور ان راہوں پر چلو جن پر چل کر میں نے یہ دولت پائی ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرا پیارا خدا تم سے بھی محبت کرنے لگ جائے گا اور میری اطاعت کی راہوں پر چلنے کی برکت سے تم بھی قربِ الٰہی کی برکتوں سے مالا مال ہو جاؤ گے!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبانِ سے یہ خوشخبری سن کر آپؐ کے جاں نثار صحابہ نے اطاعت کا عظیم الشان اور فقید المثال پیش کیا ہے۔ اطاعت کے پیکر، ان صحابہ کرام نے اطاعت رسولؐ کے اِسی دروازہ سے گزر کر روحانیت کے بلند درجات پائے او معرفتِ الٰہی کی ایسی دولت ان کو نصیب ہوئی کہ خدائے ذوالجلال نے جیتے جی ان کو یہ خوشخبری سنا دی کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (البینہ:9) کہ خدا ان سے راضی اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ بنی نوع انسان کیلئے خوشخبری ہو کہ اطاعتِ رسول کا یہ عظیم الشان دروازہ آج بھی کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدۂ برحق آج بھی معرفت الٰہی

اچھی آواز سے قرآن مجید پڑھنے والا

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ الَّذِي إِذَا سَمِعْتُمُوْهُ يَقْرَأُ حَسِبْتُمُوْهُ يَخْشَى اللّٰهَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جس شخص کے متعلق تم سنو کہ وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اچھی آواز سے قرآن مجید پڑھتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔‘‘ (ابن ماجہ، حدیث نمبر 1339)

کے ہر متلاشی کیلئے موجود ہے۔اس دور میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بھی اسی دروازہ سے گزر کر قرب الٰہی کی دولت پائی اور مسیح موعود اور امام مہدی کا عظیم رتبہ آپ کو عطا کیا گیا۔ آپؑ نے کیا خوب فرمایا:

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا، وہ مہ لقا یہی ہے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

(11)پنجگانہ نماز، نماز تہجد اور نوافل

خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا زینہ اور ایک قطعی ذریعہ اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق عبادات بجا لانا ہے جن میں سرفہرست پانچ وقت کی نمازیں بلاناغہ ادا کرنا ہے۔رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔پھر آپؐ نے فرمایا ہے الصلوٰۃ عماد الدین کہ نماز تو درحقیقت دینِ اسلام کا ستون ہے اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے قیام نماز کے بارہ میں حساب کتاب ہوگا۔حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بھی اسکی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔''(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 19)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اس عمدگی سے کریں کہ ہم خدا تعالیٰ کے سوا اور کے محتاج نہ رہیں۔

جنون سجدہ کی معراج ہے یہی شاید
کہ تیرے در کے سوا کوئی آستاں نہ رہا
(جگر مراد آبادی)

(12)اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر غور وفکر

معرفتِ الٰہی کا ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات، اسکی قدرتوں اسماء الحسنیٰ اور صفات الٰہیہ پر مسلسل غور کرنا ہے۔صرف صفات الٰہیہ کے الفاظ کی ادائیگی مراد نہیں بلکہ اُن صفات پر گہری نظر سے غور وفکر کرنا مراد ہے۔واقعاتی دنیا میں اثر کران صفات باری تعالیٰ پر غور کرنے اور عملی زندگی میں ان کے مشاہدہ سے دلوں میں ایک یقین کامل پیدا ہوتا ہے جو ایسے سالک کو معرفت الٰہی کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اللہ پر پورا ایمان تبھی ہوسکتا ہے کہ اس کے رسولوں پر ایمان لاوے۔وجہ یہ کہ وہ اس کی صفات کے مظہر ہیں اور کسی چیز کا وجود بغیر وجود اس کی صفات کے بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتا۔ لہٰذا بغیر علم صفات باری تعالیٰ کے معرفت باری تعالیٰ ناقص رہ جاتی ہے کیونکہ مثلاً یہ صفات اللہ تعالیٰ کے کہ وہ بولتا ہے سنتا ہے پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔رحمت یا عذاب کرنے پر قدرت رکھتا ہے بغیر اسکے کہ رسول کے ذریعہ سے ان کا پتہ لگے کیونکر ان پر یقین آ سکتا ہے۔اور اگر یہ صفات مشاہدہ کے رنگ میں ثابت نہ ہوں تو خدا تعالیٰ کا وجود ہی ثابت نہیں ہوتا تو اس صورت میں اس پر ایمان لانے کے کیا معنے ہوں گے؟ اور جو شخص خدا پر ایمان لاوے ضرور ہے کہ اس کے صفات پر بھی ایمان لاوے اور یہ ایمان اس کو نبیوں پر ایمان لانے کیلئے مجبور کرے گا کیونکہ مثلاً خدا کا کلام کرنا اور بولنا بغیر ثبوت خدا کی کلام کے کیونکر سمجھ آ سکتا ہے اور اس کلام کو پیش کرنے والے مع اسکے ثبوت کے صرف نبی ہیں۔''(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 173)

(13)ذکر الٰہی

معرفتِ الٰہی اور خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کیلئے اپنے لمحات ذکرِ الٰہی سے معمور رکھنا لازم ہے۔فرض نمازوں کی ادائیگی کے بعد بھی ذکر الٰہی سے اپنے دل ودماغ کو تر رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء:104) یعنی پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے ہونے کی حالت میں بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں پر بھی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران:192) کہ حقیقی مومن اور خدا کا قرب پانے والے وہ لوگ ہیں جو ہر حالت میں خواہ وہ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ذکر کی تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (المنافقون:10) کہ اَے مومنو! یاد رکھو کبھی بھی تمہارے اموال یا اولادیں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کریں کیونکہ ذکر الٰہی سے غفلت سراسر گھاٹے کا سودا ہے اور ایسا شخص معرفت الٰہی کی نعمت سے محروم ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ خود وعدہ کرتا ہے کہ ذکر الٰہی کرنے والوں کو مَیں یاد رکھتا ہوں۔جیسا کہ وہ فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ (البقرۃ:153) کہ اے معرفت الٰہی کے طالبو! تم میرا ذکر کرتے رہا کرو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ میں بھی تمہیں یاد کرنے لگ جاؤں گا اور اپنے قرب کی نعمت سے تمہارے دامن بھر دوں گا۔ذکرِ الٰہی قربِ الٰہی کا ایک یقینی ذریعہ ہے۔

ذکر الٰہی کی اہمیت اور ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے منظوم کلام میں کیا خوب فرمایا ہے:

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

(14)درود شریف کا وِرد

خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کی مدد ضروری ہے۔جس کیلئے درود شریف کا ورد انتہائی لازمی ہے۔حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے اور جب تک تُو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود نہ بھیجے اس میں سے کوئی حصہ بھی (خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کیلئے) اوپر نہیں جاتا۔ (ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:57) یعنی اللہ اور اسکے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے رہتے ہیں پس اَے مومنو! تم بھی اس نبی پر درود بھیجتے رہا کرو اور اس کیلئے سلامتی مانگتے رہا کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے درود خوانی کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔پس ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ اپنے عمل سے اس علامت کو ظاہر کرے۔درود شریف پڑھنے سے انسان کو خدا اور فرشتوں کی ہمنوائی کا شرف حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے درود خوانی کو اپنا اور اپنے ملائکہ کا فعل قرار دیا ہے۔نماز پنجگانہ کی ادائیگی ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے اسکے علاوہ بھی نمازیں ہیں درود شریف کو ہر نماز کا جزو قرار دیا گیا ہے۔جس طرح نماز کیلئے قرآن مجید میں صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے اسی طرح درود کیلئے بھی قرآن مجید میں صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے۔

(15)شرائط بیعت کا پابند ہونا

یہاں اس امر کا ذکر نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر کے مسائل کے پیش نظر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کا نچوڑ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی دس شرائط بیعت میں بیان فرمایا ہے۔جماعت احمدیہ میں شامل ہونے والے

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔
(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب العفو والتواضع)

طالب دُعا: میر موسیٰ حسین ولد مکرم جے میر عطاء الرحمن صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ شموگہ

اللہ تعالیٰ اچھی اور بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے کو توجہ سے سنتا ہے

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَلّٰهُ أَشَدُّ أَذَنًا إِلَى الرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ، يَجْهَرُ بِهِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ إِلَى قَيْنَتِهِ

فضالہ بن عبید سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس قدر گانے والی لونڈی کا مالک اسکے گانے کو سُنتا ہے اس سے بھی زیادہ توجہ سے اللہ تعالیٰ اس شخص کو سنتا ہے جو اچھی اور بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر 1340)

ہر شخص کو ان دس شرائط بیعت کا پابند ہونا لازمی ہے۔ یہ شرائط بیعت بھی یقیناً معرفت الٰہی کیلئے ایک مؤثر لائحہ عمل ہیں۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خلافت خامسہ کے آغاز میں ہی ان دس شرائط بیعت کے حوالہ سے خطباتِ جمعہ اور خطابات میں احباب جماعت کو نصائح بیان فرمائی ہیں۔ ان سب کو جمع کر کے ایک کتاب بنام ’’شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں‘‘ شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ نظارت نشر واشاعت قادیان کے زیر اہتمام بھارت کے علاقائی زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ الحمد للہ مجلس شوریٰ بھارت 2023ء کی منظور شدہ تجاویز کے تحت بھارت کی تمام جماعتوں میں اس کتاب کا درس بعد نماز عصر ہفتہ میں تین دن دیا جا رہا ہے۔ اس درس کے سننے اور کتاب کے مطالعہ کیلئے بھی احباب کو خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تا کہ ہم ان دس شرائط بیعت کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہوئے معرفت الٰہی حاصل کر سکیں۔

(16) ہمدردی خَلق

قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ’’خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت‘‘ ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ۔ یعنی تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

معرفت الٰہی کے حصول کیلئے ایک اہم ذریعہ ہمدردی خَلق بھی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قیام صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ بندوں کے ساتھ حسن سلوک کا ارشاد بھی بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا (النساء:37) اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

بندوں کی خدمت سے خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہونے کی طرف مندرجہ ذیل حدیث ہماری راہنمائی کرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ اے ابن آدم! مَیں بیمار ہوا تھا تُو نے میری عیادت نہیں کی تھی۔ اس پر وہ جواب دے گا۔ تُو ربّ العالمین ہے، تُو کیسے بیمار ہو سکتا ہے اور میں تیری عیادت کس طرح کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے اور تو اس کی عیادت کیلئے نہیں گیا تھا۔ کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجھے اسکے پاس پاتا اور اسکی عیادت میری عیادت ہوتی۔ اے ابن آدم! مَیں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تُو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ وہ کہے گا۔ اَے میرے ربّ! تُو تو ربّ العالمین ہے، کھانے سے بے نیاز ہے، میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ کیا تجھے یہ علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا۔ اور تُو نے اُسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو گویا تو نے مجھے یہ کھانا کھلایا ہوتا۔ اَے ابن آدم! مَیں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تُو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ وہ کہے گا۔ اے میرے ربّ! تُو ربّ العالمین ہے، پیاس سے بے نیاز ہے مَیں تجھے کیسے پانی پلاتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا۔ تُو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا۔ کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تو اُسے پانی پلاتا تو گویا تُو نے یہ مجھے پانی پلایا ہوتا اور اس کا ثواب مَیں تجھے دیتا۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل عیادہ المریض)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

یعنی میرا مقصود اور میری خواہش خدمت خلق ہے۔ یہی میرا کام ہے، یہی میری ذمہ داری ہے، یہی میرا طریقہ ہے، یہی میرا فریضہ ہے۔

جماعت احمدیہ کا مقصد معرفت الٰہی قائم کرنا

جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد ہی معرفت الٰہی حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’پس سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لا شئے محض سمجھے اور آستانۂ الوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے اور اس نور معرفت کو مانگے جو جذبات نفس کو جلا دیتا ہے اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کیلئے قوت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ پھر اگر اسکے فضل سے اسکو حصہ مل جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط اور شرح صدر حاصل ہو جاوے تو اس پر تکبر اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اور بھی ترقی ہو کیونکہ جس قدر وہ اپنے آپ کو لاشئ سمجھے گا اسی قدر کیفیات اور انوار خدا تعالیٰ سے اتریں گے جو اس کو روشنی اور قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ عقیدہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی اخلاقی حالت عمدہ ہو جائے گی۔ دنیا میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنا بھی تکبر ہے اور یہی حالت بنا دیتا ہے۔ پھر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دوسرے پر لعنت کرتا ہے اور اُسے حقیر سمجھتا ہے۔ مَیں یہ سب باتیں بار بار اس لیے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا میں گُم ہو چکی ہے اور وہ حقیقی تقویٰ وطہارت جو اس زمانہ میں پائی نہیں جاتی اسے دوبارہ قائم کرے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 213-214، ایڈیشن 2003ء)

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں ’’پس یہ وہ مقصد ہے جس کیلئے آپ مبعوث ہوئے تھے کہ خدا تعالیٰ کی ایسی معرفت ہم میں پیدا فرمائیں گویا ہم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور اپنے ہر فعل کو خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کے خوف کو سامنے رکھتے ہوئے بجا لائیں۔ ایسی معرفت الٰہی ہم میں پیدا ہو جائے جو ہمارے تمام گناہوں کو جلا دے اور ہم آپ کے بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام باتوں پر

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے
اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔
(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب العفو والتواضع)

طالبِ دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

جو شخص قرآن مجید خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا

عَنْ بَشِيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَيْسَ مِنَّا

(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ)

حضرت بشیرؓ بن عبدالمنذر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

عمل کرنے کی اور اس روح کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔" (خطبہ جمعہ 14 / مارچ 2014ء)

اختتامیہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "تمہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کرلی ہے۔ان سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ ان کیلئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔" (ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 157، جدید ایڈیشن)

پھر آپ فرماتے ہیں "ہماری جماعت کیلئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے، خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو، نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مُسَابَقَتْ اِلَی الْخَیْرَات کیلئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔" (ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 710، 711، جدید ایڈیشن)

دل میں میرے کوئی نہ بسے تیرے سوا اور
گر تو نہیں بستا اسے ویرانہ بنادے
ابلیس کا سر پاؤں سے تو اپنے مسل دے
ایسا نہ ہو پھر کعبہ کو بت خانہ بنادے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں معرفت الٰہی کے حصول کے ذرائع کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور احادیث سے پوری وضاحت فرمادی ہے۔اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازسرنو معرفت الٰہی کے ذرائع کی تشریح وتفسیر بیان فرمائی۔ خلفاء احمدیت ہر وقت ہماری رہنمائی فرما رہے ہیں۔ پس جو آگے بڑھ کر مسلسل محنت اور استقامت سے جس قدر کوشش کرے گا اسی قدر وہ معرفت کا مقام حاصل کر پائے گا۔کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

وہی ساقی، وہی ساغر، وہی شیشہ، وہی بادہ
گر لازم نہیں ہر ایک پر یکساں اثر ہونا
(یاس یگانہ چنگیزی)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں "جو غافل دل ہے اس کو علم ہی نہیں کہ معرفت الٰہی کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ذات وصفات کی شان اور عظمت کیا ہے؟ وہ کب نماز میں یا روزے کی ادائیگی میں اس کا حق ادا کرنے کی توفیق پاسکتا ہے یا دعا اور صدقہ وخیرات کی طرف توجہ دے سکتا ہے......سب اعمال صالحہ کا محرک جس کی وجہ سے یہ تحریک پیدا ہو، جس کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہو کہ اعمال صالحہ بجالانے ہیں، وہ معرفت ہی ہے۔جتنی زیادہ خدا تعالیٰ کی معرفت ہوگی اتنا زیادہ عبادات اور اعمال صالحہ کی روح کو سمجھتے ہوئے ان کو بجالانے کی طرف توجہ ہوگی۔ پس اگر ہم معرفت الٰہی کے حصول کی طرف توجہ کریں گے تو احکام الٰہی پر عمل کی طرف بھی توجہ رہے گی۔"

(خطبہ جمعہ 21 / مارچ 2014ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معرفت الٰہی کا صحیح ادراک حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......☆......☆......

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے

قرآن مجید کی شان میں
حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کا بے نظیر پاکیزہ منظوم کلام

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّر بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے
اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے۔
(مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ)

طالب دُعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اگر کسی کو علم کی بات معلوم ہو تو بتا دینی چاہئے
اور جسے علم کی کوئی بات معلوم نہ ہو تو سوال ہونے پر وہ جواب دے کہ
اَللّٰہُ اَعْلَمُ (بخاری، کتاب التفسیر)

طالب دُعا: سید جہانگیر علی صاحب مرحوم اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ فلک نما، حیدرآباد)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے۔اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا کھجور کی طرح ہے کہ اسکا مزہ تو اچھا ہے لیکن اسکی خوشبو نہیں ہوتی۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کا عادی ہے گُلِ ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا حنظل کی طرح ہے جس میں مہک اور خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔(ابوداؤد، کتاب الادب باب من یؤمر ان یجالس)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قرآن کریم کی رو سے

(لئیق احمد نائیک، مربی سلسلہ)

سیرت نبوی کا جو بھی پہلو دیکھا جائے وہ بے انتہا رعنائیوں اور دلکشیوں سے معمور ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم المرتبت شخصیت کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے عرش معلّی سے یہ اعلان فرمایا کہ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:22) کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی ذات اور سیرت اسوہ حسنہ ہے۔

آپ ﷺ کی بابرکت شخصیت جملہ بشری محاسن وکمالات کا مجموعہ اور ہر لحاظ سے لامثال اور یکتا ہے۔ آپ کی سیرت کے بارہ میں قرآن شریف کی یہ عظیم الشان گواہی ہے کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ یعنی آپؐ عظیم الشان اخلاق پر فائز تھے۔ (القلم:5) آپؐ کے اخلاق فاضلہ اور سیرت کاملہ کی تصویر کشی اس آسمانی شہادت سے بہتر کسی انسان کیلئے ممکن نہیں۔ رسول اللہؐ کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی یہی شہادت ہے کہ اللہ کی رضا کے تابع آپؐ کے سب کام ہوتے تھے اور جس کام سے خدا ناراض ہو، آپؐ اس سے دور رہتے تھے۔

(نوادر الاصول فی احادیث الرسول حکیم ترمذی، جلد4، صفحہ 215، دار الجیل بیروت)

حضرت عائشہؓ کی چشم دید شہادت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق قرآن تھے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ

اوّل: قرآن شریف میں بیان فرمودہ تمام اخلاق اور مومنوں کی جملہ صفات کی تصویر آنحضرت ﷺ کی ذات تھی۔ چنانچہ قرآن کی اخلاقی تعلیم پر عمل کرکے آپؐ نے ایسا حسین عملی نمونہ پیش کیا جسے قرآن کریم نے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔

دوم: قرآن نے جو حکم دیئے وہ سب آپ ﷺ نے پورے کر دکھائے۔ گویا آپ ﷺ چلتے پھرتے مجسم قرآن تھے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کا قرآن شریف کے کئی مقامات پر بہت ہی حسین پیرایہ میں ذکر ملتا ہے جن میں آپؐ کے شمائل مبارکہ، پاک عادات واطوار اور حسن معاشرت وغیرہ کے بے شمار پہلو بیان ہوئے ہیں، چاہے وہ آپؐ کی حقوق العباد کی نازک ذمہ داریاں ہوں، آپ کی روزمرہ کی مشغولیات یا مصروفیات ہوں، عبادات ہوں یا تبلیغی ذمہ داریوں کی سرانجام دہی ہو یا آپ کے پاکیزہ اخلاق ہوں۔ غرض سیرت کے کئی درخشندہ پہلوؤں کو اجمالی یا تفصیلی طور پر قرآن کریم نے عیاں کر دیا اور امت محمدیہ کو ایک کامل اسوہ عطا فرمایا۔

انسان کی سیرت دو حصوں میں منقسم ہے ایک حقوق اللہ کی ادائیگی اور دوسرا حقوق العباد ہے۔ یہ دونوں ذمہ داریاں جس حسن وجمال کے ساتھ ادا ہوں اسی کے مطابق انسان کی سیرت بھی مکمل اور فائز المرام ثابت ہوتی ہے۔ آیئے قرآن کریم کی رو سے سید الانبیاء حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کی سیرت پاک پر نظر ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (التوبۃ:128)

یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کیلئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی ہستی کو اپنی صفات سے ہم پر ظاہر فرماتا ہے اور مومن بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا رنگ پکڑو، میرے رنگ میں رنگین ہو۔ میری صفات اختیار کرو، تبھی تم میرے حقیقی بندے کہلا سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی اعلیٰ ترین مثال کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ کسی اور فرد میں نہیں پائی جاسکتی کیونکہ آپؐ ہی اللہ تعالیٰ کے وہ پیارے ہیں جس کے نور سے ایک دنیا نے فیض پایا، فیض پا رہی ہے اور انشاء اللہ فیض پاتی چلی جائے گی تاکہ اپنے پیدا کرنے والے کی پہچان کر سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً وعملاً وصدقاً وثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا......وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اسکے آنے سے زندہ ہوگیا۔“ وہ قیامت کیا تھی۔ مُردوں کو زندہ کرنے والی تھی۔“ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو...... اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِکۡ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ “(اتمام الحجہ، روحانی خزائن، جلد8، صفحہ 308)

پھر آپ فرماتے ہیں: ”تعلیم قرآنی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ نیکوں اور ابرار اخیار سے محبت کرو اور فاسقوں اور کافروں پر شفقت کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ (التوبۃ:128) یعنی اے کافرو! یہ نبی ایسا مشفق ہے جو تمہارے رنج کو دیکھ نہیں سکتا اور نہایت درجہ خواہشمند ہے کہ تم ان بلاؤں سے نجات پاؤ۔“ (نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن، جلد9، صفحہ 433)

حقوق اللہ کی ادائیگی

اگر آپ ﷺ کی روحانی زندگی پر نظر ڈالیں تو اس زاویہ سے آپکا وجود بے مثال نظر آتا ہے۔ بالخصوص اگر حقوق اللہ کے فریضہ کی ادائیگی کا تذکرہ کریں تو قرآن کریم نے اس نقطہ نظر سے آپؐ کی حیات مبارکہ کا نقشہ آپ کی اپنی زبان سے کتنے خوبصورت انداز میں کھینچا ہے اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الانعام:163) تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَنِصۡفَہٗ وَثُلُثَہٗ (المزمل:21) اے محمدؐ! تمہارا رب جانتا ہے کہ تم رات کو تقریباً دو تہائی حصے تک اور کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی حصے تک نماز میں کھڑے رہتے ہو۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ دیباچہ تفسیر القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

”رسول کریم ﷺ کی ساری زندگی عشق الٰہی میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے۔ باوجود بہت بڑی جماعتی ذمہ داری کے دن اور رات آپ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ نصف رات گزرنے پر آپ خدا تعالیٰ کی عبادت کیلئے کھڑے ہو جاتے اور صبح تک عبادت کرتے رہتے یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے اور آپ کے دیکھنے والوں کو آپ کی حالت پر رحم آتا تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایسے ہی موقع پر کہا یا رسول اللہ! آپ تو خدا تعالیٰ کے پہلے ہی مقرب ہیں آپ اپنے نفس کو اتنی تکلیف کیوں دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہؓ! اَفَلَا اَکُوۡنَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا۔ جب یہ بات سچی ہے کہ خدا تعالیٰ کا میں مقرب ہوں اور خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کرکے اپنا قرب عطا فرمایا ہے تو کیا میرا یہ فرض نہیں کہ جتنا ہو سکے میں بھی اسکا شکریہ ادا کروں کیونکہ آخر شکر احسان کے مقابل پر ہی ہوا کرتا ہے۔“ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد20، صفحہ 382)

محبت الٰہی

آنحضور ﷺ کی زندگی کا لمحہ لمحہ عشق الٰہی سے بھرپور ملتا ہے۔ آپ کی اس محبت کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف قبولیت بخشا کہ اسکی پیروی آئندہ اللہ کی محبت پانے کا ذریعہ قرار پائی۔

جیسا کہ فرمایا قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:33) تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو (تو) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا۔

اطاعتِ رسول ﷺ کے طریق پر چلنے والوں کو قرآن کریم میں نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ہم رُتبہ ہونے کی بشارت دی گئی اور بعض کو حدیثِ رسول ﷺ میں انبیاء بنی

اسرائیل جیسا اور مجدد اور مسیح و مہدی کا نام دیا گیا۔ چنانچہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق پر چل کر امتی نبی کا نام پانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام اور عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج عشقِ الٰہی کی اس شمع کو پھر لَو دی ہے۔ اور خدا سے محبت کے اس چلن کو یوں عام کرنا چاہا ہے کہ فرمایا:

"یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔"
(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 21)

بحیثیت داعی الی اللہ

انبیاء کی اہم ذمہ داریوں میں سے ایک دعوت الی اللہ اور توحید کے قیام کی ذمہ داری ہے۔ جس قدر دُنیا میں انبیاء آئے ان سب نے انسانوں کو خدائے واحد کی طرف ہی بلایا اور فرمایا کہ اسکی عبادت کرو اور اسکی تمام تر صفات پر ایمان لاؤ۔

قارئین کرام! ہمارے آقا و مولیٰ سیّدنا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس احسن طریق پر دعوت الی اللہ کا کام کیا وہ لامثال اور لاثانی تھا۔ آپؐ کی بعثت سے قبل جو دنیا کے حالات تھے وہ قرآن کریم کے مطابق ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا نقشہ تھا۔ جہاں لوگوں میں بے شمار برائیاں پائی جاتی تھیں وہاں سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ وہ سینکڑوں معبودانِ باطلہ کے پجاری تھے۔ ایسے حالات کو دیکھ کر قرآن مجید کے مطابق وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (سورۃ الضحیٰ) وہ دردمند دل جو اپنی قوم کی محبت سے سرشار تھا وہ تڑپا اور خدا نے اسے قوم کیلئے مصلح بنایا۔

قارئین حضرات! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت حق میں درپیش آلام و مصائب کی داستان کسی پر مخفی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوں جوں ارشادِ ربّانی کے ماتحت اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز فرماتے جاتے مخالفت کی آگ اور بھڑک اٹھتی۔ جس کے نتیجہ میں آپؐ اور آپ کے تمام خاندان کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا۔ ایک طویل عرصے کے بعد سن 10 نبوی میں جب محصوریت کا المناک دَور ختم ہوا تو آپؐ نے مکہ سے باہر تبلیغ کی غرض سے طائف کی جانب سفر اختیار کیا۔ طائف میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہونے والے شرمناک سلوک سے کون مسلمان واقف نہیں مگر یہ سلوک بھی آپؐ کو پایہ استقلال سے ہٹا نہ سکا۔

غرض کفار مکہ نے اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگا کے دیکھ لیا کہ کسی طور پر اسلام کو یا آپؐ کی ذات کو نقصان پہنچا سکیں مگر مشیت ایزدی ان کی ہر چال ناکام کر رہی تھی اور اسلامی چشمہ کے جس بہاؤ کو روکنے کیلئے وہ سر توڑ کوشش کر رہے تھے اس کا منہ یثرب کی جانب بہہ نکلا اور یوں شوکت اسلام کا نیا باب رقم ہوا۔ مبلغ اعظم نے 13 سال مکہ میں پوری تندہی کے ساتھ توحیدِ حق کی منادی کی اور جب آپؐ نے چاہا کہ یثرب میں امن و سکون سے دین کے پیغام کو لوگوں تک پہنچائیں تو یہ بات بھی دشمنوں کو گوارا نہ ہوئی۔ ہجرت مدینہ سے لے کر صلح حدیبیہ تک بارہا آپؐ کو جنگوں اور غزوات میں سے گزرنا پڑا اور ہر ممکن کوشش کی کہ واحد و یگانہ کے پرستاروں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالیں مگر انہی کے گرم کئے ہوئے میدانِ کارزار کو خدا نے توحید اور توحید کے علمبرداروں کیلئے عظمت کا نشان بنا دیا لیکن اس سب کے باوجود آپؐ کے قلب اطہر کی کیفیت قرآن کریم کے مطابق یہ تھی کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء: 4) کیا تو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کر دے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔ یعنی تیرا پاکیزہ دل کافروں کے سچائی کے انکار کو برداشت نہیں کر سکتا اور خواہش کرتا ہے کہ وہ بھی ہدایت پا جائیں۔

قرآن کریم سے محبت

قرآن کریم آپؐ کے بارے فرماتا ہے کہ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (البیّنۃ: 3) یعنی اللہ کا رسول مطہر صحیفے پڑھتا تھا۔

آپؐ کی تلاوت کی عظمت اور شان کے بارے میں قرآن یوں گواہی دیتا ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (البقرۃ: 122) یعنی جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جیسے تلاوت کا حق ہے۔

آپؐ حکم الٰہی کے مطابق خوبصورت لحن اور ترتیل کے ساتھ ایسی تلاوت کرتے تھے کہ تلاوت کا حق ادا ہو جاتا تھا۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ رسول کریمؐ کی تلاوت کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا آپؐ لمبی تلاوت کرتے تھے۔ پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر سنائی۔ اسے لمبا کیا پھر الرحمٰن کو لمبا کر کے پڑھا پھر الرحیم کو۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کان لگا کر توجہ سے نہیں سنتا جتنا نبی کریمؐ کی تلاوت قرآن کو سنتا ہے، جب وہ خوبصورت لحن اور غنا کے ساتھ باآواز بلند اسکی تلاوت کرتے ہیں۔ دن بھر گاہے بگاہے اور خصوصاً نمازوں میں نازل ہونے والی تازہ قرآنی وحی کے تکرار اور دہرائی کا اہتمام تو ہوتا ہی تھا۔ عموماً رات کو بھی زبان پر قرآن ہی ہوتا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: کبھی رات کو اچانک آنکھ کھل جاتی تو زبان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کی یہ آیات جاری ہوتیں وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ (ص: 66، 67) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مگر اللہ جو واحد (اور) صاحب جبروت ہے۔ آسمانوں اور زمین کا ربّ اور اسکا جو ان کے درمیان ہے۔ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

عہد و پیمان کی پابندی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ: 2) کہ اے ایمان دارو! اپنے عہد و پیمان کو اور اپنے اقراروں کو پورا کیا کرو۔

پھر فرمایا وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل: 35) کہ ہمیشہ اپنے عہد و پیمان اور وعدوں کو پورا کرو اور یاد رکھو کہ قیامت کے روز عہد و پیمان کے بارہ میں باز پرس کی جائے گی۔

آیئے ہم واقعات کی دنیا میں اُتر کر مشاہدہ کریں کہ ہمارے پیارے آقا و مولیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد و پیمان کی پابندی اور ایفائے عہد کے باب میں کیا بے مثال نمونہ پیش فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں عہد و پیمان کی پابندی کا جو حسین نقشہ نظر آتا ہے وہ مکان و زمان کی قید سے بہت بالا اور ہر پہلو سے دلربا ہے۔ آپؐ کی ساری زندگی ایک کتاب مفتوح کی طرح ہمارے سامنے ہے اس کا ایک ایک باب بلکہ ایک ایک صفحہ اخلاقِ فاضلہ سے جگمگاتا نظر آتا ہے۔ ایفائے عہد کے باب میں اسکی دلکش جھلکیاں ہمیں اس دَور میں بھی نظر آتی ہیں جب آپؐ نے جوانی کی حدود میں قدم رکھا۔ اس دَور میں آپؐ کو 'امین' اور 'صادق' کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ دونوں خطابات ایسے ہیں جن کا ایفائے عہد سے بہت گہرا اور بنیادی تعلق ہے۔ 'صادق' اور 'صدوق' وہ ہوتا ہے جسکی زندگی کے کسی بھی حصہ میں باطل کا شائبہ تک نہ ہو۔ اور 'امین' وہ ہوتا ہے جس کا ہر قول و فعل صداقت اور دیانت کے خمیر سے گوندھا گیا ہو۔ ان دونوں صفات کا عہد و پیمان کی پابندی کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پس دعویٰ نبوت سے بہت پہلے سے اہلِ مکہّ کی طرف سے آپؐ کو ان الفاظ سے یاد کیا جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایفائے عہد کی صفت آپؐ کی روح میں کچھ اس طرح ودیعت فرمائی تھی کہ وہ آپؐ کے وجود کا ایک جزوِ لاینفک تھی اور اس کے حسین جلوے ساری حیات طیبہ میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔

آپؐ کی جوانی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ مکہ کے بعض شریف النفس نوجوانوں نے ایک مجلس قائم کی جس کے سب شرکاء نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ہمیشہ ظالم کو روکیں گے اور مظلوم کی مدد کریں گے۔ جب یہ خبر مکہ کے امین اور صدوق نوجوان محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو آپؐ بڑے شوق سے اس مجلس میں شامل ہو گئے۔ خدا معلوم اس معاہدہ میں شریک کسی اور شخص کو یہ عہد پورا کرنے کی توفیق ملی یا نہ ملی لیکن ہمارے ہادئ کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی ساری زندگی صدق و سداد سے عبارت تھی، جو ہمیشہ اپنے قول کے پکے اور

جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ایک ویران گھر کی طرح ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ

(ترمذی فضائل القران باب من قرأحرفًا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

وعدے کے سچے تھے، خدا تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ نے آپ کو یہ عہد بھی پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپؐ نے جوانی میں بھی اس عہد کی حفاظت کی اور باقی سب سے بڑھ کر کی اور پھر یہ مقدس عہد ساری زندگی یاد رکھا اور جب بھی اسکے ایفا کا موقعہ آیا آپ بڑی جرأت اور دلیری سے مظلوم کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوتے۔

خوش مزاجی اور خندہ پیشانی

اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں کو ارشاد ہے کہ انہیں خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو یاد کرتے ہوئے ہمیشہ خوش رہنا چاہئے۔ فرمایا: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (یونس:59) تُو کہہ دے کہ (یہ) محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے۔ پس اس پر چاہئے کہ وہ بہت خوش ہوں۔

ہمارے رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کا حال بھی عجیب ہے کہ جب اسے کوئی مصیبت آئے تو وہ بخوشی صبر کرتا اور خدا سے اجر پاتا ہے اور جب اسے انعام ملے تو شکر کرتا اور اسکا بھی اجر پاتا ہے۔ گویا مومن ہر حال میں خوش اور راضی برضا ہوتا ہے۔ پس سچی خوشی اور خوش طبعی نہ صرف انسان کے صحت مند جسم و ذہن اور اعلیٰ ظرف وذوق کی علامت ہے بلکہ اسکے ایمان کی نشانی بھی بن جاتی ہے۔ امر واقعہ بھی یہ ہے کہ خوش رہنا نہ صرف خود ایک انسان کیلئے بلکہ پورے ماحول کیلئے صحت افزا اقدام ہے۔ نفسیاتی جائزے کے مطابق ایک مسکرانے والا جتنے لوگوں سے ملتا ہے وہ ان میں خوشی کی ایک لہر پھیلا کر سارے معاشرہ میں مسکراہٹیں بکھیر کر طمانیت پیدا کرنے والا بن جاتا ہے جو ایک صحت مند معاشرہ کی علامت ہے۔

ہمارے نبی کریمؐ سے بڑھ کر کون ہے جسے نفس مطمئنہ اور مقام رضا نصیب ہوا ہو۔ آپؐ نہایت خوش طبع تھے، ہمیشہ مسکرانا آپؐ کی عادت تھی۔ آپؐ اپنے صحابہ کو بھی تلقین فرماتے تھے کہ کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو خواہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی اور مسکراہٹ سے پیش آنے کی نیکی ہو۔ (مسلم، کتاب الادب، باب 12)

حقوق العباد کی ادائیگی اور خدمت خلق

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں خلق اللہ کے تمام طبقوں کی خدمت، اُن کی حاجت روائی اور اُن سے ہمدردی وحسنِ سلوک کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتا ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا (النساء:37) ’’اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ، رشتہ داروں اور یتیموں اور بے کسوں اور قرابت دار پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس بیٹھنے والے رفیقوں اور بیبیوں اور مسافروں اور غلام باندیوں اور جانوروں کے ساتھ جو تمہارے قبضہ میں ہوں نیک سلوک کرو۔ بے شک اللہ اُن کو دوست نہیں رکھتا جو اتراتے اور بڑائی مارتے پھرتے ہیں۔‘‘

قرآن کریم کی اس تعلیم پر رسول کریم ﷺ نے کماحقہ عمل فرمایا اور اپنے ماننے والوں کو بھی اسکی تلقین فرمائی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پہلی وحی پر رسول کریم ﷺ کے اخلاق پر جو گواہی دی وہ آپ کی ہمدردی خلق سے عبارت ہے۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور صادق القول ہیں، لوگوں کے بوجھ بٹاتے ہیں اور معدوم اخلاق اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہیں آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور تمام حوادث میں حق اور صداقت کا ساتھ دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی)

صحابہ سے رأفت ومحبت

صحابہ کرام کیلئے رسولِ پاک ﷺ کی محبت وشفقت عجیب وغریب انداز میں اپنے جلوے دکھاتی! حسنِ سلوک اور پیار کرنا ایک بات ہے اور اپنی ضروریات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے صحابہ کی ضروریات اور آرام کو مقدم کرنا بالکل اور بات ہے جسکا ایمان افروز نظارہ اسوۂ محمدی ﷺ میں نظر آتا ہے۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر آیت 10) کا معراج آپ کی ذات بابرکات میں دکھائی دیتا ہے۔

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: 160) کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ نے حبیبِ خدا کو مجسم رحمت بنایا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ لوگ ہرگز تیرے گرد پروانہ صفت اکٹھے نہ ہوتے۔

اہل خانہ کی تربیت کا خیال

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم:7) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

اس ذمہ داری کو آپ ﷺ نے بہت ہی پیارے انداز میں اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ ماہ تک فجر کی نماز کیلئے جاتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے دروازے کے پاس سے یہ فرما کر گزرتے رہے کہ اے اہل بیت! نماز کا وقت ہو گیا ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب:34) کہ اے اہل بیت! اللہ تم سے ہر قسم کی گندگی دور کرنا چاہتا ہے اور تم کو اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔

توکل علی اللہ

اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت کی داستان تو نرالی تھی ہی لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل کی اعلیٰ ترین مثالیں بھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے ہی رقم فرمائی ہیں۔ اس تعلق سے کثرت کے ساتھ واقعات موجود ہیں ان میں سے ایک واقعہ ہدیہ قارئین کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکرؓ کی روایت ہے کہ سفر ہجرت کے دوران جب سراقہ گھوڑے پر سوار تعاقب کرتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گیا تو مَیں نے عرض کیا یارسول اللہ! اب تو پکڑنے والے بالکل سر پر آ پہنچے اور مَیں اپنے لئے نہیں بلکہ آپ کی خاطر فکرمند ہوں۔ آپؐ نے فرمایا! لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ اسی وقت آپ کی دعا سے سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ آپ کی خدمت میں امان کا طالب ہوا۔ اس وقت آپؐ نے سراقہ کے حق میں یہ عظیم الشان پیشگوئی فرمائی کہ سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے اور یہ پیشگوئی بھی بڑی شان سے بعد میں پوری ہوئی۔

پھر وہ شان بھی دیکھیں جب آپ دشمن سے صرف ایک فٹ کے فاصلہ پر تھے اور نہتے تھے اور دشمن تلوار تانے کھڑا تھا لیکن کوئی خوف نہیں۔ کیسا ایمان، کیسا یقین اور کیسا توکل ہے خدا کی ذات پر۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 15/اگست 2003ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

غرض حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو قرآن کریم کی تعلیمات کا مظہر ہے۔ آپ کی زندگی ہر جہت سے مثالی اور قابل تقلید ہے۔ آپؐ کا وجود ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حسن، فضیلت اور اسکے ارفع مقام چند صفحات میں بیان کرنا امر محال ہے۔ لہٰذا آخر پر حمد ودرود کے ساتھ اکتفاء کرتے ہوئے اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى
اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَكْثَرَ مَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ اَنْبِيَآئِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

......☆......☆......☆......

تمہارا شعار قرآن کریم اور علم ہو

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ لِيَكُنْ شَعَارُكِ الْعِلْمَ وَالْقُرْاٰن

حضرت اُمّ ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَے عائشہ تمہارا شعار قرآن کریم اور علم ہو یعنی قرآن اور علم کے ساتھ تمہیں اس قدر محبّت ہونی چاہئے کہ اس سے زیادہ قریب اور پیاری چیز تمہیں کوئی نہ ہو۔ شعار اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے ساتھ لگا رہے۔ (مسند الامام الاعظم کتاب العلم صفحہ 20)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عشق قرآن

(اطہر احمد شمیم، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بستاں ہے

''قرآن جواہرات کی تھیلی ہے اور لوگ اس سے بے خبر ہیں'' (ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 542، ایڈیشن 1988ء)

عشق اور محبت ایک ایسا جذبہ اور احساس ہے کہ دنیا کا کوئی جاندار اس احساس سے خالی نہیں ہے۔ کوئی اپنی اولاد سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے تو کسی کو اپنے والدین سے زیادہ عزیز کوئی نہیں، کسی کو اپنی جائیداد سے محبت ہے تو کوئی اپنی جورو کا عاشق ہے، کسی کو اپنا وطن عزیز ترین ہے تو کسی کو کوئی کتاب پسندیدہ ہے، کوئی منظوم کلام کا گرویدہ ہے تو کوئی نثر کا محب ہے، کوئی کھیل کا عاشق ہے تو کوئی آرام کو پسند کرتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ عشق و محبت کے جذبات ہر کس و ناکس میں موجزن ہیں۔ خاکسار نے جس مضمون کے لکھنے کیلئے قلم اٹھایا ہے اسکے کئی عاشق گزرے اور 1400 سال سے اس سے عشق و محبت کا سلسلہ جاری وساری ہے خاکسار انہیں عشاق میں سے ایک عظیم الشان عاشق کا تذکرہ کرنے اور قرآن سے اسکے عشق کے چند واقعات لکھنے کی سعادت پا رہا ہے۔ اس کے اظہار عشق کی عبارات اور واقعات کو پڑھیں تو آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے، لکھنے کیلئے قلم اٹھائیں تو انگلیاں کانپنے لگتی ہیں اور محسوس کریں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ آج تک سینکڑوں عشق و محبت کی داستانیں سنیں اور پڑھیں لیکن ایسے عشق کی مثال شاذ ہی دیکھنے اور سننے کو ملی۔ یہ عاشق اور کوئی نہیں بلکہ وہی امام مہدی و مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں جن کے اس عشق کی پیشگوئی کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ يُحْيِ الدِّيْنَ وَيُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ اور بتایا کہ جو قرآن کریم کا عشق زمین سے ختم ہو جائے گا اس عشق کو دوبارہ قائم کرنے کیلئے امام مہدی کو ثریا ستارے پر بھی جا کر اُسے واپس لانا پڑا تو لائے گا۔ یعنی ہر ممکن کوشش اس عشق کو قائم کرنے کی کرے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ آپ نے اس پیشگوئی کے مطابق قرآن کی عظمت کو دوبارہ دلوں میں قائم کیا اور ایک جماعت پیدا کر دی جو عشق قرآن کی زمانہ میں ایک مثال ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قرآن کریم کیلئے خدمات بھی آپ کے قرآن کریم سے بے پناہ عشق کا ہی ایک پہلو ہے لیکن مضمون ہٰذا میں عشق کے چند واقعات اور آپؑ کی چند ایک تحریرات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ جذبات عشق کا اظہار قلم سے کرنا تو ممکن نہیں البتہ واقعات کے ذریعہ اس عشق بے پناہ کی کچھ عکاسی کرنے کی ایک حقیر کوشش کی گئی ہے۔

چھوٹی عمر سے ہی قرآن مجید پڑھنے کا شوق اور لگن

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے بیان فرماتے ہیں:

''بیان کیا مجھ سے میری نانی امّاں نے کہ ایک دفعہ جب تمہارے نانا کی بدلی کاہنووان میں ہوئی تھی۔ میں بیمار ہوگئی تو تمہارے نانا مجھے ڈولی میں بٹھلا کر قادیان تمہارے دادا کے پاس علاج کیلئے لائے تھے اور اسی دن میں واپس چلی گئی تھی۔ تمہارے دادا نے میری نبض دیکھ کر نسخہ لکھ دیا تھا اور تمہارے نانا کو یہاں اور ٹھہرنے کیلئے کہا تھا۔ مگر ہم نہیں ٹھہر سکے کیونکہ پیچھے تمہاری امّاں کو اکیلا چھوڑ آئے تھے۔ نیز نانی امّاں نے بیان کیا کہ جس وقت میں گھر میں آئی تھی میں نے حضرت صاحب کو پیٹھ کی طرف سے دیکھا تھا کہ ایک کمرے میں الگ بیٹھے ہوئے رحل پر قرآن شریف رکھ کر پڑھ رہے تھے۔ میں نے گھر والیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ مرزا صاحب کا چھوٹا لڑکا ہے اور بالکل ولی آدمی ہے۔ قرآن ہی پڑھتا رہتا ہے۔'' (سیرت المہدی، جلد اوّل، روایت نمبر 239)

تلاوت قرآن کریم کا طریق

حضرت مرزا شریف احمد صاحب فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک بڑی تقطیع کے قرآن شریف پر تلاوت فرما رہے تھے۔ اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے اور ہر لفظ پر انگلی رکھتے تھے۔ گویا قرآن شریف کی تلاوت سے جہاں زبان اسکو پڑھنے کی برکت حاصل کر رہی ہے اور آنکھوں کو یہ ثواب ہے کہ وہ اسے دیکھ رہی ہیں اور کان اسے سننے کا اجر پا رہے ہیں۔ وہاں انگلی اور ہاتھ بھی اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔'' (ذکر حبیب، تقریر جلسہ سالانہ 1956ء، صفحہ 16-17)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تلاوت قرآن کریم کا اثر

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تلاوت قرآنی کے واقعات عجیب وغریب ہیں اور ان کی متواتر شہادت ان لوگوں سے ملی ہے جنہوں نے بلاواسطہ آپ کو تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ کے کلام میں ایک درد، رقت اور محبت کی لہر ہوتی تھی، باوجودیکہ اس میں موسیقی کا رنگ نہ ہوتا تھا۔ مگر اس میں بے انتہا جذب اور کیف آور لہر ہوتی تھی۔ آپ کے قرآن مجید پڑھنے کے کئی طریق تھے۔ بعض اوقات آپ قرآن مجید کو اس نیت سے پڑھتے تھے جبکہ آپ کو کوئی مضمون لکھنا ہوتا تھا۔ اسکا رنگ بالکل الگ تھا۔ بعض اوقات قرآن مجید کی تلاوت اللہ تعالیٰ سے محبت وعشق کی کیفیت میں ایک ہنگامہ خیز کیف پیدا کرنے کیلئے کرتے تھے اور یہ علی العموم آپ رات کو فرماتے تھے جبکہ دنیا سوئی ہوتی تھی۔ اس وقت آپ گنگنا کر قرآن مجید پڑھتے اور آپ پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوتی تھی اور اس کیفیت کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ''حضرت مسیح موعودؑ جب بوجہ بیماری مسجد میں تشریف نہ لے جاسکتے تھے تو اکثر مغرب اور عشاء کی نماز گھر میں باجماعت ادا فرماتے تھے اور عشاء کی نماز میں قریباً بلاناغہ سورہ یوسف کی یہ آیات تلاوت فرماتے مجھے خوب یاد ہے کہ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ سے لے کر اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ تک کی آیات آپؑ اس قدر دردناک لہجہ میں تلاوت فرماتے کہ دل بیتاب ہو جاتا تھا وہ آواز آج تک میرے کانوں میں گونجتی ہے۔'' (تفسیر کبیر، جلد سوم، صفحہ 356)

حضرت حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا بہت تکرار کرتے تھے اور سجدہ میں یاحی یا قیوم کا بہت تکرار کرتے۔ بار بار یہی الفاظ بولتے جیسے کوئی بڑے الحاح اور زاری سے کسی بڑے سے کوئی شے مانگے اور بار بار روتے ہوئے اپنی مطلوبہ چیز کو دہرائے۔ ایسا ہی حضرت صاحب کرتے۔ عموماً پہلی رکعت میں آیت الکرسی پڑھا کرتے تھے۔ سجدہ کو بہت لمبا کرتے اور بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا کہ اس گریہ وزاری میں آپ پگھل کر بہہ جائیں گے۔ (الفضل 3 جنوری 1931ء)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

1895ء میں مجھے تمام ماہ رمضان قادیان میں گزارنے کا اتفاق ہوا اور میں نے تمام مہینہ حضرت صاحب کے پیچھے نماز تہجد ادا کی۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ وتر اول شب میں پڑھ لیتے تھے اور نماز تہجد آٹھ رکعت دو دو رکعت کر کے آخر شب میں ادا فرماتے تھے جس میں آپ ہمیشہ پہلی رکعت میں آیت الکرسی تلاوت فرماتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص کی قراءت فرماتے تھے اور رکوع اور سجود میں يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اکثر پڑھتے تھے اور ایسی آواز سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آواز میں سن سکتا تھا۔ نیز آپ ہمیشہ سحری نماز تہجد کے بعد کھاتے تھے۔

(سیرت المہدی، جلد 2، صفحہ 12)

قرآن مجید کو تکلف سے پڑھنے کو ناپسند فرمانا

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایام مقدمات کرم دین میں حضور علیہ السلام کئی کئی روز تک گورداسپور میں ہی رہتے تھے کیونکہ روزانہ پیشی ہوتی تھی۔ تحصیل کے سامنے جو تالاب ہے اسکے جنوب میں مکان کرایہ پر لیا گیا تھا۔ ایک روز حضورؑ مکان کے اوپر کے حصہ میں تھے کہ نیچے والے حصہ میں ایک شخص (صوفی غلام محمد) قرآن کریم تکلف کے لہجہ میں پڑھ رہا تھا۔ سن

کر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو آواز کو ہی سنوارتا رہتا ہے گویا تکلف سے قرآن کریم پڑھنے کو ناپسند فرمایا۔‘‘

(سیرت المہدی، جلد دوم، روایت 1441)

تلاوت قرآن کریم سننے کا شوق

مکرم شیخ عبدالرحمن صاحب نے اس واقعہ کی مزید وضاحت فرمائی ہے کہ حضور کو قراءت بہت پسند آئی اور وہیں حضور نے فرمایا کہ روزانہ بعد نماز عشاء ہمیں قرآن مجید سنایا کریں۔ قریباً ایک ماہ وہ حضور کو قرآن مجید سناتے رہے۔

(اصحاب احمد، جلد دہم حاشیہ، صفحہ 206)

جب حضرت حافظ معین الدین صاحب ؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی عزت ملی اس وقت ان کی عمر چودہ پندرہ برس کی تھی۔ حافظ صاحب نہایت سقیم حالت میں تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو اس حالت میں دیکھا اور اپنے ساتھ بلا کر لے گئے اور کھانا کھلایا اور پھر کہا کہ حافظ تو میرے پاس رہا کر۔ حافظ صاحب کیلئے یہ دعوت غیر متوقع تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان چونکہ نہایت ممتاز اور پُر شوکت خاندان تھا اور کسی کو ان کے سامنے کلام کرنے کی جرأت بھی نہ ہوتی تھی حافظ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مہربانی اور شفقت کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور بڑی شکرگزاری سے آپ کی خدمت میں رہنے کیلئے آمادہ ہو گئے۔ حافظ صاحب نے سمجھا کہ شاید مجھے کوئی کام کرنا پڑے، اس نے کہا کہ مرزا جی! (اس وقت ایسا ہی طریق خطاب تھا) مجھ سے کوئی کام تو ہو نہیں سکے گا۔ کیونکہ میں معذور ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ حافظ! کام تم نے کیا کرنا ہے۔ اکٹھے نماز پڑھ لیا کریں گے اور تو قرآن شریف یاد کیا کر۔

(اصحاب احمد، جلد 13، صفحہ 287)

کثرت سے قرآن کریم پڑھنا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم.اے کہ والد صاحب تین کتابیں بہت کثرت سے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی قرآن مجید، مثنوی رومی اور دلائل الخیرات اور کچھ نوٹ بھی لیا کرتے تھے اور قرآن شریف بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔‘‘

(سیرت المہدی، جلد اوّل، روایت نمبر 190)

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں:

’’آپ کا ایک قرآن شریف مولانا محمد علی صاحب کے پاس بھی ہے جسے آپ نے سترہ سال پڑھا تھا۔ پڑھ پڑھ کر اسکے ورق تک گھسا دیئے ہیں۔ اس کے حاشیہ پر اپنی قلم سے اوامر و نواہی کے نمبر بھی دیئے ہیں۔‘‘

(مجدد اعظم، جلد دوم صفحہ 1381، شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

قرآن مجید کا بے نظیر حسن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ ایک لاثانی موتی ہے اسکا ظاہر بھی نور ہے اسکا باطن بھی نور ہے اور اسکے ہر لفظ اور کلمہ میں نور ہے وہ ایک روحانی جنت ہے جس کے خوشے پھلوں سے جھکے ہوئے ہیں اور اسکے نیچے نہریں بہتی ہیں...... اگر قرآن نہ ہوتا تو مجھے میری زندگی کا مزہ نہ آتا۔ میں نے اسکے حسن کو ہزاروں یوسفوں سے بڑھ کر پایا۔‘‘

(ترجمہ از عربی، آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 545)

قرآن کریم پر غور و تدبر

سیرت المہدی میں ایک روایت ہے کہ جب 1907ء میں حضرت ام المومنین لاہور تشریف لے گئیں تو ان کی واپسی کی اطلاع آنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو لانے کیلئے بٹالہ تک تشریف لے گئے۔ بعض اور لوگ بھی حضرت صاحب کے ساتھ ہم رکاب ہوئے۔ حضرت صاحب پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے جسے آٹھ کہار باری باری اُٹھاتے تھے۔ قادیان سے نکلتے ہی حضرت صاحب نے قرآن شریف کھول کر اپنے سامنے رکھ لیا اور سورہ فاتحہ کی تلاوت شروع فرمائی اور میں غور کے ساتھ دیکھتا گیا کہ بٹالہ تک حضرت صاحب سورۃ فاتحہ ہی پڑھتے چلے گئے اور دوسرا ورق نہیں اُلٹا۔

(سیرت المہدی، روایت نمبر 438)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود کی زندگی کا یہ زمانہ (شباب کا زمانہ۔ ناقل) بھی مطالعہ کے انہماک میں گزرا۔ آپ کے وقت کا اکثر حصہ کتب کے مطالعہ میں گزرتا تھا اور سب سے زیادہ انہماک آپ کو قرآن شریف کے مطالعہ میں تھا حتّٰی کہ بعض دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں ہم نے آپ کو جب بھی دیکھا قرآن پڑھتے دیکھا۔ آپ کا مطالعہ سرسری اور سطحی رنگ کا نہیں ہوتا تھا بلکہ اپنے اندر ایسا انہماک رکھتا تھا کہ گویا آپ معانی کی گہرائیوں میں دھسے چلے جاتے ہیں۔ زمانہ ماموریت کے متعلق جبکہ دوسرے کاموں کی کثرت کی وجہ سے مطالعہ کا شغل لازماً کم ہو گیا تھا ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ آپ کو قادیان سے بٹالہ تک بیل گاڑی میں سفر کرتے دیکھا۔ آپ نے قادیان سے نکلتے ہی قرآن شریف کھول کر سامنے رکھ لیا۔ اور بٹالہ پہنچتے تک جس میں بیل گاڑی کے ذریعہ کم و بیش پانچ گھنٹے لگے ہوں گے۔ آپ نے قرآن شریف کا ورق نہیں الٹا۔ اور انہی سات آیتوں (سورۃ فاتحہ) کے مطالعہ میں پانچ گھنٹے خرچ کر دیئے۔‘‘ (سلسلہ احمدیہ، صفحہ 11، مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

دیواروں پر قرآنی آیات کا لکھنا اور ان پر غور کرنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیواروں پر قرآنی آیات لکھ رکھی تھیں جن پر غور کرتے رہتے تھے۔ آپ کے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت ہے کہ آپ بہت کثرت سے تلاوت فرمایا کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک قرآن کریم تھا جس پر نشان لگایا کرتے تھے اور آپ نے دس ہزار سے زیادہ مرتبہ قرآن ضرور پڑھا ہے۔

(حیات نبی، صفحہ 108)

قرآن کریم کی تلاوت سے بیماری کا علاج

ایک دفعہ آپ سیر کو تشریف لے گئے آپ کے ساتھ حافظ محبوب الرحمٰن صاحب تھے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

’’یہ قرآن شریف اچھا پڑھتے ہیں اور میں نے اسی واسطے ان کو یہاں رکھ لیا ہے کہ ہر روز ان سے قرآن شریف سنا کریں گے۔ مجھے بہت شوق ہے کہ کوئی شخص عمدہ، صحیح، خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنے والا ہو تو اس سے سنا کروں۔‘‘ پھر حافظ صاحب موصوف کو مخاطب کر کے حضرتؑ نے فرمایا کہ ’’آج آپ سیر میں کچھ سنائیں۔‘‘ چنانچہ تھوڑی دُور جا کر آپ نہایت سادگی کے ساتھ ایک کھیت کے کنارے زمین پر بیٹھ گئے اور تمام خدام بھی زمین پر بیٹھ گئے اور حافظ صاحب نے نہایت خوش الحانی سے سورۃ دھر پڑھی جس کے بعد آپ سیر کے واسطے آگے تشریف لے گئے۔‘‘ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 197، ایڈیشن 1988ء) ایک دفعہ آپ کے سر میں بہت درد ہو رہا تھا تو آپ علیہ السلام نے حافظ صالح رضی اللہ عنہ سے قرآن سنانے کو کہا چنانچہ جب انہوں نے قرآن پڑھنا شروع کیا تو آپ کے سر درد کو آرام آ گیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جس دن شب کو عشاء کے قریب حسین کامی سفیر روم قادیان آیا اس دن نماز مغرب کے بعد حضرت صاحب مسجد مبارک میں شاہ نشین پر احباب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ کو دوران سر کا دورہ شروع ہوا اور آپ شاہ نشین سے نیچے اتر کر فرش پر لیٹ گئے اور بعض لوگ آپ کو دبانے لگ گئے مگر حضور نے دیر میں سب کو ہٹا دیا۔ جب اکثر دوست وہاں سے رخصت ہو گئے تو آپ نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں۔ مولوی صاحب مرحوم دیر تک نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف سناتے رہے یہاں تک کہ آپ کو افاقہ ہو گیا۔‘‘

(سیرت المہدی، جلد اوّل، روایت نمبر 462)

قرآن کریم حفظ کرنے کا عظیم الشان اجر و ثواب

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ، وَحَفِظَهُ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ، وَشَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ (ابن ماجہ حدیث نمبر 216) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کیا، اُس کو اللہ جنت میں داخل کر دے گا، اور اُسکے گھر کے دس افراد، جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی، اُن کے بارے میں اسکی شفاعت قبول کرے گا۔‘‘

تلاوت قرآن کریم سے آنکھوں میں آنسو

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف ایک دفعہ روتے دیکھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آپ خدام کے ساتھ سیر کیلئے تشریف لے جا رہے تھے اور ان دنوں میں حاجی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پورہ والوں کے داماد قادیان آئے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور یہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ حضرت صاحب وہیں راستہ کے ایک طرف بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن شریف سنایا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی وفات پر میں نے بہت غور سے دیکھا مگر میں نے آپ کو روتے نہیں پایا حالانکہ آپ کو مولوی صاحب کی وفات کا نہایت سخت صدمہ تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت کم روتے تھے اور آپ کو اپنے آپ پر بہت ضبط حاصل تھا اور جب کبھی آپ روتے بھی تھے تو صرف اس حد تک روتے تھے کہ آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں۔ اس سے زیادہ آپکو روتے نہیں دیکھا گیا۔‘‘

(سیرت المہدی، جلد اوّل، روایت نمبر 436)

مائی حیات بی بی صاحبہ بنت فضل دین صاحب کی روایت ہے کہ ’’آپ کی عادت تھی کہ جب کچہری سے واپس آتے تو پہلے میرے باپ کو بلاتے اور ان کو ساتھ لے کر مکان میں جاتے۔ مرزا صاحب کا زیادہ تر ہمارے والد صاحب کے ساتھ ہی اٹھنا بیٹھنا تھا۔ ان کا کھانا بھی ہمارے ہاں ہی پکتا تھا۔ میرے والد ہی مرزا صاحب کو کھانا پہنچایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب اندر جاتے اور دروازہ بند کر لیتے اور اندر صحن میں جا کر قرآن پڑھتے رہتے۔ میرے والد صاحب بتلایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب قرآن مجید پڑھتے پڑھتے بعض وقت سجدہ میں گر جاتے ہیں اور لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں اور یہاں تک روتے ہیں کہ زمین تر ہو جاتی ہے۔‘‘ (سیرت المہدی، جلد 3، صفحہ 93)

اظہار عشق قرآن

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کبھی مغرب کی نماز گھر میں پڑھاتے تھے تو اکثر سورہ یوسف کی وہ آیات پڑھتے تھے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز میں بہت سوز اور درد تھا اور آپ کی قراءت لہر دار ہوتی تھی۔ (سیرت المہدی، جلد اول صفحہ 68)

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ میں قادیان میں آیا۔ حضور جس کمرے میں تشریف رکھتے تھے خاکسار اس کمرے کے باہر سویا ہوا تھا۔ رات کو عاجز کی آنکھ کھلی تو کیا سنتا ہوں کہ حضور چلا چلا کر قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب سے عشق کا اظہار کرتا ہے۔ حضور کے عشق کی کیفیت عاجز کے بیان سے باہر ہے۔ (الحکم 21/جولائی 1934ء، صفحہ 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’میرا بڑا حصہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گزرا ہے مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی کسی تعلیم کو خواہ اس کا عقائد کا حصہ اور خواہ اخلاقی حصہ اور خواہ تدبیر منزلی اور سیاست مدنی کا حصہ اور خواہ اعمال صالحہ کی تقسیم کا حصہ ہو، قرآن شریف کے بیان کے ہم پہلو نہیں پایا۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 485)

نیز فرمایا ’’سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوار یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے کامل رہنما ہے قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جسکی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزار ہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آب حیات ہماری زندگی کیلئے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں...... یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہ راست سے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے ان کا دل قرآن شریف کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے ان کے دل ہی اس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 381)

’’یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ مَیں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر مَیں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 442)

’’مَیں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا اور اگر لوگ چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ مَیں دنیاداری کے کاموں میں نہیں پڑا اور دینی شغل میں ہمیشہ میری دلچسپی رہی۔ مَیں نے اس کلام کو جس کا نام قرآن ہے نہایت درجہ تک پاک اور روحانی حکمت سے بھرا ہوا پایا۔ نہ وہ کسی انسان کو خدا بناتا اور نہ روحوں اور جسموں کو اسکی پیدائش سے باہر رکھ کر اسکی مذمت اور نندیا کرتا اور وہ برکت جس کیلئے مذہب قبول کیا جاتا ہے اسکو یہ کلام آخر انسان کے دل پر وارد کر دیتا ہے اور خدا کے فضل کا اسکو مالک بنا دیتا ہے۔ پس کیونکر ہم روشنی پا کر پھر تاریکی میں آویں اور آنکھیں پا کر پھر اندھے بن جاویں۔‘‘ (ساتن دھرم، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 474)

’’ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرّہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اسکے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرّہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو تیار ہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن، جلد اوّل، صفحہ 298 حاشیہ در حاشیہ نمبر 2)

’’قرآن شریف ایک ایسی پُر حکمت کتاب ہے جس نے طبِ روحانی کے قواعد کلیہ کو یعنی دین کے اصول کو جو دراصل طبِ روحانی ہے طبِ جسمانی کے قواعد کلیہ کے ساتھ تطبیق دی ہے اور یہ تطبیق ایک ایسی لطیف ہے جو صدہا معارف اور حقائق کے کھلنے کا دروازہ ہے اور سچی اور کامل تفسیر قرآن شریف کی وہی شخص کر سکتا ہے جو طبِ جسمانی کے قواعد کلیہ پیش نظر رکھ کر قرآن شریف کے بیان کردہ قواعد میں نظر ڈالتا ہے ایک دفعہ مجھے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ میں دکھلائی گئیں جو طبِ جسمانی کے قواعد کلیہ اور اصول علمیہ اور ستّہ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر مشتمل اور متضمن تھیں جن میں طبیب حاذق قرشی کی کتاب بھی تھی اور اشارہ کیا گیا کہ یہی تفسیر قرآن ہے اس سے معلوم ہوا کہ علم الابدان اور علم الادیان میں نہایت گہرے اور عمیق تعلقات ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں اور جب میں نے ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر جو طب جسمانی کی کتابیں تھیں قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طبِ جسمانی کے قواعد کلیہ کی باتیں نہایت بلیغ پیرایہ میں قرآن شریف میں موجود پائیں اور اگر خدا نے چاہا اور زندگی نے وفا کی تو میرا ارادہ ہے کہ قرآن شریف کی ایک تفسیر لکھ کر اس جسمانی اور روحانی تطابق کو دکھلاؤں۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 102-103)

قرآن کی مثال اور جس نے اسے سیکھا اور پھر اسے (پڑھنے کیلئے) کھڑا ہو گیا، ایک تھیلی کی ہے جو کستوری سے بھری ہوئی ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’قرآن سیکھو، پھر اسے (نمازِ تہجد میں) پڑھو اور سو رہو (ساری رات نماز نہ پڑھو بلکہ کچھ وقت آرام بھی کرو) کیونکہ قرآن سیکھنے والے اور اسکے ساتھ قیام کرنیوالے کی مثال ایسی ہے جیسے چمڑے کی ایک تھیلی کستوری سے بھری ہوئی ہو اور اسکی خوشبو ہر جگہ مہکتی ہو اور جس نے قرآن سیکھا، پھر سو رہا حالانکہ قرآن اسکے سینے میں ہے اسکی مثال اس طرح ہے جیسے چمڑے کی تھیلی میں کستوری ہو اور اسکا منہ (رسی وغیرہ سے کس کر) باندھ دیا گیا ہو۔‘‘ (ابن ماجہ حدیث نمبر 217)

قرآنی تعلیمات جن کا حضور علیہ السلام نے اجمالاً ذکر فرمایا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر قرآن کریم کی تعلیمات کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں یوں بیان فرمایا:

☆ تم خدا کو اپنے جسموں اور روحوں کا رب سمجھو جس نے تمہارے جسموں کو بنایا۔ اسی نے تمہاری روحوں کو پیدا کیا، وہی تم سب کا خالق ہے۔ اس بن کوئی چیز موجود نہیں ہوئی۔

☆ آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور جتنی نعمتیں زمین آسمان میں نظر آتی ہیں۔ یہ کسی عمل کنندہ کے عمل کی پاداش نہیں ہیں، محض خدا کی رحمت ہے۔ کسی کو یہ دعویٰ نہیں پہنچتا کہ میری نیکیوں کے عوض میں خدا نے سورج بنایا زمین بچھائی یا سورج پیدا کیا۔

☆ تو سورج کی پرستش نہ کر۔ تو چاند کی پرستش نہ کر۔ تو آگ کی پرستش مت کر۔ تو پتھر کی پرستش مت کر۔ تو مشتری ستارے کو مت پوجا کر۔ تو کسی آدم زاد یا اور کسی جسمانی چیز کو خدا مت سمجھ کہ یہ سب چیزیں تیرے ہی نفع کیلئے میں نے پیدا کی ہیں۔

☆ بجز خدا تعالیٰ کے کسی چیز کی بطور حقیقی تعریف مت کر کہ سب تعریفیں اسی کی طرف راجع ہیں۔ بجز اسکے کسی کو اس کا وسیلہ مت سمجھ کہ وہ تجھ سے تیری رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے۔

☆ تو اس کو ایک سمجھ کہ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ تو اس کو قادر سمجھ جو کسی فعل قابل تعریف سے عاجز نہیں۔ تو اسکو رحیم اور فیاض سمجھ کہ جسکے رحم اور فیض پر کسی عامل کے عمل کو سبقت نہیں۔

☆ تو سچ بول اور سچی گواہی دے، اگرچہ اپنے حقیقی بھائی پر ہو یا باپ پر ہو یا ماں پر ہو یا کسی اور پیارے پر ہو۔

☆ تو خون مت کر، کیونکہ جس نے ایک بے گناہ کو مار ڈالا وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے سارے جہان کو قتل کر دیا۔

☆ تو اولاد کشی اور دختر کشی مت کر۔ تو اپنے نفس کو آپ قتل نہ کر تو کسی قاتل یا ظالم کا مددگار مت ہو۔ تو زنا مت کر۔

☆ تو کوئی ایسا فعل نہ کر جو دوسرے کا ناحق باعث آزار ہو۔

☆ تو قمار بازی نہ کر تو شراب مت پی تو سود مت لے اور جو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے۔ وہی دوسرے کیلئے کر۔

☆ تو نامحرم پر ہرگز آنکھ مت ڈال نہ شہوت سے نہ خالی نظر سے کہ یہ تیرے لئے ٹھوکر کھانے کی جگہ ہے۔

☆ تم اپنی عورتوں کو میلوں اور محفلوں میں مت لیجاؤ اور ان کو ایسے کاموں سے بچاؤ کہ جہاں وہ ننگی نظر آویں۔ تم اپنی عورتوں کو زیور چھنکاتے ہوئے خوش اور نظر پسند لباس میں کوچوں اور بازاروں اور میلوں کی سیر سے منع کرو۔ اور ان کو نامحرموں کی نظر سے بچاتے رہو۔ تم اپنی عورتوں کو تعلیم دو اور دین اور عقل اور خدا ترسی میں ان کو پختہ کرو اور اپنے لڑکوں کو علم پڑھاؤ۔

☆ تو جب حاکم ہو کر کوئی مقدمہ کرے، تو عدالت سے کر اور رشوت مت لے اور جب تو گواہ ہو کر پیش ہو تو سچی گواہی دیدے اور جب تیرے نام حاکم کی طرف سے بغرض ادا کسی گواہی کے حکم طلبی کا صادر ہو۔ تو خبردار حاضر ہونے سے انکار مت کیجو اور عدول حکمی مت کریو۔

☆ تو خیانت مت کر تو کم وزنی مت کر اور پورا پورا تول۔ تو جنس ناقص کو عمدہ کی جگہ مت بدل۔ تو جعلی دستاویز مت بنا اور اپنی تحریر میں جعل سازی نہ کر۔ تو کسی پر تہمت مت لگا اور کسی کو الزام نہ دے کہ جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں۔

☆ تو چغلی نہ کر، تو گلہ نہ کر اور جو تیرے دل میں نہیں وہ زبان پر مت لا۔

☆ تیرے پر تیرے ماں باپ کا حق ہے جنہوں نے تجھے پرورش کیا، بھائی کا حق ہے، محسن کا حق ہے، سچے دوست کا حق ہے، ہمسایہ کا حق ہے، ہموطنوں کا حق ہے، تمام دنیا کا حق ہے۔ سب سے رتبہ برتبہ ہمدردی سے پیش آ۔

☆ شرکاء کے ساتھ بد معاملگی مت کر یتیموں اور نا قابلوں کے مال کو خورد برد مت کر۔

☆ اسقاط حمل مت کر۔ تمام قسموں زنا سے پرہیز کر کسی عورت کی عزت میں خلل ڈالنے کیلئے اس پر بہتان مت لگا۔

☆ رو بخدا ہو اور رو بدنیا نہ ہو کہ دنیا ایک گذر جانے والی چیز ہے اور وہ جہان ابدی جہان ہے۔ بغیر ثبوت کامل کے کسی پر نالائق تہمت مت لگا کہ دلوں اور کانوں اور آنکھوں سے قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔

☆ کسی سے کوئی جبراً چیز مت چھین اور قرض کو عین وقت پر ادا کر اور اگر تیرا قرض دار نادار ہے تو اس کو قرض بخش دے اور اگر اتنی طاقت نہیں۔ تو قسطوں سے وصول کر لیکن تب بھی اسکی وسعت وطاقت دیکھ لے۔

☆ کسی کے مال میں لاپرواہی سے نقصان مت پہنچا اور نیک کاموں میں لوگوں کو مدد دے۔

☆ اپنے ہم سفر کی خدمت کر اور اپنے مہمان کے ساتھ تواضع سے پیش آ۔ سوال کرنے والے کو خالی مت پھیر اور ہر ایک جاندار بھوکے پیاسے پر رحم کر۔"

(ماخوذ از حیات احمد، از حضرت یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ)

قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی تڑپ

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب آپ کے دعویٰ مسیح موعود علیہ السلام سے قبل کی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور یہ ان کی تحقیق کا نچوڑ ہے۔

اس وقت آپ کے مشاغل بجز عبادت و ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن مجید اور کچھ نہ تھے۔ آپ کو یہ عادت تھی کہ عموماً ٹہلتے رہتے اور پڑھتے رہتے۔ دوسرے لوگ جو حقائق سے ناواقف تھے وہ اکثر آپ کے اس شغل پر ہنسی کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت اس پر تدبر اور تفکر کی بہت عادت تھی۔ اس قدر تلاوت قرآن مجید کا شوق اور جوش ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی اس مجید کتاب سے کس قدر محبت اور تعلق تھا اور آپ کو کلام الٰہی سے کیسی مناسبت اور دلچسپی تھی اور اس تلاوت اور پُر غور مطالعہ نے آپ کے اندر قرآن مجید کی صداقت اور عظمت کے اظہار کیلئے ایک جوش پیدا کر دیا تھا اور خدا تعالیٰ نے علوم قرآنی کا ایک بحر ناپیدا کنار آپ کو بنا دیا تھا۔ جو علم کلام آپ کو دیا گیا اس کی نظیر پہلوں میں نہیں ملتی۔ غرض ایک تو قرآن مجید کے ساتھ غایت درجہ کی محبت تھی اور اسکی عظمت اور صداقت کے اظہار کیلئے ایک روبجلی کی طرح آپ کے اندر دوڑ رہی تھی۔ (حیات احمد، صفحہ 135-136)

اپنوں اور غیروں کو قرآن پڑھانے میں خوشی

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے حضرت مولانا نورالدین صاحب سے قرآن پڑھنے اور ان کے درس میں بیٹھنے کی بہت تاکید فرماتے تھے بلکہ خود بھی مجھے پڑھایا کرتے تھے اور قرآن شریف کے مطالب سمجھایا کرتے تھے۔ (تذکرۃ المہدی، صفحہ 174) دعویٰ سے پہلے قیام سیالکوٹ کے دوران آپ مرزا نظام الدین

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

طالب دُعا: خورشید احمد گنائی صاحب و اہل خانہ (امیر جماعت احمدیہ رشی نگر، جموں کشمیر)

اللہ اس کتاب کے ذریعہ بہت سی قوموں کو ترقی دے گا اور بعض دوسری قوموں کو پست کر دے گا

نافع بن عبدالحارث جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ کا حاکم مقرر کیا ہوا تھا، حضرت عمر بن خطاب کو بمقام عسفان ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے دریافت کیا کہ اہل مکہ پر اپنا جانشین کس کو مقرر کر کے آئے ہو، نافع نے جواب دیا ابنِ ابزیٰ کو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا، کون ابن ابزی؟ نافع نے کہا کہ ایک آدمی جو ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے ان پر ایک آزاد کردہ غلام اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ نافع نے کہا کہ وہ اللہ کی کتاب کا پڑھنے والا اور فرائض کا عالم، قاضی ہے۔ کیا تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا؟ کہ: اللہ اس کتاب کے ذریعہ بہت سی قوموں کو ترقی دے گا اور بعض دوسری قوموں کو پست کر دے گا۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر 218)

صاحب اور ایک ہندو وکیل بھیم سین کو قرآن پڑھاتے تھے اس نے تقریباً 14 پارے حضور سے پڑھے تھے (تذکرہ، صفحہ 694) حضرت حکیم فضل دینؓ کی خواہش پر ان کو اور حضرت مولوی عبد اللہ سنوری صاحبؓ کو بھی قرآن کا کچھ حصہ پڑھایا تھا۔

(سیرۃ المہدی، روایت نمبر 653)

قرآن کی عزت و عظمت کیلئے غیرت

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام بحیثیت ایک باپ کے نہایت شفیق اور مہربان تھے۔ کبھی پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگ بچوں کو ماریں۔ پھر اپنی اولاد کو جو خدا تعالیٰ کے نشانات میں سے تھی ہر طرح دلداری فرماتے تھے...... باوجود اس قدر نرمی اور شفقت علی الاولاد کے جب قرآن مجید کا کوئی معاملہ پیش آ جاتا تو بچوں کی کوئی حقیقت آپؑ کے سامنے نہ رہتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ میاں مبارک احمد اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا سے جبکہ وہ بہت چھوٹے بچے تھے، قرآن مجید کی بے ادبی ہوگئی۔ اس وقت آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور ایسے زور سے طمانچہ مارا کہ انگلیوں کے نشان اسکے گلاب جیسے رخسار پر نمایاں ہوگئے۔ (ایک روایت کے مطابق مونہہ پر نہیں کاندھے پر چپت لگاتے ہوئے پرے کیا تھا) اور فرمایا اس کو میری آنکھوں کے آگے سے ہٹا لو۔ یہ اب ہی قرآن شریف کی بے ادبی کرنے لگا ہے تو پھر کیا ہوگا۔''

(حیات احمد، جلد اوّل حصہ دوم، صفحہ 174)

مضمون یا کتاب لکھنے کیلئے قرآن کو مقدم رکھنا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اور لوگ تو کوئی مضمون لکھیں تو مختلف کتابیں دیکھتے اور ادھر ادھر سے اپنے مطلب کی باتیں اخذ کر کے مضمون لکھتے ہیں اور کبھی قرآن شریف کو بھی دیکھ لیتے ہیں لیکن حضرت صاحب کو میں نے دیکھا ہے۔ مضمون لکھنا ہو یا کوئی کتاب تو اس سے قبل آپ بالضرور مقدم طور پر قرآن شریف کو پڑھتے اور اکثر دفعہ میں نے دیکھا کہ سارے کا سارا قرآن شریف پڑھتے اور خوب غور و خوض فرماتے پھر کچھ لکھتے گویا آپ کی ہر تحریر قرآن شریف پر مبنی ہوتی۔ جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ لکھا وہ قرآن ہی کے مطالب بیان کئے۔

اگرچہ سارے قرآن شریف کے ساتھ آپ کو تعلق تھا لیکن بالخصوص سورہ فاتحہ کے ساتھ آپ کو بہت تعلق تھا۔ کوئی مضمون ایسا نہیں جس میں آپ نے سورہ فاتحہ سے کچھ نہ کچھ استنباط اور استدلال کر کے پیش نہ کیا ہو۔ اعجاز المسیح نام ایک کتاب سورہ فاتحہ کی تفسیر میں عربی زبان میں لکھی۔ ایسا ہی براہین احمدیہ میں بھی ایک حصہ سورہ فاتحہ کی تفسیر پر صَرف فرمایا اور اور جگہوں پر بھی بالخصوص اسکی تفسیر و مطالب کو بیان فرمایا۔ (الفضل 15/جنوری 1926ء)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف کی گواہی

حضرت مرزا صاحب تمام اوقات خدائے عزوجل کی عبادت میں گزارتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں یا قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں یا دوسرے ایسے ہی دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور دین اسلام کی حمایت پر اس طرح کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ زماں لندن کو بھی دین محمدی ...... قبول کرنے کی دعوت دی ہے اور روس اور فرانس اور دیگر ملکوں کے بادشاہوں کو بھی اسلام کا پیغام بھیجا ہے اور ان کی تمام تر سعی و کوشش اس بات میں ہے کہ وہ لوگ عقیدہ تثلیث و صلیب کو جو کہ سراسر کفر ہے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اختیار کر لیں۔

(اشارات فریدی، جلد 3 صفحہ 69)

منشی عبد الواحد صاحب کی گواہی

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے فرماتے ہیں: منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حاجی ولی اللہ جو ہمارے قریبی رشتہ دار تھے اور کپورتھلہ میں سیشن جج تھے۔ اُن کے ایک ماموں منشی عبد الواحد صاحب ایک زمانہ میں بٹالہ میں تحصیلدار ہوتے تھے۔ منشی عبد الواحد صاحب بٹالہ سے اکثر اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو ملنے کیلئے جایا کرتے تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ اس وقت حضرت صاحب کی عمر 15/14 سال کی ہوگی اور بیان کرتے تھے کہ اس عمر میں حضرت صاحب سارا دن قرآن شریف پڑھتے رہتے اور حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب حضرت صاحب کے متعلق اکثر فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا کسی سے غرض نہیں رکھتا۔ سارا دن مسجد میں رہتا ہے اور قرآن شریف پڑھتا رہتا ہے۔ منشی عبد الواحد صاحب قادیان بہت دفعہ آتے جاتے تھے۔ اُن کا بیان تھا کہ میں نے حضرت صاحب کو ہمیشہ قرآن شریف پڑھتے دیکھا ہے۔ (سیرۃ المہدی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرآن کریم سے عشق کی غیروں نے گواہی دی

آپ کے بچپن کے ساتھی لالہ ملاوامل کی گواہی ہے۔ آپ کو قرآن سے بھی خاص عشق تھا۔ آپ ہمیشہ رات کو دو تین بجے کے قریب اٹھتے اور نماز شروع کر دیتے بہت اطمینان سے نماز پڑھ کر پھر قرآن شریف پڑھتے۔ پھر صبح کی نماز پڑھتے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر سو جاتے۔ اس سونے کو آپ نوری ٹھونکا کہتے۔ اس کے بعد سیر کو جاتے اور سیر میں بھی دینی باتوں میں مصروف رہتے۔

(الفضل 24/دسمبر 1935ء صفحہ 5)

قرآن کی محبت میں

عربی، فارسی اور اردو کے منظوم کلام

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''آپؑ کے مشاغل بجز عبادت و ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن مجید اور کچھ نہ تھے۔ آپؑ کو یہ عادت تھی کہ عموماً ٹہلتے رہتے اور پڑھتے رہے۔ دوسرے لوگ جو حقائق سے ناواقف تھے وہ اکثر آپؑ کے اس شغل پر ہنسی کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت اس پر تدبر اور تفکر کی بہت عادت تھی۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپؑ کے پاس ایک قرآن مجید تھا۔ اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔ اس قدر تلاوت قرآن مجید کا شوق اور جوش ظاہر کرتا ہے کہ آپؑ کو خدا تعالیٰ کی اس مجید کتاب سے کس قدر محبت اور تعلق تھا اور آپؑ کو کلام الٰہی سے کیسی مناسبت اور دلچسپی تھی۔ اسی تلاوت اور پُرغور مطالعہ نے آپ کے اندر قرآن مجید کا ایک بحر ناپیدا کنار آپ کو بنا دیا تھا۔ جو علم کلام آپ کو دیا گیا اس کی نظیر پہلوں میں نہیں ملتی...... غرض ایک تو قرآن مجید کے ساتھ غایت درجہ کی محبت تھی اور اسکی عظمت اور صداقت کے اظہار کیلئے ایک رَو بجلی کی طرح آپ کے اندر دوڑ رہی تھی۔ جسکا ظہور بہت جلد ہو گیا۔ قرآن مجید کے ساتھ محبت اور عشق کے اظہار میں آپ کا فارسی، عربی، اردو کلام شاہد ناطق ہے۔ ایسے رنگ اور اسلوب سے قرآن کریم کی مدح کی ہے کہ دوسروں کو وہ بات نصیب نہیں ہوئی۔

(حیات احمد، جلد اوّل، صفحہ 172-173)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

نوع انسان کیلئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

طالب دعا: محمد منیر احمد ولد مکرم غلام محمد سنوری صاحب مرحوم وافراد خاندان (ماریڈی)

صبح کے وقت کلام اللہ کی تلاوت کرنے کی برکت

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ لَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ، وَلَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهِ أَوْ لَمْ يُعْمَلْ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ أَلْفَ رَكْعَةٍ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوذر اگر صبح اللہ کی کتاب سے ایک آیت سیکھ لے، تو یہ تیرے لئے سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر تو صبح کو ایک باب علم کا سیکھ لے اور اس پر عمل کیا گیا، یا نہ کیا گیا، تیرے لئے ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔'' (ابن ماجہ حدیث نمبر 219)

نمونہ عربی کلام

وَإِذَا أَرَى وَجْهًا بِأَنْوَارِ الْجَمَالِ مُصَبَّغَا
فَدَرَى الْمُعَارِضُ أَنَّهُ أَلْغَا الْفَصَاحَةَ أَوْ لَغَا

اور جب قرآن نے اپنا ایسا چہرہ دکھایا جو انوار جمال سے رنگین تھا تو معارض سمجھ گیا کہ وہ قرآن کے معارضہ میں فصاحت بلاغت سے دور ہے اور لغو بک رہا ہے۔

مَنْ كَانَ ذَا عَيْنِ النُّهٰى فَإِلٰى مَحَاسِنِهِ صَغٰى
إِلَّا الَّذِيْ مِنْ جَهْلِهِ أَبْغَى الضَّلَالَةَ أَوْ بَغٰى

جو شخص عقلمند تھا وہ قرآن کے محاسن کی طرف مائل ہو گیا ہاں وہ باقی رہا جو گمراہی کا مددگار بنا اور ظلم اختیار کیا۔

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ هُدًى يَوْمًا فَيَوْمًا فِي الثَّغَا
مَنْ كَانَ مُنْكِرَ نُوْرِهِ قَدْ جِئْتُهُ مُتَفَرِّغَا

اسکی ہدایتیں نور علیٰ نور ہیں اور دن بدن وہ نور زیادتی میں ہے اور جو شخص اسکے نور کا منکر ہے میں اسی کیلئے فارغ ہو کر آیا ہوں۔

نمونہ اردو کلام

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

نمونہ فارسی کلام

این روشنی ولمعان شمس الضحیٰ ندارد
یہ روشنی اور چمک (جو قرآن میں ہے) دوپہر کے وقت چمکنے والے سورج میں بھی نہیں ہے۔
واین دلبری وخوبی کس در قمر ندیدہ
اور یہ دلبری اور خوبی (جو قرآن میں ہے) کسی نے چاند میں بھی نہیں دیکھی۔
یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا
یوسف علیہ السلام کوئیں کی گہرائی میں تن تنہا پڑے رہے۔
وایں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ
اور اس یوسف (یعنی قرآن کریم کے جمال) نے کئی لوگوں کو کوئیں سے باہر نکالا ہے۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 304 حاشیہ در حاشیہ نمبر 2)

قرآن پڑھنے والا خدا کا عاشق ہو جاتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے جو کچھ اپنی خوبیوں کا قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ تمام حسن اور محبوبانہ اخلاق کے بیان میں ہے اور اسکے پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کو خدا کا عاشق بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہزارہا عاشق بنائے اور میں بھی ان میں سے ایک ناچیز بندہ ہوں۔“

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 431)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عشق محض محبوبانہ نہیں تھا کہ صرف قرآن شریف کو دیکھ کر اسکے حسن کے گھائل ہو گئے بلکہ عارفانہ تھا کہ ایک وسیع و عریض مطالعہ کے بعد آپ کے دل نے اس کی عظمتوں کی گواہی دی۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب قرآن کریم کی عظمت اور اہمیت کو سمجھتے ہوئے اسکے موتیوں کو اپنی زندگیوں میں پرونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب اس کے حقیقی عاشق ہو جائیں۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

بدر کیا ہے، مہدیٔ موعودؑ کا سالار ہے

(محمد ابراہیم سرورؔ۔ قادیان)

شرک و بدعت، کفر و ظلمت کیلئے یلغار ہے
بدر کیا ہے ، مہدیٔ موعودؑ کا سالار ہے
علم و عرفاں اور حکمت کے لُٹا موتی رہا
ضوفشانی کر رہا ہے حق کی یہ ضوبار ہے
مہدیٔ موعودؑ کی آمد کی دیتا ہے خبر
عقل والوں کیلئے تبشیر ہے ،اِنذار ہے
روشنی جو قادیان کی چھائی تھی کُل ہند پر
نور سے اس کے مگر اَب کُل جہاں گلزار ہے
معرکہ جو اِک ہوا تھا حق و باطل میں ،سُنو!
یہ اُسی فرقان کی مانند اک للکار ہے
دست و بازو خود کہا اِس کو مسیحِ پاکؑ نے
جَگ کے سب اخبار میں، بے مثل اِک سردار ہے
احمدیّت کی اشاعت یہ سدا کرتا ہے اور
خُلق کی تعمیر میں بھی بے خطا معمار ہے
کفر کی کالی گھٹا کافور کرنے کیلئے
یہ نمایاں کر رہا اپنا ادا کردار ہے
دور آئے کیسے بھی، رُکتا نہیں تھمتا نہیں
یہ مسلسل بڑھ رہا، گو راستہ پُرخار ہے
ہے حقیقی دوست وہ جو ساتھ دے آخر تلک
یہ حقیقی دوست ہے، اور مخلص و غمخوار ہے
مہدیٔ دوراںؑ کی نُصرت پے سدا مامور یہ
قوم اور نسلوں کو، سرورؔ کر رہا بیدار ہے

اخبار بدر کے شماروں کی حفاظت کریں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی یادگار اخبار ”اخبار بدر“ 1952 سے لگاتار قادیان دارالامان سے شائع ہو رہا ہے، اور احباب جماعت کی دینی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔ اس میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات و تحریرات کے علاوہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تازہ خطبات جمعہ و خطابات، روح پرور پیغامات، خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب اور حضور پرنور کے دورہ جات کی نہایت ایمان افروز اور دینی و دنیاوی علم کے خزانوں سے بھرپور رپورٹس شائع ہوتی ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنا، ان کو دوسروں تک پہنچانا، ان پر عمل کرنا اور ان کے ذریعہ اپنی اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ ان تمام مقاصد کے حصول کے لیے اخبار بدر کے شماروں کو حفاظت کے ساتھ اپنے پاس محفوظ رکھنا ہم سب کی اہم ذمہ داری ہے۔ دینی تعلیم و تربیت پر مشتمل یہ مقدس اخبار تقاضا کرتا ہے کہ اس کا احترام کیا جائے۔ لہٰذا اس کو رڈی میں فروخت کرنا اس کے احترام کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔ اگر اس کو سنبھالنا ممکن نہ ہو تو احتیاط کے ساتھ اس کو تلف کریں تاکہ ان مقدس تحریرات کی بے حرمتی نہ ہو۔ امید ہے کہ احباب جماعت اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے ان امور کو ملحوظ رکھیں گے۔ (ادارہ)

قرآن حجت ہے، تیرے حق میں یا تیرے خلاف

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” وضو پورے طور پر کرنا نصف ایمان ہے۔ الحمد للہ میزان (ترازو) کو بھر دیتا ہے۔ تسبیح و تکبیر آسمانوں اور زمین کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نُور ہے اور زکوٰۃ برہان (دلیل) ہے۔ صبر روشنی ہے۔ قرآن حجت ہے۔ تیرے حق میں یا تیرے خلاف۔ لوگوں میں سے ہر ایک ایسی حالت میں صبح کرتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو بیچنے والا ہوتا ہے یا تو اُسے آزاد کروا لیتا ہے، یا اُسے ہلاک کروا لیتا ہے۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر 280)

عبادت کے متعلق قرآن کریم کی اعلیٰ وارفع تعلیمات

(تنویر احمد ناصر، نائب ناظر نشر واشاعت قادیان)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) یعنی میں نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔ یعنی جس قدر بھی مخلوق اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اس کی غرض یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۗ إِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (بنی اسرائیل: 45) یعنی ساتوں آسمان اور زمین اور جواُن میں (بسنے والے) ہیں اسکی تسبیح کرتے ہیں اور (دنیا کی) ہر چیز اسکی تعریف کرتی ہوئی (اسکی) تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان (اشیا) کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ وہ یقیناً پردہ پوشی کرنے والا (اور) بہت (ہی) بخشنے والا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے، حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر بھی انبیا مبعوث ہوئے، ان کی بعث کا مقصد یہی بیان فرمایا کہ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل: 36) اور ہم نے یقیناً ہر قوم میں (کوئی نہ کوئی) رسول (یہ حکم دے کر) بھیجا ہے کہ (اَے لوگو) تم اللہ کی عبادت کرو۔ اور حد سے بڑھنے والے سے کنارہ کش رہو۔

حدیث قدسی ہے کہ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِكَيْ أُعْرَفَ (بحار الانوار، العلامۃ المجلسی، جلد 84، صفحہ 344) یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں۔

اللہ تعالیٰ کے انبیا کو اللہ تعالیٰ کا جو عرفان نصیب ہوتا ہے وہ ان کو ہر وقت اس بات کیلئے بے قرار رکھتا ہے کہ لوگ برے کاموں سے باز آجائیں اور غیر اللہ کی پرستش چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں، اسکی عبادت کریں اور اس سے تعلق پیدا کریں کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کا قرب اور اس سے پیار و محبت کے نظارے دیکھے ہوتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ دنیا بھی اس پیارے خدا کو پہچان لے اور اس سے تعلق پیدا کرلے۔

انبیاء دراصل اللہ تعالیٰ کے اس ارادہ کی تکمیل کیلئے دنیا میں آتے ہیں کہ لوگ خدا کو پہچانیں اور اللہ تعالیٰ نے وہبی طور پر یہ خواہش نبیوں کو ودیعت کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کی تعلیم میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم بنیادی طور پر پایا جاتا ہے۔ انبیاء کرام کے دل میں لوگوں کے ہدایت پا جانے اور مومن بن جانے کی بے انتہا تڑپ ہوتی ہے۔ یہی تڑپ تھی جس کے غم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر وقت نڈھال رہتے تھے کہ کاش لوگ خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرنے لگ جائیں اور اللہ کے نیکوکار بندے بن جائیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی حکم کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود پر یہ ظلم کرنے سے روکا کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء: 4) یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا تو اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کرلے گا کہ لوگ ایمان نہیں لارہے۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مثال کے ذریعہ اپنی اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ ''میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس آگ نے اردگرد کی جگہ کو روشن کردیا تو اس میں پتنگے اور حشراتُ الارض گرنے لگے، وہ شخص ان کو آگ میں گرنے سے روکتا ہے اور وہ اس پر غالب آکر آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہیں، پس یہ میری مثال اور تمہاری مثال ہے، میں تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں جہنم میں جانے سے روک رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم لوگ میری بات نہ مان کر جہنم میں گرے چلے جارہے ہو۔''

(مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ)

تمام انبیا کو یہ حکم ملا کہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاؤ

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ دنیا میں جس قدر بھی انبیا آئے انہوں نے لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلایا۔ اسکی کچھ مثالیں درج کی جارہی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ (المائدہ 118) کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (الاعراف: 60) یعنی اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ میں تم پر بڑے دن کے عذاب کے نازل ہونے سے ڈرتا ہوں۔

حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ (الاعراف: 66) یعنی اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم ثمود سے کہا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الاعراف: 74) یعنی اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک کھلی دلیل آچکی ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا انہوں نے اپنی قوم سے کہا: يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الاعراف: 86) یعنی اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک کھلی دلیل آچکی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسکا تقویٰ اختیار کرو اگر تم جانتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے۔

غرضیکہ تمام انبیاء نے اپنی قوم کو یہی تعلیم دی کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور سب سے پہلے خود انہوں نے اس تعلیم پر عمل کرکے ایک پاک نمونہ قائم کیا جس کے نتیجہ میں عبادت گزار بندوں کی ایک جماعت ان کے اردگرد جمع ہوگئی۔

قرآن مجید میں عبادت کا حکم

سورہ البقرہ میں اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو عبادت کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے: يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ: 22) یعنی اَے لوگو! اپنے (اس) ربّ کی عبادت کرو جس نے تمہیں (بھی) اور انہیں (بھی) جو تم سے پہلے گزرے ہیں پیدا کیا ہے تاکہ تم (ہر قسم کی آفات سے بچو)۔

اس آیت میں عبادت کے حکم کے ساتھ ساتھ اسکا فائدہ بھی بتادیا کہ اسکے ذریعہ تمہیں تقویٰ نصیب ہوگا۔ تقویٰ کے معنی نیکی، پرہیزگاری اور خدا تعالیٰ کے خوف کے بھی ہیں اور ایک معنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ کے بھی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم پرہیزگاری اختیار کروگے تو تم اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اسکی پناہ میں آجاؤ گے اور وہ تمہیں ہر قسم کی آفات اور مشکلات سے بچائے گا۔ یہ بہت بڑا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا۔

اسلام میں عبادت کا حقیقی تصوّر

پھر سورہ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (النساء: 37) اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور شرک نہ کرنے کے حکم کے ساتھ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار

ہمسایوں، غیر رشتہ دار ہمسایوں، ہم جلیسوں، مسافروں اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی عبادت میں شامل ہے۔ اس لحاظ سے اگر کوئی شخص عبادتیں تو بہت کرتا ہو لیکن اسکے ساتھ کسی سے بدسلوکی کرتا ہو، کسی کا حق مارتا ہو کسی کو گالی دیتا ہو یا اور کسی بھی رنگ میں کوئی ظلم یا زیادتی کرتا ہو تو اسکی عبادت رائیگاں جائے گی۔ ایسی بداخلاقی اور ظلم کے ساتھ اگر کوئی عبادت کرتا ہے تو اسے خدا تعالیٰ کی جناب میں نیکی اور عبادت نہیں مانا جائے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ:178) یعنی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو۔ بلکہ نیکی اسی کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور مال دے اس کی محبت رکھتے ہوئے اقرباء کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو نیز گردنوں کو آزاد کرانے کی خاطر۔ اور جو نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور وہ جو اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں جب وہ عہد باندھتے ہیں اور تکلیفوں اور دکھوں کے دوران صبر کرنے والے ہیں اور جنگ کے دوران بھی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے صدق اختیار کیا اور یہی ہیں جو متّقی ہیں۔

یہ ہے اسلام کا حقیقی تصور عبادت۔ عبادتِ الٰہی کو صرف نماز، روزہ اور دیگر فرائض تک محدود سمجھنا درست نہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت سعد بن ابی وقاص اپنی ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيِّ امْرَأَتِكَ (بخاری، کتاب الجنائز، حدیث نمبر 1295) یعنی یاد رکھو کہ جو خرچ بھی تم اللہ کی رضا کی نیت سے کروگے تو اس پر بھی تمہیں ثواب ملے گا۔ حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (بخاری، کتاب العتق، باب العبد راع فی مال سیدہ، حدیث نمبر: 2558) یعنی تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ امام حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کے معاملات کا افسر ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی افسر ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے آقا (سید) کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اسکے بارے میں سوال ہوگا۔ پس تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ (بخاری کتاب الادب، باب الوصاة بالجار حدیث نمبر: 6014) یعنی جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں بار بار اس طرح وصیت کرتے رہے کہ مجھے خیال گزرا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں شریک نہ کردیں۔

ان تمام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے واضح ہوجاتا ہے کہ عبادت کا حقیقی مفہوم یہی ہے کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق کے ساتھ بھی حسن سلوک اور رحم و کرم کا معاملہ کیا جائے۔ تبھی حقیقی معنوں میں ایک انسان اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبادت گزار بن سکے گا۔

قرآن مجید میں بیان کردہ اسلامی عبادات

حدیث شریف میں آتا ہے کہ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: بُنی الاسلام علی خمس)

یعنی ”حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“

نماز کا حکم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرہ:44) یعنی اور نماز کو قائم رکھو اور زکوۃ دو اور خدا کی خالص پرستش کرنے والوں کے ساتھ مل کر خدا کی خالص پرستش کرو۔

نیز فرمایا وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (البقرہ:57) یعنی اور نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیام نماز کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ نماز قائم کرنا اللہ تعالیٰ کے رحم کو جذب کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

نماز مقررہ وقت پر ادا کرنی چاہئے

فرمایا فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:104) یعنی نماز کو قائم کرو۔ یقیناً نماز مومنوں پر ایک وقتِ مقرّرہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

سورۃ النساء کا زمانۂ نزول تین سے پانچ ہجری کا ہے اور سن چار ہجری میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا تھا جس میں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی تھی۔ اس سے پہلی آیت کریمہ میں جنگی حالات میں ادا کی جانے والی نماز کے اصول و ضوابط بیان کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں نماز ادا کرنی فرض ہے بلکہ وقت پر ادا کرنی فرض ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمیشہ نماز کو وقت پر ادا کرتے تھے۔ وقت پر باجماعت نماز چھوٹ جانے کا صحابہ میں کس قدر خوف تھا اسکا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک موقع پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو لوگ نمازِ عصر ادا کر چکے تھے، یہ دیکھ کر آپؓ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور لوگوں سے فرمایا کہ ”میری عصر کی جماعت فوت ہوگئی ہے، لہٰذا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مساکین پر صدقہ ہے تاکہ یہ اس کام کا کفارہ ہوجائے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، باب صلاۃ الجماعۃ، جلد 1، صفحہ 311)

نمازوں کے اوقات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل 79 تا 80) یعنی سورج کے ڈھلنے سے شروع

جنبی اور حائضہ قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ الْجُنُبُ، وَلَا الْحَائِضُ (ابن ماجہ حدیث نمبر 595)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قرآن کو جنبی اور حائضہ عورت نہ پڑھے۔“

ہوکر رات کے چھا جانے تک نماز کو قائم کر اور فجر کی تلاوت کو اہمیت دے۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اُسکی گواہی دی جاتی ہے۔اور رات کے ایک حصہ میں بھی اس (قرآن) کے ساتھ تہجد پڑھا کر۔ یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہوگا۔قریب ہے کہ تیرا ربّ تجھے مقامِ محمود پر فائز کردے۔

اس آیت کریمہ میں سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک چار نمازیں آگئیں۔ یعنی نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔کیونکہ یہ چاروں نمازیں سورج ڈھلنے سے رات گئے تک پڑھی جاتی ہیں۔

آگے فرمایا کہ صبح کی تلاوت کو اہمیت دو۔ اس سے نمازِ فجر مراد ہے۔اس لحاظ سے اس آیت کریمہ میں پانچ نمازوں اور ان کے اوقات کا ذکر آیا گیا ہے۔

اسکے بعد نماز تہجد کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔حضرت اسماء بنتِ یزیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ’’قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے، اس وقت منادی پکارے گا، کہاں ہیں وہ جن کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا ہوتی تھیں؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے۔ یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر اور لوگوں کیلئے حساب کا حکم ہوگا۔

(شعب الایمان، باب تحسین الصلاۃ والاکثار منہا لیلاً ونہاراً احدیث نمبر:3244)

ان آیات میں مقام محمود کا بطور خاص ذکر آیا ہے۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی گئی کہ مقامِ محمود کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا ’’وہ شفاعت ہے۔‘‘

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ’’جو اذان سن کر یہ دعا کرے ’’اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ‘‘یعنی اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقامِ محمود پر کھڑے کرنا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔‘‘ تو اُس کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہوگئی۔(بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء)

یہ اس قدر خوبصورت اور پیارا مضمون ہے کہ جس قدر اسکی گہرائیوں میں داخل ہوتے جاؤ نئے سے نئے لعل و جواہر اور خزانے ملتے چلے جائیں گے لیکن چونکہ مجھے اپنے مضمون کو اختصار کے ساتھ مکمل کرنا ہے اس لئے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

نمازوں کی حفاظت کا حکم اور اس کے معنی

سورۃ البقرۃ میں اللہ فرماتا ہے حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ یعنی (اپنی) تمام نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص مرکزی نماز کی اور اللہ کے حضور فرمانبرداری کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ تمام نمازوں کی پابندی ونگہبانی کرو۔یعنی ہمیشہ باجماعت نماز پڑھو، درست نماز پڑھو اور صحیح وقت پر پڑھو۔ اس جگہ درمیانی نماز کی خصوصیت سے تاکید کی گئی ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے جیسا کہ بخاری میں ہے ’’نماز وسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے۔‘‘(بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین)

نماز جمعہ اور اس کی فرضیت

سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (الجمعۃ : 10) یعنی اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن کے ایک حصّہ میں نماز کیلئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

احادیث میں جمعہ کے روز کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔حضرت ابولبابہؓ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ’’جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بڑا ہے، اس میں پانچ خصلتیں ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا (2) اسی میں انہیں زمین پر اُتارا (3) اسی میں انہیں وفات دی (4) اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے اللہ تعالیٰ اسے دے گا، جب تک حرام کا سوال نہ کرے (5) اور اسی دن میں قیامت قائم ہوگی، کوئی مُقرب فرشتہ، آسمان وزمین، ہوا، پہاڑ اور دریا ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو۔(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب فی فضل الجمعۃ)

اَحادیث میں جہاں نمازِ جمعہ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں وہیں جمعہ کی نماز چھوڑنے پر وعید بھی بیان کی گئی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آئیں گے یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کردے گا، پھر وہ غافلین میں سے ہوجائیں گے۔

(مسلم، کتاب الجمعۃ، باب التغلیظ فی ترک الجمعۃ)

زکوٰۃ اور اس کے احکام

اسلام کی سب سے مقدم عبادت نماز ہے جسکے بعد زکوٰۃ کا نمبر آتا ہے۔نماز ہجرت سے ایک سال پہلے فرض ہوئی تھی جبکہ زکوۃ 2ھ کو فرض ہوئی۔قرآن کریم میں نماز اور زکوۃ کو 82 مقامات پر ملا کر بیان کیا گیا ہے۔جس سے اسکی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔اسلام ایک ایسا نظام معاش قائم کرتا ہے جس سے قومی سرمایہ اوپر اوپر ہی نہ گھومتا رہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ یعنی تا ایسا نہ ہو کہ یہ (مالِ غنیمت) تمہارے امراء ہی کے دائرے میں چکر لگاتا رہے۔(الحشر: 8) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکم ہوا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ (التوبہ:104) یعنی تُو ان کے مالوں میں سے صدقہ قبول کرلیا کر، اس ذریعہ سے تو اُنہیں پاک کرے گا نیز اُن کا تزکیہ کرے گا اور اُن کیلئے دعا کیا کر۔

زکوۃ کے مصارف

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَ الْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (التوبہ: 61) صدقات تو محض محتاجوں اور مسکینوں اور اُن (صدقات) کا انتظام کرنے والوں اور جن کی تالیفِ قلب کی جا رہی ہو اور گردنوں کو آزاد کرانے اور چٹی میں مبتلا لوگوں اور اللہ کی راہ میں عمومی خرچ کرنے اور مسافروں کے لئے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فرض ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف کا ذکر ہے۔یعنی فقراء، مساکین، عاملین زکوٰۃ (زکوٰۃ اکٹھی کرنے والے)، مؤلفۃ القلوب، غلام کی آزادی، مقروض، فی سبیل اللہ اور مسافر۔

حدیث شریف میں آتا ہے، حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، أَرَأَیْتَ إِنْ أَدّٰی رَجُلٌ زَکَاۃَ مَالِہٖ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ أَدّٰی زَکَاۃَ مَالِہٖ فَقَدْ ذَھَبَ عَنْہُ شَرُّہٗ (اخرجہ ابن خزیمۃ فی الصحیح، جلد 4 صفحہ 13)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی؟ حضور نبی

سجدہ والی آیت میں سجدہ کرنے کا اجر وثواب

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جب ابن آدم قرآن میں سجدہ والی آیت پڑھتا اور سجدہ کرتا ہے، تو شیطان روتا ہوا دور ہوجاتا ہے اور کہتا ہے، ہلاکت ہے (میرے لئے) ابن آدم کو سجدوں کا حکم دیا گیا، تو اُس نے سجدہ کیا، اور اُس کیلئے جنت ہے، میں سجدوں کا حکم دیا گیا، اور میں نے انکار کردیا، تو میرے لئے آگ ہے۔(ابن ماجہ حدیث نمبر 1052)

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی، اس سے اسکے مال کا شر جاتا رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

زکوٰۃ کا نام اسی لئے زکوٰۃ ہے کہ انسان اسکی بجا آوری سے یعنی اپنے مال کو جو اسکو بہت پیارا ہے للہ دینے سے بخل کی پلیدی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جب بخل کی پلیدی جس سے انسان طبعاً بہت تعلق رکھتا ہے انسان کے اندر سے نکل جاتی ہے تو وہ کسی حد تک پاک بن کر خدا سے جو اپنی ذات میں پاک ہے ایک مناسبت پیدا کر لیتا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 203)

حج کی فرضیت اور اہمیت

حج کی عبادت احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظّمہ کے طواف کے ذریعہ ادا کی جاتی ہے۔ جس کیلئے خاص وقت اور افعال مقرر ہیں۔

حج 9 ہجری میں فرض ہوا تھا۔ حج ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ اسکی صحت اس قابل ہو کہ وہ آسانی سے سفر کر سکے۔ وہ اتنا مالدار ہو کہ گھر والوں کے اخراجات کے علاوہ مناسب زادراہ اُسکے پاس موجود ہو۔ تندرست اور سفر کے قابل ہو۔ راستے کا پُرامن ہونا بھی ضروری ہے یعنی مکہ جانے میں کوئی روک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی (البقرۃ:198) اور زادِ سفر جمع کرتے رہو۔ پس یقیناً سب سے اچھا زادِراہ تقویٰ ہی ہے۔

حج کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل احادیث سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عملوں میں سے کونسا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: پھر اسکے بعد کونسا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا: پھر کونسا؟ فرمایا: وہ حج جو سراسر نیکی اور طاعت شعاری پر مبنی ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب الحج باب فضل الحج المبرور)

حج کیلئے ابتدا ہی سے خاص مہینے مقرر ہیں جنہیں اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ یا اَشْهُرُ الْحَجِّ یعنی حج کے مہینے کہا جاتا ہے۔ جمہور اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ سے شوال، ذیقعدہ کے دو مہینے اور ذوالحج کے صرف دس دن مراد لیتے ہیں جبکہ حضرت امام مالکؒ کے نزدیک ذوالحج کا سارا مہینہ ان میں شامل ہے۔

حج کے تین بنیادی ارکان ہیں:

(1) احرام یعنی نیت باندھنا (2) وقوف عرفہ۔ یعنی 9 ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں ٹھہرنا (3) طواف زیارت جسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی وہ طواف جو وقوف عرفہ کے بعد دس ذوالحجہ یا اسکے بعد کی تاریخوں میں کیا جاتا ہے۔ نو ذوالحجہ کو اگر کوئی شخص عرفات کے میدان میں خواہ تھوڑی دیر کیلئے ہی سہی نہ پہنچ سکے تو اس کا حج نہیں ہوگا۔ (فقہ احمدیہ، حصہ اوّل، صفحہ 331، مطبوعہ قادیان)

بہرحال حج کے بہت سے احکام ہیں جن کی بہت تفصیل بیان ہوئی ہے۔ سردست اس تفصیل کو چھوڑتے ہوئے حج کے متعلق قرآنی احکام درج کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حج کی فرضیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:98) اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ (اسکے) گھر کا حج کریں (یعنی) جو بھی اس (گھر) تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو اور جو انکار کردے تو یقیناً اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اس آیت میں حج کی فرضیت کا ذکر ہے اور اس بات کا ذکر ہے کہ حج کیلئے استطاعت شرط ہے۔ حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تفسیر ''زادِراہ'' اور ''سواری'' سے فرمائی ہے۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ آل عمران)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ: اور حج اور عمرہ اللہ کیلئے پورا کرو۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ حج و عمرہ دونوں کو ان کے فرائض و شرائط کے ساتھ خاص اللہ تعالیٰ کیلئے بغیر سستی اور کوتاہی کے مکمل کرو۔

حج میں خاص طور پر ملحوظ رکھنے والی باتیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ (البقرہ:198)

حج چند معلوم مہینوں میں ہوتا ہے۔ پس جس نے ان (مہینوں) میں حج کا عزم کرلیا تو حج کے دوران کسی قسم کی شہوانی بات اور بدکرداری اور جھگڑا (جائز) نہیں ہوگا۔ اور جو نیکی بھی تم کرو اللہ اسے جان لے گا۔ اور زادِ سفر جمع کرتے رہو۔ پس یقیناً سب سے اچھا زادِ سفر تقویٰ ہی ہے۔ اور مجھ ہی سے ڈرو اے عقل والو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشّق باللہ اور محبتِ الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اسکے مقابلہ میں نہ اُسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پروا ہو، نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو، جیسے عاشق اور محب اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اسکا نمونہ حج میں رکھا ہے۔ جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے۔''

(ملفوظات، جلد پنجم، صفحہ 102 تا 103، ایڈیشن 2003ء)

روزہ اور اس کی فرضیت

روزہ بھی ایک اہم اسلامی عبادت ہے جس کی فرضیت، اہمیت اور فضائل قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورہ البقرہ میں فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کیلئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ انبیاء

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض، حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہئے

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالبِ دعا: آٹو ٹریڈرز (کلکتہ، مغربی بنگال)

(16 مینگولین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

انسان کیلئے بہترین دوا قرآن ہے

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْآنُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان کیلئے بہترین دوا قرآن ہے۔''

(ابن ماجہ حدیث نمبر 3501)

کی تعلیمات میں بھی روزہ فرض تھا۔ممکن ہے گزشتہ امتوں کے روزوں کے دن اور احکام ہم سے مختلف ہوں ۔ رمضان کے روزے 10 شعبان 2 ہجری میں فرض ہوئے تھے۔

(درمختار، کتاب الصوم، جلد3 صفحہ 383)

روزے کا مقصد تقویٰ و پرہیزگاری کا حصول ہے۔جب انسان کھانے پینے سے رکتا ہے تو اس سے ضبطِ نفس کی قوت حاصل ہوتی ہے اور اسی ضبطِ نفس اور خواہشات پر قابو پانے سے انسان گناہوں سے باز رہتا ہے۔

علاوہ ازیں ان آیات میں یہ بھی بتا دیا کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھیں ۔ بلکہ جو روزے مرض اور سفر کی وجہ سے چھوٹ گئے ہیں وہ اور دنوں میں رکھ لیں۔اسی طرح وہ بوڑھا جس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اس کیلئے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے فدیہ ادا کرے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

یعنی رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کیلئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کردینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

اس آیت میں ماہ رمضان کی دو اہم عظمتیں اور فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔پہلی یہ کہ اس مہینے میں قرآن اترا اور دوسری یہ کہ روزوں کیلئے اس مہینے کا انتخاب ہوا۔

اس آیت میں قرآن مجید کی تین شانیں بھی بیان ہوئی ہیں۔ایک یہ کہ قرآن ہدایت ہے۔دوسرے یہ کہ قرآن مجید روشن نشانیوں پر مشتمل ہے اور تیسرے یہ کہ یہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ ، وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں کس دیا جاتا ہے۔(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ)

ماہ رمضان کی ایک عظیم ساعت لیلۃ القدر

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۭ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ڏ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۭ تَنَزَّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر) یعنی یقیناً ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا ہے۔اور تجھے کیا سمجھائے کہ قدر کی رات کیا ہے۔قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔بکثرت نازل ہوتے ہیں اُس میں فرشتے اور روح القدس اپنے ربّ کے حکم سے۔ ہر معاملہ میں۔سلام ہے۔ یہ (سلسلہ) طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔

احادیث میں لیلۃ القدر کی بہت فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جس نے اس رات میں ایمان اور اخلاص کے ساتھ شب بیداری کرکے عبادت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ بخش دیتا ہے ۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب قیام لیلۃ القدر من الایمان)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا"بے شک تمہارے پاس یہ مہینہ آیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا وہ تمام نیکیوں سے محروم رہا اور محروم وہی رہے گا جسکی قسمت میں محرومی ہے۔(ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی فضل شہر رمضان)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ﷺ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر کون سی رات ہے تو اس رات میں مَیں کیا کہوں؟ آپ فرمایا: تم کہو"اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ"اے اللہ! بے شک تو معاف فرمانے والا،کرم کرنے والا ہے،تو معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے تو میرے گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

(ترمذی، کتاب الدعوات)

حدیث میں آتا ہے،حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ماہ رمضان کے شروع سے آخر تک تمام نمازیں باجماعت ادا کیں تو اس نے لیلۃ القدر کا بہت بڑا حصہ پالیا۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد2 صفحہ 425)

حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں شعبان کے آخری روز مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہوا چاہتا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے روزے رکھنے فرض کئے ہیں اور اسکی راتوں کو قیام کرنے کو نفل ٹھہرایا ہے ...... هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اور درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے۔(صحیح ابن خزیمۃ کتاب الصیام، باب فضائل شہر رمضان) یہ ہے قرآن مجید میں بیان کردہ عبادات کا ایک مختصر جائزہ۔

قرآن مجید میں بیان کردہ عبادات کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جن عبادات کے بجالانے کا حکم دیا ہے ان کا ایک مقصد بھی انہیں بتا دیا ہے اور وہ ہے فلاح اور کامیابی۔ یہی وہ بنیادی مقصد ہے جو ہر عبادت کے پیچھے کارفرما نظر آتا ہے کیونکہ اگر ان عبادات کا ایک عظیم مقصد نہ ہو اور مومنین کو اس کا دنیاوی اور روحانی فائدہ نہ ہو تو اور اس کے نتیجہ میں اس کو فلاح دارین حاصل نہ ہو تو پھر یہ عبادات عبث نظر آتی ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے اس لئے اس نے لوگوں کو اگر عبادت کا حکم دیا تو ساتھ ہی اس کا فائدہ بھی بتایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓي اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰي صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

سچی توبہ کرو اور خدا تعالیٰ کو سچائی اور وفاداری سے راضی کرو

(ماخوذ از ملفوظات، جلد3 صفحہ 191)

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم
مع فیملی افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

قرآن کو قرأت کے ساتھ پڑھنے والے کی فضیلت

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ يَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ اثْنَانِ

جو قرآن کو قرأت کے ساتھ پڑھنے میں ماہر ہوتا ہے وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو نہایت بزرگ اور نیک ہیں
اور جو رُک رُک کر پڑھے گا اور زبان کی لکنت سے مجبور ہوگا اسے دوگنا اجر دیا جائے گا۔" (ابن ماجہ حدیث نمبر 3779)

الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۲﴾ (المومنون: 2 تا 12) یعنی یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو لغو سے اِعراض کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو زکوٰۃ (کا حق) ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے نہیں یا اُن سے (بھی نہیں) جن کے اُن کے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ پس یقیناً وہ ملامت نہیں کئے جائیں گے۔ پس جو اس سے ہٹ کر کچھ چاہے تو یہی لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر محافظ بنے رہتے ہیں۔ یہی ہیں وہ جو وارث بننے والے ہیں۔ (یعنی) وہ جو فردوس کے وارث ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ کے چہرۂ اقدس کے پاس مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سنائی دیتی۔ ایک دن وحی نازل ہوئی تو ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ رو ہو کر ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا مانگی ''اے اللہ عزوجل! ہمیں زیادہ عطا کرنا اور کمی نہ فرمانا، ہمیں عزت دینا اور ذلیل نہ کرنا، ہمیں عطا فرمانا اور محروم نہ رکھنا، ہمیں چن لے اور ہم پر کسی دوسرے کو نہ چن۔ اے اے اللہ عزوجل! ہمیں راضی فرما اور ہم سے راضی ہو جا۔ اس کے بعد فرمایا ''مجھ پر دس آیات نازل ہوئی ہیں، جس نے ان میں مذکور باتوں کو اپنایا وہ جنت میں داخل ہو گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ'' سے لے کر دسویں آیت کے آخر تک پڑھا۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المؤمنین)

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آل عمران: 186) یعنی ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے۔ اور قیامت کے دن ہی تم اپنے بھرپور اجر دیئے جاؤ گے۔ پس جو آگ سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہوگیا۔ اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کی عارضی منفعت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ ہر ایک نے موت کا مزا چکھنا ہے اور قیامت کے دن سب کو اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا اور جسے اس دن جہنم کے دردناک عذاب سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی حقیقی طور پر کامیاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید میں بیان کردہ
اسلامی عبادات کا دیگر مذاہب کی عبادات پر تفوق

اس جگہ خاکسار مختصراً یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہے کہ اگر قرآن مجید میں بیان کردہ عبادات اور دیگر مذاہب کی عبادات کا ایک جائزہ اور موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن حکیم میں بیان کردہ عبادات میں ایک عظیم حکمت نظر آتی ہے اور یہ عبادات اپنے حقیقی مقصد تک انسان کو پہنچا بھی دیتی ہیں۔

قرآنی عبادات کا آغاز اس اقرار سے ہوتا ہے کہ ایک عظیم ہستی ہے جو عبادت کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر اسکی عبادت کا طریق نماز کی شکل میں بتایا گیا۔ جو دن بھر میں پانچ وقت ادا کی جاتی ہے۔ اسکے کچھ فرائض، کچھ سنتیں اور نوافل ہیں۔ روزانہ پانچ وقت ایک انسان خدا تعالیٰ کی عبادت کیلئے مسجد میں جاتا ہے اور پھر ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے جامع مسجد میں جاتا ہے۔ اس سے جہاں اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے وہیں وہ روزانہ اور ہفتہ میں ایک بار اپنے علاقہ کے لوگوں سے بھی مل لیتا ہے اور اپنے رشتہ اخوت کو مضبوط کرتا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ وہ زکوٰۃ کے ذریعہ اپنے مال کو پاک کرتا ہے اور روزہ کے ذریعہ اپنے بدن کی زکوٰۃ دیتا ہے۔ پھر زندگی میں ایک بار افتاں و خیزاں حج کی عبادت بجالانے کیلئے دیوانہ وار ارضِ حرم جاتا ہے اور دنیا بھر کے اپنے اسلامی بھائیوں سے ملتا ہے۔ وہاں پہنچ کر وہ اپنے نبی کی مقدس زمین کو چومتا ہے۔ اور دیوانہ وار کبھی خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ کبھی صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑتا ہے اور اپنے دل میں حضرت ہاجرہ کی اس قربانی کی یاد تازہ کر کے مچلتا ہے۔ مناسک حج بجالا کر وہ دیوانہ وار مدینہ منورہ پہنچتا ہے جہاں اسکے پیارے نبی کی آخری آرام گاہ ہے۔ وہاں اپنے مقدس نبی کے مزار پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتا ہے۔ یہ ایک عجیب عاشقانہ حالت ہے جسکا بیان لفظوں میں ممکن نہیں۔ انسان اس کیفیت سے گزر کر ہی اسکی حقیقی لذت کو محسوس کر سکتا ہے۔

اس سارے عمل پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ دن بھر کی پانچ نمازیں ایک مسلمان کو جمعہ کے بابرکت دن میں داخل کرتی ہیں اور سال کے گیارہ مہینوں کی عبادتیں اسے عبادتوں کے موسم بہار ماہ رمضان میں داخل کرتی ہیں جہاں اسکی عبادتوں کو معراج حاصل ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا قرب اور اسکی رضا حاصل ہوتی ہے اور بالآخر حج کی عبادت اسکی عبادتوں کو پنکھ لگا کر خدا تعالیٰ کی شفقت بھری گود میں پہنچا دیتی ہے۔

اس سارے عاشقانہ ماحول پر اگر ایک اُچٹتی ہوئی نظر ہی ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی عبادات انسان کو ایک جگہ بٹھا نہیں دیتیں بلکہ درجہ بہ درجہ لمحہ بہ لمحہ اسے خدا تعالیٰ کے قریب کرتی ہیں۔ عبادات کی ایسی زبردست ترتیب اور ایسا عظیم مقصد کسی اور مذہب میں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ آج تک کسی مذہب کے پیرو کو ہم نے نہیں دیکھا جس نے ساری زندگی کسی دروازے پر ماتھا رگڑنے کے بعد یہ کہا ہو کہ میں نے خدا کو پالیا۔ دیگر مذاہب میں جو پوجا پاٹھ کیا جاتا ہے وہ صرف ایک نیک عمل اور کرم کانڈ کے طور پر مانا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام اپنے ماننے والے کو عبادات کے نتیجہ میں روحانی بلندیوں پر پہنچانے کا دعویٰ کرتا ہے، خدا کا قرب عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے اس کی رضا کی جنتوں کے حصول کا یقین دلاتا ہے اور اس کی روزانہ تازہ بتازہ مثالیں قبولیت دعا کے رنگ میں ہمیں ملتی بھی ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو عبادات کے جس خوبصورت عمل سے گزارتا ہے اس کے نتیجہ میں اسے خدا تعالیٰ کی رضا اور فلاح دارین کی ضمانت دیتا ہے۔ جس کا ثبوت چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ہزاروں صلحاء کی صورت میں بھرا پڑا ہے۔ اور آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیروکار جماعت کے افراد کی شکل میں اس کا ثبوت مل رہا ہے۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

جو شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا
وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (بنگلور، کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے
وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ اَروَل (بہار)

تلاوت قرآن کریم کرنے والا جب جنت میں داخل ہوگا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قرآن کی تلاوت کرنے والے سے جب وہ جنت میں داخل ہوگا کہا جائے گا قرآن پڑھ اور آگے چڑھتا چلا جا اور وہ ہر آیت کے بدلے ایک درجہ ترقی کرتا چلا جائے گا یہاں تک کہ جہاں اس کی آخری آیت ہوگی وہ اس کا درجہ ہوگا۔'' (ابن ماجہ حدیث نمبر 3780)

قرآن کریم اور حقوق العباد کی تعلیمات

(سید طفیل احمد شہباز، مربی سلسلہ، نظارت نشر واشاعت قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا (سورہ النساء 37) اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

اسلام دین فطرت ہے۔ یہ بشری تقاضوں کی تکمیل کا ضامن ہے۔ مذہب اسلام صرف عابد و معبود کے درمیان تعلقات ہی کی رہنمائی نہیں کرتا بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی تعلقات اور معاشرتی روابط کیلئے بھی رہنما اصول پیش کرتا ہے۔ اسلام صرف عبادت و ریاضت کا نام نہیں بلکہ انسانی زندگی کے مکمل دستور العمل کا نام ہے۔ عبادات اسلامی قوانین کا محض ایک چوتھائی حصہ ہیں۔ باقی تین چوتھائی حصے حیات انسانی کے ان گوشوں کی رہنمائی کیلئے مختص ہیں جو بحیثیت انسان کسی بھی فرد بشر کی معاشرتی وتہذیبی ضرورتوں کی عقدہ کشائی کرتے ہیں۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے وہ خونچکاں حالات، جہاں جان و مال، عزت وآبرو ہر چیز خطرے میں تھی، اسکا تصور ذہن میں آتے ہی ایک روح فرسا کیفیت طاری ہوجاتی ہے، اخوت ومحبت، ہمدردی وغم گساری، نامانوس بلکہ ناپید تھی، معمولی معمولی باتوں پر جنگ چھڑ جاتی اور ایسی بھیانک شکل اختیار کرلیتی، جسکا تذکرہ تو کجا تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی ہے، غرض ہر طرف ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا جس کا ذکر قرآن کریم نے ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ (الروم: 42) کے رنگ میں کیا ہے۔

ایسے تاریک زمانے میں فاران کی چوٹی سے ایک آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے جس کی روشنی سے ایک نئی صبح کا آغاز ہوا، دم توڑتی اور جاں بلب انسانیت کو آبِ حیات ملا، اور انسانیت پہلی بار اپنے حقوق سے آشنا ہوئی۔

حقوق العباد کی ارتقائی تاریخ کا مختصر جائزہ

حقوق العباد کے شعور وارتقاء کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مضمون نگار سید احمد ومیض رقمطراز ہیں کہ ”صنعتی انقلاب کے آغاز سے مغرب میں حقوق انسانی کا شعور پیدا ہوا کہ انسان کے بھی بحیثیت انسان ہونے کے چند فطری حقوق ہوتے ہیں جن سے کسی بھی فرد کو محروم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ انسانی حقوق کا شعور بیسویں صدی کے شروع میں نمودار ہوا اور انقلابِ فرانس کا اہم جز قرار پایا، اس میں قوم کی حاکمیت، آزادی، مساوات اور ملکیت جیسی فطری حقوق وغیرہ کا اثبات کیا گیا تھا، تدریجاً حقوق انسانی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا، اور اخیر میں حقوقِ انسانی کا عالمی منشور سامنے آیا، دسمبر 1946ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک ریزرویشن پاس کیا جس میں انسانوں کی نسل کشی کو ایک بین الاقوامی جرم قرار دیا گیا۔ 1948ء میں نسل کشی کے انسداد کیلئے ایک قرار داد پاس کی گئی اور 12 جنوری 1951ء میں نفاذ ہوا۔“

(Audiovisual Library of International Law by William A Schabas on Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide, Paris, 9 December 1948)

مغرب نے حقوقِ انسانی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ انتہائی ناقص اور فرسودہ ہے، اسکے اندر اتنی وسعت نہیں کہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں کا احاطہ کرسکے اسکے باوجود مغرب حقوق انسانی کی رٹ لگائے تھکتا نہیں، لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مربوط نظام، انسانی حقوق کا پیش کیا وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، جن میں احترام انسانیت، بشری نفسیات ورجحانات اور انسان کے معاشرتی، تعلیمی، شہری، ملکی، ملی، ثقافتی، تمدنی اور معاشی تقاضوں اور ضروریات کا مکمل لحاظ کیا گیا ہے اور حقوق کی ادائیگی کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر کسی شخص نے دنیا میں کسی کا حق ادا نہیں کیا تو آخرت میں اسکو ادا کرنا پڑے گا ورنہ سزا بھگتنی پڑے گی، حتیٰ کہ جانوروں کے آپسی ظلم وستم کا انتقام بھی لیا جائیگا۔ اللہ کے رسول نے فرمایا: حق والوں کو ان کے حقوق تمہیں ضرور بالضرور قیامت کے روز ادا کرنے پڑیں گے، حتیٰ کہ بے سنگھے بکرے کو سینگھ والی بکری سے بدلہ دیا جائے گا۔

حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ ونسل، قومیت ووطنیت، اور اونچ نیچ کے سارے امتیازات کا یکسر خاتمہ کرکے ایک عالمگیر مساوات کا آفاقی تصور پیش کیا، اور ببانگ دُہل یہ اعلان کردیا کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں، لہٰذا سب کا درجہ مساوی ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت محمد ﷺ نے اپنے تاریخی خطبہ میں جن بنیادی انسانی حقوق سے وصیت وہدایت فرمائی ان میں انسانی وحدت ومساوات کا مسئلہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے، ارشاد نبوی ہے:

لوگو! میری باتیں سن لو مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں تم سے اس قیام گاہ میں اس سال کے بعد پھر کبھی ملاقات کرسکوں۔ ہاں جاہلیت کے تمام دستور آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔ خدا سے ڈرنے والا انسان مومن ہوتا ہے اور اس کا نافرمان شقی۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد میں سے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ دیکھو عنقریب تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائیگا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو ......جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے میں ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث عبدالمطلب کے بیٹے کا ہے۔ (ربیعہ بن حارث آپکا چچیرا بھائی تھا جس کے بیٹے عامر کو بنو ہذیل نے قتل کردیا تھا) اگر کسی کے پاس امانت ہو تو وہ اسے اسکے مالک کو ادا کردے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کردیا گیا ہے۔ ہاں تمہارا سرمایہ مل جائے گا۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ سود ختم کردیا گیا اور سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں......لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ...... تمہارے غلام تمہارے ہیں جو خود کھاؤ ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ خدا نے وراثت میں ہر حقدار کو اسکا حق دیا ہے۔ اب کسی وارث کیلئے وصیت جائز نہیں۔ لڑکا اس کا وارث جس کے بستر پر پیدا ہو، زناکار کیلئے پتھر اور ان کے حساب خدا کے ذمہ ہے۔ عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔ قرض ادا کیا جائے۔ عاریت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔ مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں۔ اگر کٹی ہوئی ناک کا کوئی حبشی بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔

(بخاری، کتاب المغازی، بحوالہ خلاصہ نبیوں کا سردار، صفحہ 239 تا 242)

قرآن میں حقوق العباد کے متعلق تعلیم ہے کہ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَبَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا (سورۃ النساء: 2) اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت

پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جسکے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (الحجرات: 14) اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

انسانی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت

یہ انسانی حقوق میں سب سے پہلا اور بنیادی حق ہے اس لیے کہ جان سب سے قیمتی اثاثہ ہے، اسکے اردگرد زندگی کی سرگرمیاں گھومتی ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہ تھی، سب سے پہلے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وحشی درندوں کو انسانی جان کا احترام سکھایا، اور ایک جان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا۔ قرآن پاک میں بھی اسکی تائید کی گئی چنانچہ ارشاد باری ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (المائدہ: 33) یعنی جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے اُسے زندہ رکھا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا۔

جس طرح حق زندگی اور تحفظ مال، انسان کے بنیادی حقوق ہیں، اسی طرح عزت و آبرو کا تحفظ بھی انسان کا بنیادی حق ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، ممکن ہے کہ وہ اس سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ، اور ایک دوسرے کو برے نام سے مت پکارو۔ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔ جیسا کہ فرمایا کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات: 12) یعنی مومن تو بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اَے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

تحفظ آزادی (شخصی و مذہبی)

اسلامی معاشرہ میں چونکہ ہر فرد کو مساوی حقوق حاصل ہیں کسی کا کسی پر بیجا دباؤ نہیں، ہر ایک آزاد اور خود مختار ہے اس لیے اسلام نے انسان کی شخصی آزادی کی بقاء کیلئے انسان کی نجی اور پرائیویٹ زندگی میں مداخلت سے دوسروں کو روکا ہے اور خواہ مخواہ کی دخل اندازی ٹوہ بازی اور بلا اجازت کسی کے گھر میں دخول سے منع کیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (الحجرات: 13) اَے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح اسلام میں مذہب اور ضمیر و اعتقاد کے تحفظ کی گارنٹی یوں دی گئی کہ بانگ دہل اعلان کیا گیا کہ دین میں کوئی جبر نہیں لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ: آیت 257) یعنی دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔

عورتوں، بچوں، غلاموں،
یتیموں اور حاجتمندوں کے حقوق

اعلان نبوت سے قبل عورتوں کی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی، معاشرہ میں اسکی حیثیت سامان لذت سے کچھ زیادہ نہ تھی، معاشی، سماجی ہر لحاظ سے بے بس تھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سسکتی، بلکتی عورت کی فریاد رسی کی اسکے حقیقی مقام کو متعین فرمایا۔ اسی طرح قبل از اسلام اسقاط حمل اور دختر کشی کی رسم عروج پر تھی، اسلام نے سختی کے ساتھ اس گھناؤنے فعل سے منع کیا۔ چناچہ فرمایا کہ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا (بنی اسرائیل: 32) اور اپنی اولاد کو کنگال ہونے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ہیں جو انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کو قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔

اس مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا کہ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (الانعام: 141) ان لوگوں نے سخت نقصان اٹھایا جنہوں نے اپنی اولاد کو بغیر علم کے قتل کر دیا۔

اور اسی طرح اس رزق کو حرام قرار دیا جو اللہ نے ان پر حلال کیا تھا۔ اس مضمون میں مزید فرمایا وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِیَّاهُمْ (الانعام: 152) کہ اپنی اولاد کو رزق کی کمی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی دیں گے۔ ان دونوں آیات میں جو قتل اولاد کا ذکر ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کو ہتھیاروں سے قتل نہ کرو بلکہ ایک مراد تو یہ ہے کہ ان کی ایسی گندی تربیت نہ کرو جو کہ ان کے قتل کے مترادف ہو اور دوسرے یہ تاکید بھی فرمائی گئی کہ اس ڈر سے کہ ہمیں ان کے پالنے پوسنے پر خرچ کرنا پڑے گا خاندانی منصوبہ بندی نہ کرو کیونکہ تمہیں بھی ہم ہی رزق عطا کرتے ہیں اور تمہاری اولاد کو بھی ہم ہی رزق عطا کریں گے۔ اس ضمن میں قرآن کریم دراصل ایک عالمی جہاد کا اعلان کرتا ہے جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماں باپ اپنے رزق کے ڈر سے اپنی اولاد کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اولاد کو اور یہ مضمون ضائع کرنے کا قتل کے لفظ کے تابع بیان فرمایا گیا ہے، اس کے بہت سے معنے ہیں۔ پہلا حق تو اولاد کا یہ ہے کہ غربت کی وجہ سے یا اطلاق کے خوف سے یعنی رزق کے خوف سے تم نے اپنی اولاد کو قتل نہیں کرنا یہ وہ حق ہے جو آج دنیا میں نہ صرف یہ کہ ادا نہیں کیا جارہا بلکہ دن بہ دن اس کی تعلیم دنیا کو دی جارہی ہے کہ رزق کی کمی کے خوف سے اپنی اولاد کو ضرور قتل کرنا ہے یعنی مانع حمل ذرائع اختیار کرنے ہیں طبعا لوگ اپنی نادانی میں یہ سمجھتے ہیں کہ اس مضمون کا تعلق سابق زمانوں سے تھا جس زمانے میں عرب اپنی اولاد کو قتل کیا کرتے تھے اس زمانہ کی قرآن کریم باتیں بیان فرمارہا ہے۔ ہرگز ایسی بات نہیں۔ عرب لڑکیوں کو اگر قتل کر بھی دیتے تھے تو اول تو یہ شاذ شاذ کی باتیں ہوا کرتی تھیں، روزمرہ کا دستور نہیں تھا۔ ورنہ عرب دنیا سے تو لڑکی ناپید ہو جاتی اور دوسرے لڑکوں کو تو وہ بہر حال قتل نہیں کرتے تھے اور اولاد کا اطلاق لڑکوں پر بھی

یاد کئے ہوئے قرآن کو یاد کرتے رہنے اور دوہراتے رہنے کی تاکید

مَثَلُ الْقُرْآنِ مَثَلُ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِنْ تَعَاهَدَهَا صَاحِبُهَا بِعُقُلِهَا أَمْسَكَهَا عَلَيْهِ وَإِنْ أَطْلَقَ عُقُلَهَا ذَهَبَتْ

’’قرآن کی مثال اس بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے کہ جب تک مالک اسے باندھے رکھے گا تب تک وہ اس کے قبضے میں رہے گا اور جب اس کی رسی کھول دے گا تو اونٹ بھاگ جائے گا۔‘‘ (ابن ماجہ حدیث نمبر 3783)

ہوتا ہے اور لڑکی پر بھی ہوتا ہے۔ تو آجکل جو فیملی پلاننگ کی تعلیم دی جا رہی ہے یہ بتا کر دی جاتی ہے کہ اگر تم نے بچے پیدا کرنے نہ روکے تو فاقوں سے مر جاؤ گے۔ قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے اس کے خلاف جہاد کیا جبکہ ابھی کوئی خطرہ درپیش نہیں تھا۔ قرآن کریم کے مطابق یہ خدا تعالیٰ کے اوپر حرف ہے اور خدا تعالیٰ کی منصوبہ بندی کے اوپر ایک حرف ہے یعنی اس نے جو کائنات کا نقشہ بنایا ہے تم اس کو نعوذ باللہ من ذلک جاہل سمجھتے ہو کہ اس کو اپنی تخلیق کیلئے منصوبہ بندی نہیں آتی۔ جہاں بھی خاندانی منصوبہ بندی سے روکا ہے وہاں واضح کر دیا ہے کہ رزق کی کمی کے خطرہ کے پیش نظر خاندانی منصوبہ بندی منع ہے۔ (عدل، احسان اور ایتاء ذی القربیٰ، صفحہ 244 تا 246)

زمانہ جاہلیت میں غلاموں اور غریبوں کے حقوق بھی روندے، پامال کیے جاتے انہیں حقارت وذلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اسلام نے انہیں بھی اتنے حقوق دیئے کہ ان کی سطح زندگی بلند کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ چنانچہ ایسے ایسے اصول وقوانین طے کیے جن سے لوگ زیادہ سے زیادہ غلامی کی طوق سے نکل سکے بریں بنا بہت سے گناہوں اور حکم عدولیوں کا کفارہ غلاموں کی آزادی رکھی، اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (النساء:93) اور کسی مومن کیلئے جائز نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے سوائے اسکے کہ غلطی سے ایسا ہو۔ اور جو کوئی غلطی سے کسی مومن کو قتل کرے تو ایک مومن غلام کا آزاد کرنا ہے۔

معاشرے کے بے بس، ضرورت مند افراد کی امداد اور مصیبت زدہ افراد کو وسائل فراہم کرنا اللہ کی مخلوق کے حقوق میں شامل ہے۔ یہ کسی پر احسان کرنا نہیں ہے بلکہ خود اپنے اُوپر احسان کرنے کی ایک شکل ہے۔ اسی بات کو کئی مقامات پر یوں فرمایا گیا کہ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (معارج: 25 تا 26) اور وہ لوگ جن کے اموال میں ایک معیّن حق ہے۔ مانگنے والے کیلئے اور محروم کیلئے۔

لہٰذا مذکورہ بالا طبقہ پر اپنے مال کا ایک حصہ خرچ کرنے کا حکم صادر کیا گیا ہے۔ جس کی وضاحت خود قرآن کریم نے دوسری جگہ یوں کر دی ہے: يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (البقرۃ:216) وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ تُو کہہ دے کہ تم (اپنے) مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرنا چاہو تو والدین کی خاطر کرو اور اقرباء کی خاطر اور یتیموں کی خاطر اور مسکینوں کی خاطر اور مسافروں کی خاطر اور جو نیکی بھی تم کرو تو اللہ یقیناً اسکا خوب علم رکھتا ہے۔

اسی سورۃ میں چند آیات کے بعد دوبارہ اس طرف متوجہ فرماتے ہوئے کہا گیا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (البقرۃ: 220) اور وہ تجھ سے (یہ بھی) پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دے کہ (ضروریات میں سے) جو بھی بچتا ہے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے (اپنے) نشانات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم تفکّر کرو۔

یہاں قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ نہ صرف ان رشتوں پر جو معروف ہیں بلکہ ان اللہ کے بندوں پر جو اجنبی اور غیر معروف ہیں، خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی اور اللہ کو خوش کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ مزید یہ کہ ایک شخص کی اپنی ضروریات سے زائد جو کچھ بھی ہو وہ اسے اللہ کی راہ میں لگا دے تا کہ یہ عملِ خیر اس کیلئے توشۂ آخرت بن جائے۔ احادیث صحیحہ بھی اسی بات پر زور دیتی ہیں کہ ایک شخص اگر حلال کمائی خود اپنی اولاد اور بیوی پر اور ماں باپ پر خرچ کرتا ہے تو یہ ایک قسم کا صدقہ ہے۔

اسی طرح اپنے ایک بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی صدقہ ہے۔ صدقے کا غلط العام تصور جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے اسکی اصلاح کی ضرورت ہے۔ صدقہ دراصل سچائی کے ساتھ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ایک کام کا کرنا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۗ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا (النساء:5) اور عورتوں کو ان کے مہر دِلی خوشی سے ادا کرو۔ پھر اگر وہ اپنی دِلی خوشی سے اس میں سے کچھ تمہیں دینے پر راضی ہوں تو اُسے بلا تردّد شوق سے کھاؤ۔

والدین کے بچوں پر حقوق

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۗ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (لقمان:31) اور ہم نے انسان کو اسکے والدین کے حق میں تاکیدی نصیحت کی۔ اسکی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری میں اٹھائے رکھا اور اسکا دودھ چھڑانا دو سال میں (مکمل) ہوا۔ (اسے ہم نے یہ تاکیدی نصیحت کی) کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

حقوق العباد میں سب سے بڑی حق تلفی والدین کے ساتھ بدسلوکی، احسان فراموشی، بدتہذیبی اور نافرمانی کا معاملہ کرنا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں جس مقام پر کفر وشرک کی قباحت وشناعت بیان کر کے ایک اللہ کی پرستش کا حکم دیا گیا ہے وہیں پر صاف لفظوں میں والدین کے ساتھ اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ والدین خواہ مسلمان ہوں، کافر ہوں یا کسی اور مذہب کے پرستار ہوں، اولاد پر یہ واجب ہے کہ ان کے ہر امر کو نہایت خوشدلی سے بجا لائے۔ قرآن کریم اس سلسلہ میں فرماتا ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۗ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (بنی اسرائیل:24) ترجمہ: اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو انہیں اُف تک نہ کہو اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”اس آیت کریمہ کا پہلا حصہ عدل سے تعلق رکھتا ہے اور انسان کا بنیادی فریضہ بیان کر رہا ہے۔ جس کے بغیر کوئی انسان انسان کہلانے کا مستحق نہیں رہتا۔ اس بیان کے بعد اس آیت کے اگلے ٹکڑے میں فرمایا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا یہ عدل سے آگے بڑھ کر احسان کی تعلیم ہے۔ جھڑکنا تو درکنار تم کو یہی زیبا ہے کہ نہایت عزت کے ساتھ ان سے خطاب کیا کرو۔ پھر اسی تعلیم کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن کریم اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى کا سب سے اعلیٰ درجہ کا اسوہ سکھاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (بنی اسرائیل: 25) اور رحم کے جذبہ کے ساتھ ان کے سامنے عاجزانہ طور پر جھک جایا کرو۔ جَنَاحَ الذُّلِّ کا مطلب ہے کہ اپنی رحمت کا پر ان کے اوپر جھکا دو جس طرح کوئی پرندہ اپنے بچوں پر پر جھکاتا ہے اور انہیں خطرہ کے وقت ان پر اپنی حفاظت کا سایہ کر دیتا ہے۔ فرمایا اس طرح اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ پھر یہ دعا سکھلائی وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل: 25) آیت کے اس حصہ میں والدین کیلئے ایک بہت ہی پیاری دعا سکھلا دی گئی ہے جو اولاد کو اپنی ابتدائی زندگی یاد دلاتی ہے کہ اے خدا میں تو وہ سب کچھ ان سے نہیں کر سکتا جو انہوں نے بچپن میں میرے ساتھ کیا ہے جس طرح میرے بچپن کے آغاز میں انہوں نے بڑی رحمت کے ساتھ میرے ساتھ سلوک

قرآن کریم کی سب سے بڑی اور عظیم سورت

حضرت سعید بن معلیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کیا میں تجھ کو مسجد سے نکلنے سے پہلے وہ عظیم سورت نہ سکھا دوں جو قرآن میں سب سے بڑی سورت ہے۔“ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکلنے لگے تو مَیں نے آپؐ کو یاد دلایا تو آپؐ نے فرمایا ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور یہ سبع المثانی ہے اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔“ (ابن ماجہ حدیث نمبر 3785)

فرمایا تھا۔ اس تعلیم میں تین باتیں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادی گئی ہیں پہلے عدل کا مضمون بیان فرمایا ہے کہ ہرگز اپنے والدین کو نہیں جھڑکنا۔ جو کچھ زیادتی ان کی طرف اسے دیکھو سمجھو کہ بڑھاپے کی وجہ سے ہورہی ہے۔ بچپن کا اشارہ کرکے سمجھا دیا کہ دیکھو بچپن میں تم بھی تو ان کے کپڑے گندے کیا کرتے تھے۔ تم بھی تو ان کی راتوں کی نیند حرام کردیا کرتے تھے تمہاری خاطر وہ بھی تو جاگا کرتے تھے اور دن کے وقت جگہ جگہ ان کی قیمتی چیزیں توڑتے پھرتے تھے اور ان کیلئے ہر وقت کی مصیبت دن کے آرام میں مخل، وہ تھکے ہوئے سونے لگتے تھے تو چیخ مار کر ان کو جگادیا کرتے تھے۔ ساری باتیں بھول گئے ہو۔ فرمایا بچپن کو یاد کرو اور پھر حوصلہ اختیار کرو اور ہرگز ان کو ان باتوں پر ڈانٹا نہ کرو...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندہ کا اپنے والدین سے حسن سلوک کتنا پیارا لگتا ہے قرآن کریم نے عدل کے مضمون کو کہیں بھی نظر انداز نہیں فرمایا۔ کبھی کبھی عدل سے حسن واحسان کا مضمون ٹکراتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور لوگ غلط فیصلہ کرجاتے ہیں۔ اس لئے انصاف کے اوپر یہ حاوی ہے وہ حسن واحسان کو اختیار کرتے ہوئے عدل کے تقاضوں کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ قرآن کریم نے واضح فرمادیا کہ ہرگز نہیں۔ ہر ایک کے حقوق پہلے ادا کرنے ہوں گے کیونکہ عدل کا یہی تقاضا ہے اور جب تک حقوق کی بنیاد قائم نہ کی جائے، احسان اور اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی کی بالا منازل بنائی ہی نہیں جاسکتیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (العنکبوت:9) اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور (کہا کہ اگر وہ تجھ سے جھگڑیں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے، جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو پھر ان دونوں کی اطاعت نہ کر، میری ہی طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے پس میں تمہیں ان باتوں سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے تھے۔ فرمایا مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا تم ان سے کہو کہ میں جس بات کا علم نہیں رکھتا اس میں آپ کی اطاعت نہیں کرسکتا۔ قرآن نے بچوں کو یہاں ماں باپ سے بدتمیزی نہیں سکھلائی کہ ان سے کہیں تم کون ہوتے ہو خدا کے مقابلہ پر رشتہ داروں کے متعلق عدل و احسان کی تعلیم پر کھڑے ہونے والے۔ میں خدا کی مانوں گا اور تمہاری نہیں مانوں گا۔ یہاں یہ بھی مضمون سکھا دیا کہ ہمیشہ تمہارا یہ طرز عمل رہنا چاہئے کہ جو بات تمہارے علم سے قطعی خلاف ہے اسے عدم علم کی وجہ سے تسلیم نہ کرو۔

(عدل، احسان اور ایتاء ذی القربی، صفحہ 240 تا 243)

صرف زندگی میں ہی نہیں بلکہ ان کی وفات کے بعد ان کے قرضوں کو اتارنے کی کوشش کریں۔ اپنے والدین کی طرف سے صدقہ دینے کا اہتمام کیا جائے۔ ان کیلئے کثرت کے ساتھ استغفار کیا کریں۔

اولاد کے والدین پر حقوق

جس طرح ماں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں، اسی طرح ماں باپ پر اولاد کے سب سے اہم حق یہ ہے کہ اس کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (تحریم:7) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپکو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اُس پر بہت سخت گیر قوی فرشتے (مسلط) ہیں۔ وہ اللہ کی، اُس بارہ میں جو وہ انہیں حکم دے، نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو وہ حکم دیئے جاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاں مسلمان پر اپنی اصلاح کرنا ضروری ہے وہیں اہلِ خانہ کی اسلامی تعلیم وتربیت کرنا بھی اس پر لازم ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور گھر میں جو افراد اسکے ماتحت ہیں ان سب کو اسلامی احکامات کی تعلیم دے یا دلوائے یونہی اسلامی تعلیمات کے سائے میں ان کی تربیت کرے تاکہ یہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی فرمایا کہ كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ یعنی تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اسکے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا، چنانچہ حاکم نگہبان ہے، اس سے اسکی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہلِ خانہ پر نگہبان ہے، اس سے اسکے اہلِ خانہ کے بارے سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے، اس سے اسکے بارے میں پوچھا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اسکے بارے میں سوال ہوگا، آدمی اپنے والد کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اسکے بارے میں پوچھا جائے گا، الغرض تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اس سے اسکے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

(بخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، 309/1، الحدیث 893)

رشتہ داروں کے حقوق

رشتہ دار اگر محتاج ہوں اور کھانے کمانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو بقدرِ کفالت ان کے نان ونفقہ کی خبر گیری کرتے رہنا چاہئے ان پر خرچ کرنا واجب تو نہیں لیکن کچھ خدمت کرنا ضروری ہے اور کبھی کبھی ان سے ملتے جلتے رہنا چاہئے وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ (البقرة:177) اور مال دے اس کی محبت رکھتے ہوئے اقرباء کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو نیز گردنوں کو آزاد کرانے کی خاطر۔

بیوی کے حقوق

اپنی وسعت کے موافق اسکے نان ونفقہ (خرچہ وغیرہ) میں کمی نہ کرے، اعتدال (درمیانی حالت) سے خرچ کرے، نہ تنگی کرے اور نہ فضول خرچی کی اجازت دے، رہنے کے بقدر گھر دے، ان کو دینی مسائل سکھلاتا رہے اور نیک عمل کی تاکید کرتا رہے، نماز اور دین کی تاکید کرے، بدعات اور ممنوعات سے روکے۔ جیسا کہ فرمایا عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ (البقرة:237) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو جبکہ تم نے ابھی انہیں چھوا نہ ہو یا ابھی تم نے ان کیلئے حق مہر مقرر نہ کیا ہو۔ اور انہیں کچھ فائدہ بھی پہنچاؤ۔ صاحبِ حیثیت پر اسکی حیثیت کے مطابق فرض ہے اور غریب پر اسکی حیثیت کے مناسب حال۔ (یہ) معروف کے مطابق کچھ متاع ہو۔ احسان کرنے والوں پر تو (یہ) فرض ہے۔

ایک جگہ فرمایا کہ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی (طٰہٰ:133) اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تلقین کرتا رہ اور اس پر ہمیشہ قائم رہ۔ ہم تجھ سے کسی قسم کا رزق طلب نہیں کرتے۔ ہم ہی تو تجھے رزق عطا کرتے ہیں اور نیک انجام تقویٰ ہی کا ہوتا ہے۔

اگر کئی بیویاں ہوں تو ان کے حقوق برابر ادا کرے وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (النساء:130) اور تم یہ توفیق نہیں پاسکو گے کہ عورتوں کے درمیان کامل عدل کا معاملہ کرو خواہ تم کتنا ہی چاہو۔ اس لئے (یہ تو کرو کہ کسی ایک کی طرف) کلیۃً جھک جاؤ کہ اس (دوسری) کو گویا لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

آگے یہ بھی حکم دیا کہ اپنی بیوی کو بغیر ضرورت کے طلاق نہ دے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا

سورۃ الاخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ أَحَدٌ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ یعنی سورۃ الاخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔‘‘ (ابن ماجہ حدیث نمبر 3789)

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا (النساء:4) اور اگر تم ڈرو کہ تم یتامیٰ کے بارے میں انصاف نہیں کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو۔ دو دو اور تین تین اور چار چار۔ لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو پھر صرف ایک (کافی ہے) یا وہ جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یہ (طریق) قریب تر ہے کہ تم ناانصافی سے بچو۔

شوہر کے حقوق

قرآن کریم میں شوہر کی اطاعت اور ادب وخدمت، دلجوئی، رضا جوئی پورے طور پر بجالانے کا حکم صادر ہوا ہے فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النساء: 34) پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔

اسکے رشتہ دار سے سختی نہ کرے کہ جس سے شوہر کو تکلیف پہنچے، خاص کر شوہر کے ماں باپ کو اپنا بزرگ سمجھ کر ادب وتعظیم سے پیش آئے اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا (النساء:150) اگر تم کوئی نیکی ظاہر کرو یا اسے چھپائے رکھو یا کسی برائی سے چشم پوشی کرو تو یقیناً اللہ بہت درگزر کرنے والا (اور) دائمی قدرت رکھنے والا ہے۔

بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (احزاب:34) اور اپنے گھروں میں ہی رہا کرو اور گزری ہوئی جاہلیت کے سنگھار جیسے سنگھار کی نمائش نہ کیا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔

سسرالی رشتہ داروں کے حقوق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نسب کے ساتھ علاقہ مصاہرۃ یعنی سسرالی رشتہ کا بھی ذکر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ساس، خسر، سالے، بہنوئی، داماد، بہو اور ربیب (بیوی کی پہلی اولاد) کا بھی حق ہوتا ہے، اس لیے ان تعلقات میں بھی احسان واخلاق کی رعایت کسی قدر خصوصیت کے ساتھ رکھنی چاہیے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا (الفرقان:55) اور وہی ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا اور اسے آبائی اور سسرالی رشتوں میں باندھا اور تیرا ربّ دائمی قدرت رکھتا ہے۔

حاکم کے حقوق

حاکم کی خیرخواہی اور اطاعت کرے، البتہ خلافِ شرع امور میں اطاعت نہ کرے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النساء: 60) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں (اُولُو الامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یومِ آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

محکوم کے حقوق

اگر باہم محکومین میں کوئی جھگڑا ہوجائے تو عدل وانصاف سے کام لیا جائے لہٰذا ہرگز کسی کی طرفداری نہ ہو وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (المائدۃ:43) اور اگر تُو فیصلہ کرے تو اُن کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

عام مسلمانوں کے حقوق

قرآن کریم نے عام مسلمانوں کے حقوق کے سلسلے میں فرمایا کہ اسکی تکلیف کو دور کرے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف: 200) عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔

یتیموں اور ضعیفوں کے حقوق

جو دوسروں کا محتاج ہو جیسے یتیم، بچے، عاجز، ضعیف، مسکین، بیمار، معذور، مسافر اور سائل ان لوگوں کے حقوق کے متعلق فرمایا کہ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ پس جہاں تک یتیم کا تعلق ہے تو اُس پر سختی نہ کر۔ اور جہاں تک سوالی کا تعلق ہے تو اُسے مت جھڑک۔

اس مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا کہ ”یتامی کے متعلق بڑی تفصیل سے بار بار قرآن کریم تعلیم دیتا ہے۔ وہ بچے جن کے ماں باپ زندہ ہیں کسی حد تک ان کے زیرِ سایہ تربیت پاتے ہیں لیکن یتیموں کی فکر کون کریگا؟ قرآن کریم نے یہ ذمہ داری تمام معاشرہ پر ڈال دی اور ان بچوں کے حقوق کی بھی نہایت تفصیل سے وضاحت کی۔ دنیا کی تمام عالمی کتب میں مجموعی طور پر یتامی کے متعلق ایسی تعلیم نہیں جیسی قرآن میں موجود ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا (النساء:128) اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات کی بطورِ خاص تاکید فرماتا ہے کہ تم یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے ہوجاؤ اور جو بھی تم اچھا کام کرو گے یقیناً اللہ اس کا خوب علم رکھتا ہے۔

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ یتامی پر رحم کرو اور انکا خیال رکھو بلکہ فرمایا کہ چونکہ یہ حکم من حیث المجموع معاشرہ کو دیا جارہا ہے اسلئے تمام معاشرہ میں کہیں کوئی یتیم توجہ کے بغیر نہیں رہنا چاہیے۔

پھر فرمایا: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرۃ:221) اور وہ تجھ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو کہہ دے ان کی اصلاح اچھی بات ہے۔ اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی بندہی ہیں۔ اور اللہ فساد کرنے والے کا اصلاح کرنے والے سے فرق جانتا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ضرور مشکل میں ڈال دیتا۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

یتامی کے بارہ میں احسان کی تعلیم

پھر ساری قوم کو متنبہ کیا اور فرمایا كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (الفجر: 18) عملاً تم یتیموں سے اکرام کا سلوک نہیں کرتے۔

یہ قرآنی ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث کی یاد دلاتا ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کے ساتھ عزت کا سلوک کیا کرو۔ پس قرآن کریم کا مقصد یہ ہے کہ یتیموں سے واقعۃً اپنی اولاد کی طرح سلوک کرو۔ یہ تعلیم عدل سے بڑھ کر احسان میں داخل ہوجاتی ہے۔ اس آیت کے بعد کی آیات میں بعض دیگر مہلک بیماریوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پس قرآن کریم ایک ایسی کتاب حکیم ہے جو ہر بیماری کو بڑی تفصیل سے کھول کھول کر بیان کرتی ہے اور پھر اسکے علاج کی بھی نشاندہی فرماتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ○ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ○ (الماعون:2 تا 3) کیا تم نہیں جانتے کہ وہ کون لوگ ہیں جو دین کو جھٹلاتے ہیں؟ یہ وہی لوگ ہیں جو یتیم کو دھتکارتے ہیں؟ بالآخر وہ دین کو بھی ردّ کردیتے ہیں۔

یتامی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طرزِ عمل

اب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جس سے آپ کو یتامی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طرزِ عمل کا علم ہوجائے گا اور یہ بھی علم ہوگا کہ اس سلسلہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی

قرآن غم کی حالت میں نازل ہوا ہے جب تم اس کو پڑھو تو روؤ

عبدالرحمن بن سائب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے جبکہ وہ نابینا ہوچکے تھے
مَیں نے ان کو سلام کیا انہوں نے کہا تم کون ہو؟ جب میں نے ان کو بتایا تو بولے خوش آمدید! اے میرے بھتیجے! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم خوش الحانی سے
قرآن مجید پڑھتے ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ : ”یہ قرآن غم کی حالت میں نازل ہوا ہے جب تم اس کو پڑھو تو روؤ
اور اگر تمہیں رونا نہ آئے تو بتکلف روؤ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھو۔ جو اس کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ (ابن ماجہ حدیث نمبر 1337)

کے نتیجہ میں آپ کو کتنا بڑا ثواب نصیب ہوگا۔

حضرت سہیل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی دیکھ بھال میں لگا رہنے والا شخص جنت میں ساتھ ساتھ ہوں گے۔ آپ نے وضاحت کی غرض سے اپنی انگشت شہادت یعنی شہادت کی انگلی کو اور درمیانی انگلی کو یوں جوڑ دیا اور اس طرح جوڑا کہ درمیان میں کوئی فاصلہ نہ رہا۔

اقرباء کے حقوق

اہل وعیال اور یتامیٰ کے حقوق کے علاوہ قرآن قریبی رشتہ داروں کے حقوق پر بھی نظر رکھتا ہے۔ عموماً تو یہ ہوتا ہے کہ اقرباء سے حسن سلوک کی بجائے خاندانی رقابتوں کی وجہ سے ناانصافیاں ہوجاتی ہیں۔ اسکو پنجاب میں شریک کہا جاتا ہے۔ اپنے قریبیوں کو اونچا اٹھانے کی بجائے انہیں نیچا دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مغربی دنیا عموماً اس خرابی کو اس لئے سمجھ نہیں سکتی کہ ان کے ہاں وسیع برادری سے میل جول کا رواج ہی نہیں رہا۔ بسا اوقات نہ پڑوسی کا پتہ، نہ دوسرے رشتہ دار کا پتہ سوائے چند ایک کے۔ قرآن ان بیماریوں کو بھی نظر انداز نہیں فرماتا اور ان کی اصلاح کے ذرائع بھی تجویز فرماتا ہے اس لئے میں نے قرآنی تعلیم کی روشنی میں اقرباء کے حقوق کا ایک الگ عنوان باندھا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے فَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّہٗ وَالۡمِسۡکِیۡنَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَ اللّٰہِ ۫ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (الروم: 39) پس اپنے قریبی کو اسکا حق دو نیز مسکین کو اور مسافر کو۔ یہ بات ان لوگوں کیلئے اچھی ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

یہ ان لوگوں کیلئے بہت ہی حسین تعلیم ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے چہرہ پر نظر رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان سے کیسا سلوک کرتا ہے، ان سے خوش ہے یا ناراض ہے۔ فرمایا: جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہی ہیں جو نجات یافتہ ہیں۔ پھر فرمایا:

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا (سورہ النساء 37) اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

اس آیت کریمہ میں عدل اور احسان کے مضمون کو نسبتاً بہت وسعت سے پیش کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے شرک نہ کرنے اور حقوق والدین ادا کرنے کے علاوہ قریبیوں کے ساتھ احسان کے سلوک اور یتامیٰ کے ساتھ احسان کے سلوک اور مسکینوں کے ساتھ احسان کے سلوک اور رشتہ دار ہمسایہ کے ساتھ احسان کے سلوک اور اجنبی ہمسایہ کے ساتھ احسان کے سلوک اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کے ساتھ احسان کے سلوک اور مسافر کے ساتھ احسان کے سلوک اور اپنے زیر نگیں لوگوں سے بھی احسان کے سلوک کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

(عدل، احسان اور ایتاء ذی القربی، صفحہ 252 تا 255)

حسب مراتب حقوق کی ادائیگی

یتامیٰ اور نساء اور ورثہ اور زوجین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن معاملہ کو بیان فرما کر اب یہ ارشاد ہے کہ ہر ایک کا حق درجہ بدرجہ تعلق کے موافق اور حاجتمندی کے مناسب ادا کرو سب سے مقدم اللہ تعالیٰ کا حق ہے پھر ماں باپ کا پھر درجہ بدرجہ سب واسطہ داروں اور حاجتمندوں کا اور ہمسایہ قریب اور غیر قریب سے۔ اور پاس بیٹھنے والے میں رفیق سفر اور پیشہ کے اور کام کے شریک اور ایک آقا کے دو نوکر اور ایک استاد کے دو شاگرد اور دوست اور شاگرد وغیرہ سب داخل ہیں اور مسافر میں مہمان غیر مہمان دونوں آگئے اور مال مملوک غلام اور لونڈی کے علاوہ دیگر حیوانات کو بھی شامل ہے آخر میں فرمادیا کہ جس کے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہوتی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہ سمجھے اپنے مال پر مغرور اور عیش میں مشغول ہو وہ ان حقوق کو ادا نہیں کرتا سو اس سے احتراز رکھو اور جدا رہو۔

وَابۡتَلُوا الۡیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ ۚ فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡہُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ اَمۡوَالَہُمۡ ۚ وَلَا تَاۡکُلُوۡہَاۤ اِسۡرَافًا وَّبِدَارًا اَنۡ یَّکۡبَرُوۡا ؕ وَمَنۡ کَانَ غَنِیًّا فَلۡیَسۡتَعۡفِفۡ ۚ وَمَنۡ کَانَ فَقِیۡرًا فَلۡیَاۡکُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ اَمۡوَالَہُمۡ فَاَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِمۡ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا (النساء: 7) اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پس اگر تم ان میں عقل کے آثار محسوس کرو تو ان کے اموال ان کو واپس کردو۔ اور اس ڈر سے اسراف اور تیزی کے ساتھ ان کو نہ کھاؤ کہ کہیں وہ بڑے نہ ہوجائیں۔ اور جو امیر ہو، اس کو چاہئے کہ وہ ان کا مال کھانے سے کلیۃً احتراز کرے۔ ہاں جو غریب ہو وہ مناسب طور پر کھائے۔ پھر جب تم ان کی طرف ان کے اموال لوٹاؤ، تو ان پر گواہ ٹھہرا لیا کرو۔ اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ''یتیموں کے بارہ میں یہ بعض احکامات ہیں کہ ان سے کس طرح کا سلوک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی اس طرح فرمایا ہے کہ وَابۡتَلُوا الۡیَتٰمٰی کہ یتیموں کو آزماتے رہو۔ آزمانا کیا ہے؟ کس طرح آزمانا ہے؟ یہی کہ تمہارے سپرد جو یتیم کئے گئے ہیں ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھو۔ انہیں لاوارث سمجھ کر ان کی تربیت سے غافل نہ ہو جاؤ، ان کی تعلیم سے غافل نہ ہو جاؤ بلکہ انہیں اچھی تعلیم و تربیت مہیا کرو۔ اور جس طرح اپنے بچوں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہتے ہو، اُن کے بھی جائزے لو کہ تعلیمی اور دینی میدان میں وہ خاطر خواہ ترقی کر رہے ہیں یا نہیں؟ پھر جس تعلیم میں وہ دلچسپی رکھتے ہیں اس کے حصول کیلئے ان کی بھرپور مدد کرو۔ یہ نہیں کہ اپنا بچہ اگر پڑھائی میں کم دلچسپی لینے والا ہے تب اس کیلئے تو ٹیوشن کے انتظام ہو جائیں، بہتر پڑھائی کا انتظام ہوجائے اور اسکی پڑھائی کیلئے خاص فکر ہو اور یتیم بچہ جس کی کفالت تمہارے سپرد ہے وہ اگر آگے بڑھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے تب بھی اسکی تعلیم پر، اسکی تربیت پر کوئی نظر نہ رکھی جائے۔ نہیں! بلکہ اس کی تمام تر صلاحیتوں کو بھرپور طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ اصل حکم ہے۔ اور جتنی بھی اس کی استعدادیں اور صلاحیتیں ہیں اس کے مطابق اس کو موقع میسر کیا جائے کہ وہ آگے بڑھے اور مستقبل میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔ کبھی اسے یہ خیال نہ ہو کہ مَیں یتیم ہونے کی وجہ سے اپنی استعدادوں کے صحیح استعمال سے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

طالب دُعا: صبیحہ کوثر و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بھونیشور، صوبہ اڈیشہ)

قرآن کریم کی تعلیم کے کامل اور مکمل ہونے کی وجہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: قرآن شریف ایسے زمانہ میں آیا تھا کہ جس میں ہر ایک طرح کی ضرورتیں کہ جن کا پیش آنا ممکن ہے پیش آگئی تھیں یعنی تمام امور اخلاقی اور اعتقادی اور قولی اور فعلی بگڑ گئے تھے اور ہر ایک قسم کا افراط تفریط اور ہر ایک نوع کا فساد اپنے انتہاء کو پہنچ گیا تھا اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی۔ پس انہیں معنوں سے شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں کیونکہ پہلے زمانوں میں وہ مفاسد کہ جن کی اصلاح کیلئے الہامی کتابیں آئیں وہ بھی انتہائی درجہ پر نہیں پہنچے تھے اور قرآن شریف کے وقت میں وہ سب اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 101 حاشیہ 9)

محروم رہ گیا ہوں۔ اگر میرے ماں باپ زندہ ہوتے تو مَیں اس وقت سبقت لے جانے والوں کی صف میں کھڑا ہوتا۔

پس چاہے کوئی انفرادی طور پر کسی یتیم کا نگران ہے یا جماعت کسی یتیم کی نگرانی کر رہی ہے اسکی تعلیم و تربیت کا مکمل جائزہ اور دوسرے معاملات میں اس کی تمام تر نگرانی کی ذمہ داری ان کے نگرانوں پر ہے۔ اور پھر یہ جائزہ اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ نکاح کی عمر تک نہ پہنچ جائیں۔ یعنی ایک بالغ ہونے کی عمر تک نہ پہنچ جائیں۔ ایک بالغ اپنے اچھے اور بُرے ہونے کی تمیز کر سکتا ہے۔ اگر بچپن کی اچھی تربیت ہوگی تو اس عمر میں وہ معاشرے کا ایک بہترین حصہ بن سکتا ہے۔ لیکن یہاں بھی دیکھیں کہ کتنی گہرائی سے ایک اور سوال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ صرف بالغ ہونا کسی کو اس قابل نہیں بنا دیتا کہ اگر اسکے ماں باپ نے کوئی جائیداد چھوڑی ہے تو اسکو صحیح طور پر سنبھال بھی سکے۔ یہاں عاقل ہونا بھی شرط ہے یعنی ذمہ داری کا احساس اور اس دولت کے صحیح استعمال کا فہم ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ان کی عقل کا جائزہ بھی لو۔ اگر تو ایک بچہ جوانی کی عمر کو پہنچنے تک اپنی پڑھائی میں بھی اور دوسری تربیت میں بھی، اپنے اٹھنے بیٹھنے میں بھی، چال ڈھال میں بھی عمومی طور پر بہتر نظر آرہا ہے اسکی عقل بھی صحیح ہے تو ظاہر ہے اسکے سپرد اسکا مال کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ حق دار بنتا ہے کہ اسکو اسکا ورثہ لوٹایا جائے۔ وہ خود اس کو سنبھالے یا اس کو آگے بڑھائے یا جو بھی کرنا چاہتا ہے کرے۔ لیکن اگر کوئی باوجود بالغ ہونے کے دماغی طور پر اتنی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اپنے مال کی حفاظت کر سکے تو پھر اسکے مال کی حفاظت کرو۔ اسکے نگران کی ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ پھر تم اس مال کی نگرانی کرو اور ضرورت کے مطابق اسکے خرچ ادا کرو لیکن اس عرصہ میں بھی جوں جوں اسکی عمر بڑھ رہی ہے، بعضوں کو ذرا دیر سے سمجھ آتی ہے، اسے مالی امور کے جونشیب وفراز ہیں وہ سمجھاتے رہو تا کہ وہ کسی نہ کسی وقت پھر اپنا مال سنبھال سکے۔ بعض معاملات میں بعض بظاہر کمزور سمجھ رکھنے والے ہوتے ہیں ہر چیز کو پوری طرح نہیں سنبھال سکتے لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ اسکے باوجود ان کو پیسے کا استعمال اور پیسے کا رکھنا بڑا اچھا آتا ہے۔ سوائے اسکے کہ بالکل کوئی فاتر العقل ہو۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بیوقوف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں جھلّا ہے۔ لیکن وہ جھلّا بھی ایسے ایسے کاروبار کرتا ہے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے نہیں کر رہے ہوتے۔

پھر فرمایا کہ جو نگران بنائے گئے ہیں وہ اس یتیم کے ماں باپ کی جائیداد کے استعمال میں اسراف سے کام نہ لیں۔ یعنی ان یتیموں پر ان کے ماں باپ کی جائیداد یا رقم میں سے اس طرح خرچ نہ کرو جس کا کوئی حساب کتاب ہی نہ ہو۔ اور بہانے بنا کر اس رقم سے ان یتیموں کے اخراجات کے نام پر خود فائدہ اٹھاتے رہو۔ اور یہ کوشش ہو کہ ان یتیموں کی رقم سے جتنا زیادہ سے زیادہ اور جتنی جلدی مَیں فائدہ اٹھا لوں، بہتر ہے۔ کیونکہ اگر وہ بڑے ہو گئے تو پھر ان کی جائیداد ان کے سپرد کرنی پڑے گی، یا اگر کوئی ظالم ہے تو وہ خود لڑ کر بھی لے لینگے۔ کئی معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ بڑے ہونے تک لوگ ان کی جائیدادیں سنبھالے رکھتے ہیں اور آخر پھر عدالتوں میں یا قضا میں جا کر جائیداد ان کو واپس ملتی ہے۔ بہر حال فرمایا کہ اگر تمہاری نیتیں خراب ہوئیں تو تمہیں حساب دینا پڑے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسی بدنیت یا ظالم کے ظلم کو روکنے کیلئے مزید پابندی لگا دی کہ جو امیر ہے اور یتیم کو پالنے کا خرچ برداشت کر سکتا ہے اس کی خوراک، لباس، تعلیم و تربیت کیلئے اچھا انتظام کر سکتا ہے اس کیلئے یہی لازمی ہے کہ وہ یتیم کی جائیداد میں سے کچھ خرچ نہ لے بلکہ اپنے پاس سے اپنی جیب سے خرچ کرے۔ یَسْتَعْفِفْ کا مطلب ہی یہ ہے کہ کبھی دل میں یہ خیال بھی آئے کہ کچھ خرچ کر لوں تو تب بھی اس خیال کو جھٹکے اور کوشش کر کے اپنے آپ کو ایسی حرکت اور ظلم سے بچائے، اور شیطانی خیالات کو نکال کر باہر پھینکے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف جو بھی حکم دل میں آئے گا وہ شیطانی خیال ہوگا۔ پس صاحب ثروت کیلئے تو یہ حکم ہے کہ وہ یتیم کی پرورش اپنی جیب سے کرے۔ چاہے نابالغ یتیم کے والدین جتنی بھی جائیداد اس کیلئے چھوڑ گئے ہوں۔ فرمایا جو غریب ہیں، اتنی مالی کشائش نہیں رکھتے کہ اپنے گھریلو اخراجات کے ساتھ کسی یتیم کے اخراجات اور اسکی اچھی تعلیم وغیرہ کا خرچ برداشت کر سکیں تو ان کیلئے جائز ہے کہ وہ یتیم کیلئے اسکے والدین کی طرف سے چھوڑی گئی جائیداد میں سے اسکے اوپر خرچ کریں۔ لیکن یہ خرچ بہت احتیاط سے ہو اور مناسب ہو اور اسکا حساب رکھا ہو۔ یہ نہیں کہ یتیم پر خرچ کے ساتھ ساتھ اپنے گھر کا بھی خرچ کرنا شروع کر دو کہ مَیں نے اسے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے اس لئے اب مَیں خرچ کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ اسکی رہائش یا بجلی پانی کا خرچ بھی اس میں شامل کر دوں۔ بعض کنجوس یا بدنیت ایسے ہوتے ہیں جو اس حد تک بھی چلے جاتے ہیں۔ یتیم کو پالنے کی کتنی اہمیت ہے، اسکے بارہ میں ایک حدیث میں آتا ہے کہ عمرو بن شعیب اپنے دادا کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے مگر ایک یتیم کا کفیل ہوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے زیرِ کفالت یتیم کے مال سے صرف اسی قدر کھاؤ کہ نہ اسراف ہو، نہ فضول خرچی ہو۔ اور نہ ہی اس کے مال سے اپنا ذاتی مال بڑھاؤ۔ اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ اسکے مال سے اپنا مال بچاؤ۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 2، صفحہ 706، حدیث 7022، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص) یعنی یہ نہ ہو کہ تم اسکے مال کو اپنے مال کے ساتھ تجارت میں لگا دو اور منافع کھاتے رہو کہ اصل سرمایہ تو اس کا محفوظ ہے۔ فرمایا جو منافع آرہا ہے اس سے اپنا مال بڑھاتے جاؤ۔ اور نہ یہ ہو کہ اپنا مال بچائے رکھو اور اس کے مال میں سے اپنے پر بھی خرچ کرتے جاؤ اور اس پر بھی خرچ کرتے جاؤ۔ دونوں صورتوں کو منع فرمایا ہے۔

پھر ایک حکم یہ ہے کہ تم نے یتیم پر مالی کشائش رکھتے ہوئے اگر نہیں بھی خرچ کیا یا مالی کشائش نہ رکھتے ہوئے خرچ کیا بھی ہے تب بھی جب وہ یتیم بالغ اور عاقل ہو جائے اور جب تم اسکا مال اسے لوٹانے لگو تو پورے حساب کتاب کے ساتھ اسے لوٹاؤ کہ یہ جائیداد تھی۔ بلکہ یہ بات زیادہ مستحسن ہے کہ اسکے مال کو تجارت میں بھی لگا دو اور بڑھاؤ اور حساب کتاب دیتے ہوئے یہ بتاؤ کہ یہ تمہارا اصل سرمایہ تھا، یا یہ جائیداد تھی یا یہ رقم تھی اور اس پر اتنا منافع ہوا ہے اور یہ جو ٹوٹل منافع اور اصل زر ہے وہ تمہیں واپس لوٹا رہا ہوں۔ اسی طرح اگر کسی غریب نے اُس مال میں سے یتیم کی پرورش کیلئے خرچ کیا ہے تو بلوغ کو پہنچنے پر ایک ایک پائی کا تمام حساب کتاب اسے دو اور یہ حساب کتاب دیتے وقت گواہ بھی بنا لیا کرو تا کہ کسی وقت بھی بدظنی پیدا نہ ہو۔ یتیم کے دل میں کبھی رنجش نہ آئے۔ کیونکہ بعض دفعہ، بعد میں، یتیم کے دل میں وسوسے بھی آسکتے ہیں۔ یا بعض اوقات بعض لوگ یتیموں کے ہمدرد بن کر اسکے دل میں وسوسے ڈال سکتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

اِک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار

کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا مُعتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کِس قدر ہے ہر کنار

طالب دعا : سید وسیم احمد و افراد خاندان (جماعت احمدیہ سورو ضلع بالاسور، صوبہ اڈیشہ)

قرآن مجید کی تین خوبیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : قرآن میں تین صفتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا، اُنکی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 225 حاشیہ)

نے انسانی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ جب بھی یتیم کا مال لوٹاؤ تو پورا حساب دو اور اس میں گواہ بنا لو۔ کیونکہ یہ نگران کو بھی کسی ابتلاء سے بچانے کیلئے ضروری ہے اور یتیم کو بھی کسی بدظنی سے بچانے کیلئے ضروری ہے۔ پس جس تفصیل سے قرآن کریم میں یتیموں کے حقوق کے بارہ میں حکم دیا گیا ہے، کہیں اور نہیں دیا گیا۔ کسی اور شرعی کتاب میں نہیں دیا گیا۔ اسی ایک آیت میں تقریباً **سات بنیادی باتیں** بیان کی گئی ہیں۔ **پہلی بات** یہ کہ یتیموں کو آزماتے رہو۔ ان کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دو۔ اور دیکھو کہ ترقی کی طرف قدم بڑھ رہے ہیں کہ نہیں۔ **دوسری بات** یہ کہ اُن کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص طور پر ان کے بالغ ہونے تک توجہ رہے۔ یہ نہیں کہ راستے میں چھوڑ دینا ہے۔ **تیسری بات** یہ کہ جب بھی وہ اپنے مال کی حفاظت کے قابل ہو جائیں تو ان کا مال انہیں فوری طور پر واپس لوٹا دو۔ **چوتھی بات** یہ کہ یتیم کا مال صرف اُس پر خرچ کرو۔ تم نے اس سے مفاد نہیں اٹھانا۔ اور **پانچویں بات** یہ کہ امیر آدمی اگر کسی یتیم کی پرورش کر رہا ہے تو اس کیلئے بالکل جائز نہیں کہ وہ یتیم کی پرورش کیلئے اس یتیم کے مال میں سے کچھ لے۔ اور **چھٹی بات** یہ کہ غریب جس کے وسائل نہیں ہیں اور وہ کسی یتیم کا نگران بنایا جاتا ہے تو اس کو یتیم کے مال میں سے مناسب طور پر خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ اور **ساتویں بات** یہ کہ جب مال لوٹاؤ تو اس پر گواہ بنا لو۔ تا کہ نہ تمہاری نیت میں کبھی کھوٹ آئے، نہ تم پر کبھی کوئی الزام لگے اور نہ یتیم کے دل میں بدظنی پیدا ہو۔

اور آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ تمہاری نیتوں کا بھی اسے پتہ ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ اگر یہ حساب کتاب نہیں رکھو گے تو پھر تمہارا ابھی ایک دن حساب ہونا ہے۔ تم سے ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا۔" (خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 26 فروری 2010ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ کامل الایمان کی تعریف کرتے ہوئے اور افرادِ جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اس کی توحید زمین پر پھیلانے کیلئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اسکے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو، گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو، گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اسکی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔" (کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 11 تا 12)

اُمّ الکتاب

سورہ فاتحہ کی شان میں

حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
سوچو دعاء فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی
پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اس کی رہ سے در بے نیاز میں
اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اُتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر الٰہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد رب جلیل ہے
پھر میرے بعد اَوروں کی ہے انتظار کیا؟
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کریں روحانیت میں ترقی کریں

(پیغام حضور انور بر موقع سالانہ اجتماع انصاراللہ جرمنی 2019)

طالبِ دُعا: جے عظیم احمد ولد مکرم جے وسیم احمد صاحب امیر ضلع محبوب نگر (صوبہ تلنگانہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

کیا خدا بھولا رہا تم کو حقیقت مِل گئی
کیا رہا وہ بے خبر اور تم نے دیکھا حالِ زار
بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر بَراہیں بیشمار

طالب دعا: شیخ صادق علی و افراد خاندان (جماعت احمدیہ تالبر کوٹ، صوبہ اڈیشہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے — کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے — یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

Courtesy : Alladin Builders
e-mail: khalid@alladinbuilders.com

قرآن کا مقابلہ آج تک کوئی نہیں کر سکا

تمام کفار قرآن شریف کے مقابلہ پر باوصف دعوائے فصاحت اور بلاغت اور ملک الشعراء کہلانے کے زبان بند کئے بیٹھے رہے اور اب بھی خاموش اور لاجواب بیٹھے ہیں اور یہی خاموشی ان کی عجز پر گواہی دے رہی ہے۔ کیونکہ عجز اور کیا ہوتا ہے یہی تو عجز ہے کہ مخاصم کی حجت کو سن اور سمجھ کر توڑ کر نہ دکھلاویں۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 152، حاشیہ 11)

قرآن کریم اور حقوق نسواں

(محمد شریف کوثر، مربی سلسلہ، نشر و اشاعت قادیان)

اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے اپنے انبیاء کو اس دنیا میں مبعوث فرماتا ہے، جن کا کام تمام بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کروانا ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا تھا تا تمام انسانوں کیلئے یہ کتاب ہدایت کا موجب بنے اور اللہ تعالیٰ کا یہ تمام بنی نوع انسان پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کریم جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی تا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے ذریعہ تمام بنی نوع انسان کو رشد و ہدایت کا سامان پہنچاتے رہیں۔ قرآن کریم کا احسان مرد و عورت پر یکساں ہے۔ اور ایک دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو عورتوں پر احسان بہت زیادہ ہے۔ اسلام نے اُسے اُس دلدل سے نکالا جس میں وہ بے وجہ پھنستی جا رہی تھی۔

قرآن مجید میں عورت کی اہمیت اور مقام کے بارے میں کئی آیات موجود ہیں۔ عورت خواہ ماں ہو یا بہن ہو، بیوی ہو یا بیٹی اسلام نے ان میں سے ہر ایک کے حقوق و فرائض کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اسکے ساتھ نیکی سے پیش آنا اور خدمت کرنا اہم ترین حقوق میں سے ہے۔ حسن سلوک اور اچھے اخلاق سے پیش آنے کے سلسلے میں ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے، کیونکہ بچے کی پیدائش اور تربیت کے سلسلے میں ماں کو زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اسلام نے ان تمام تکالیف کو سامنے رکھتے ہوئے ماں کو زیادہ حسن سلوک کا مستحق قرار دیا، جو اسلام کا عورت پر بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (الاحقاف: 16) اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اسکی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا۔ اور اُس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے ہے۔

قرآن کریم کے نزول کے ساتھ عورت کی زندگی ایک نئے مرحلہ میں داخل ہوئی جو اسکے نزول سے قبل کے زمانہ سے بہت مختلف تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایک عرصہ دراز سے عورت مظلوم چلی آ رہی تھی۔ قرآن کریم کے نزول سے قبل عرب قبائل میں یہ بحث ہوتی تھی کہ عورت کا شمار انسانوں میں ہونا چاہئے یا حیوانوں میں۔ اسکے اندر انسان کی روح ہے یا شیطان کی۔ الغرض یونان، مصر، عراق، ہند، چین ہر قوم میں ہر خطہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی، جہاں عورتوں پر ظلم کے پہاڑ نہ ٹوٹے ہوں۔ لوگ اسے اپنے عیش و عشرت کی غرض سے خرید و فروخت کرتے ان کے ساتھ حیوانوں سے بھی بُرا سلوک کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اہلِ عرب عورت کے وجود کو موجبِ عار سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ (النحل: 59، 60) اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ غم سے سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ (اسے) ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس (خبر) کی تکلیف کی وجہ سے جس کی بشارت اُسے دی گئی۔ کیا وہ رسوائی کے باوجود (اللہ کے) اُس (احسان) کو روک رکھے یا اسے مٹی میں گاڑ دے؟ خبردار! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق عورت بیٹی، بہن، بیوی، ماں ہر روپ میں قابل احترام ہے۔ بیٹیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی رحمت قرار دیا، ماں کے قدموں کے نیچے جنت رکھ دی ہے اور بیویوں سے حسن سلوک کرنے والے کو بہتر انسان ہونے کا مژدہ سنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طبقہ نسواں کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا۔ عورت ذات کو محبوبیت کا مقام دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ (رواہ الالبانی، فی السلسلۃ الصحیحۃ، عن المقدام بن معد یکرب الکندی، الصفحۃ أو الرقم: 2871، سنادہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تمہیں تاکیدی وصیت کرتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اللہ تمہیں تاکید کرتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ یقیناً وہ تمہاری مائیں ہیں، تمہاری بیٹیاں ہیں اور تمہاری خالائیں ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا، النِّسَاءُ، وَالطِّيبُ، وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ (سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء باب حب النساء) مجھے تمہاری دنیا کی جو چیزیں سب سے زیادہ عزیز ہیں ان میں اول نمبر پر عورتیں ہیں۔ پھر اچھی خوشبو مجھے محبوب ہے مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور محبت الٰہی میں ہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ (اخرجہ مسلم، حدیث رقم 1467) دنیا راحت و آرام کے سامانوں سے بھری پڑی ہے لیکن سب سے بہتر متاع صالح عورت ہے۔

انسانی، اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے مرد، عورت کے حقوق مساوی ہیں

مرد اور عورت کو نفس واحدہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الروم: 22) اور اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کیلئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ سورہ نحل میں فرماتا ہے

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُونَ (النحل: 73) اور اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے تمہاری جنس میں سے ہی جوڑے پیدا کئے اور تمہیں تمہارے جوڑوں میں سے ہی بیٹے اور پوتے عطا کئے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا۔ تو پھر کیا وہ باطل پر تو ایمان لائیں گے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کر دیں گے؟

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ مرد اور عورت کے حقوق معاشرہ میں مساوی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر ہی انسانی نسل کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی نعمت اور احسان ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے سے تسکین پاتے ہیں اور اس لحاظ سے اسلام نے عورت کو ایک خاص مقام اور حقوق دیئے ہیں۔

خدا تعالیٰ کا قرب پانے کے راستے دونوں کیلئے برابر ہیں

دنیا میں انسان کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق پیدا کرے۔ کسی کا مرد ہونا وجہ فضیلت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا جو انسانی مقصد ہے وہ دونوں مرد اور عورت کیلئے کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت حاصل کرنے کا معیار تقویٰ ہے لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات: 14) بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

اور تقویٰ حاصل کرنے کی راہیں دونوں اصناف کیلئے برابر کھلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ (آل عمران: 196) میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

نیز فرمایا إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ

وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (الاحزاب: 36) یقیناً کامل مسلمان مرد اور کامل مسلمان عورتیں اور کامل مومن مرد اور کامل مومن عورتیں اور کامل فرمانبردار مرد اور کامل فرمانبردار عورتیں اور کامل راست گو مرد اور کامل راست گو عورتیں اور کامل صبر کرنے والے مرد اور کامل صبر کرنے والی عورتیں اور کامل عجز دکھانے والے مرد اور کامل عجز دکھانے والی عورتیں اور کامل صدقہ کرنے والے مرد اور کامل صدقہ کرنے والی عورتیں اور کامل روزہ گذار مرد اور کامل روزہ گذار عورتیں اور پوری طرح اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور پوری طرح اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کیلئے اللہ نے بخشش کا سامان اور بڑا انعام تیار کر رکھا ہے۔

نکاح کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی منتخب کردہ آیات زوجین کے حقوق وفرائض کا مکمل منشور ہیں

قرآن کریم فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (سورۃ النساء: 2) اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک (ہی) جان سے پیدا کیا۔ اور اُس (کی جنس) سے (ہی) اسکا جوڑا پیدا کیا۔ اور ان دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں (پیدا کر کے دنیا میں) پھیلائے اور اللہ کا تقویٰ (اس لئے بھی) اختیار کرو کہ اس کے ذریعہ سے تم آپس میں سوال کرتے ہو۔ اور خصوصاً رشتہ داریوں (کے معاملہ) میں (تقویٰ سے کام لو) اللہ تم پر یقیناً نگران ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب: 71، 72) اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو پیچدار نہ ہو (بلکہ سچی ہو)۔ (اگر تم ایسا کرو گے) تو اللہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے وہ بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (الحشر: 19) اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور چاہئے کہ ہر جان اس بات پر نظر رکھے کہ اس نے کل کیلئے آگے کیا بھیجا ہے اور تم سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! کا مخاطب مرد اور عورتیں دونوں ہیں۔ خالق کائنات نے نفس واحدہ یعنی ایک جنس سے مرد اور عورت کو ایک سی دماغی صلاحیتیں، احساسات اور جذبات رکھنے والے انسان بنایا۔ پھر ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا ارشاد فرمایا اور تقویٰ اختیار کرنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کے رہنے کا حکم ہے۔

ہر احمدی مرد عورت یہ بیان پیش نظر رکھے اور خدا کی خوشنودی کیلئے جو قدم زندگی میں اٹھائے وہ اس سوچ کے ساتھ اٹھائے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک حکم پر عمل کرنے والا ہوں اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو دوسرے کی حق تلفی کرنے یا زیادتی کرنے کا خیال نہیں آتا ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا خیال رکھنے سے جو پرسکون معاشرہ بنتا ہے اس سے آئندہ صالح نسلیں جنم لیتی ہیں۔

مرد عورت ایک دوسرے کا لباس ہیں

قرآن مجید فرماتا ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرۃ: 188) یعنی وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ لباس عیب چھپاتا ہے۔ زینت کا باعث بنتا ہے اور سردی گرمی سے بچاتا ہے۔

نکاح کے معاہدے کے بعد مرد عورت ایک بندھن میں بندھ جاتے ہیں جس کو قائم رکھنا دونوں کی ذمہ داری ہے۔ یہ رشتہ آپس میں اعتماد سے قائم رہتا ہے۔ نہ مرد، عورت کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے اور نہ عورت، مرد کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے۔ اس سے گھریلو زندگی خوشگوار رہے گی امانت اور دیانت کا تقاضا ہے کہ ایک دوسرے کے رازدار ہوں۔ اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں، ایسا کرنے سے معاشرے میں اچھا مقام بنا رہتا ہے۔ کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ ایک دوسرے کو برداشت کرنا ایک دوسرے کی پردہ پوشی کرنا، عیب چھپا کر ایک دوسرے کی زینت کا سامان بننا قرآنی تعلیم ہے۔ اس کیلئے تحمل، معاملہ فہمی اور غصے کو قابو میں رکھنا لازم ہے۔ بے قابو ہونے کی صورت میں الزام تراشی اور ایک دوسرے پر گند اچھالنے کی بدنما صورت پیدا ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْاَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي اِلَى امْرَاَتِهٖ وَتُفْضِي اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا ''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت یہ شمار ہوگی کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرے۔ پھر وہ بیوی کے پوشیدہ راز لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث)

عورتوں کا بھی فرض ہے کہ آپس کی باتیں دوسروں کو بتانے سے گریز کریں۔ بعض دفعہ ماں باپ کو تجسس کی عادت ہوتی ہے کرید کرید کر باتیں پوچھتے ہیں۔ اور ان کی دخل اندازی سے معاملات مزید بگاڑ جاتے ہیں۔ اس لیے میاں بیوی دونوں کا فرض ہے کہ آپسی گھریلو باتیں دوسروں کو نہ بتائیں اور نہ دوسروں کو پوچھنی اور سننی چاہئیں۔ لباس پھٹ جائے تو بدنما ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید مرد کی طرح عورت کو بھی زندہ رہنے کا حق دیتا ہے

اسلام سے پہلے بیٹی پیدا ہونا اتنا برا سمجھا جاتا کہ بسا اوقات اسے زندہ ہی دفن کر دیا جاتا۔ اخراجات اور ذمہ داریوں میں اضافے کے خوف سے بھی بیٹی کا وجود بوجھ لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد سے منع فرمایا۔ اولاد کو اللہ کی رحمت اور جنت کی نوید قرار دیا۔ قرآنی ارشاد ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل: 32) اور تم مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو انہیں (بھی) ہم ہی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی (ہم ہی دیتے ہیں) انہیں قتل کرنا یقیناً (بہت) بڑی خطا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لڑکیوں کی پیدائش کو زحمت کی بجائے رحمت قرار دیا فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إِذَا وُلِدَ لرَجُل ابنة بعث الله عز وجل ملائكة يقولون السلام عليكم أهل البيت يكسونها بأجنحتهم ويمسحون بأيديهم على رأسها ويقولون ضعيفة خرجت من ضعيفة القيم عليها معان إلى يوم القيامة (رواہ الطبرانی فی الصغیر) جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اسکے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں اے گھر والو تم پر سلامتی ہو وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کریگا قیامت تک خدا کی مدد اسکے شامل حال رہے گی۔''

بدی کا اثر دل پر اور منہ پر بھی ظاہر ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: قرآن شریف میں جو خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ آیا ہے اس میں خدا کے مہر لگانے کے یہی معنی ہیں کہ جب انسان بدی کرتا ہے تو بدی کا نتیجہ اثر کے طور پر اسکے دل پر اور منہ پر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے اور یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (کتاب البریہ، روحانی خزائن، جلد 13 صفحہ 47)

لڑکی کا حق ہے کہ اُس کی احسن رنگ میں تعلیم وتربیت کی جائے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم حاصل کرنا مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض قرار دی۔ لڑکیوں کو تعلیم دینا باعث ثواب بتایا اور تعلیم دینے والے کو جنت کی بشارت دی۔ قرآن مجید نے مرد اور عورتوں کو یہ دعا سکھائی رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ: 115) اَے میرے ربّ مجھے علم میں بڑھادے۔

ایک حدیث میں ذکر ہے کہ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِّنْ نَفْسِكَ فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ (صحیح البخاری) اس حدیث سے علم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواتین کی تعلیم وتربیت کیلئے ایک دن مقرر کیا ہوا تھا جس میں ان کو وعظ فرماتے اور ان کے سوالوں کے جواب دیتے تھے۔

مَنْ وُلِدَتْ لَهُ اِبْنَةٌ فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا يَعْنِي الذَّكَرَ اَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ (رواۃ احمد، وصحہ الحاکم ووافقہ الذھبی) حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے اسے قتل نہ کیا ہو اور نہ ہی اسکے ساتھ برا سلوک کیا اور اپنے لڑکے پر ترجیح نہ دی ہو تو اللہ اس (لڑکی) کے ذریعہ سے جنت میں داخل کردے گا۔“

قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے علم ہوتا ہے کہ بیٹی کو اچھی تعلیم دلانا اور اچھی تربیت کرنا اور ہر لحاظ سے اس کا خیال رکھنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔

عورت کا حق ہے کہ اسکے جذبات کا خیال رکھا جائے

دنیا کے بہت سے معاشروں میں عورت کے ساتھ ایسا بدتر سلوک کیا جاتا ہے جس کے کوئی احساسات اور جذبات نہ ہوں۔ گویا وہ کوئی مفت کا مال ہو جسے بیچا اور خریدا جاسکتا تھا، ترکہ میں بانٹا جاسکتا تھا۔ عورت کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ ان کے نزدیک وہ ایک ایسی چیز تھی جس کی ملکیت تبدیل ہوتی رہتی تھی مگر اس کا نصیب تبدیل نہیں ہوتا تھا۔

قرآن کریم نے عورتوں کے حقوق متعین کئے اور عورت کو عزت کا مقام دیا۔ آنحضور ﷺ نے عورتوں کیلئے قواریر یعنی آبگینے کا لفظ استعمال فرمایا جس سے عورت کی نزاکت، کمزوری اور زودحسی کی طرف اشارہ ہے۔ اسکے ساتھ احتیاط سے برتاؤ کرنے اور حسن سلوک کرنے کا ارشاد فرمایا۔ ایک بچے کے رونے کی آواز آئی تو نماز مختصر کردی تا کہ ماں کو تکلیف نہ ہو۔ (بخاری، کتاب الاذان، باب من اخف الصلوۃ)

جب آپؐ ایسے سفر پر جاتے جس میں عورتیں بھی ساتھ ہوتیں تو ہمیشہ آہستگی سے چلنے کا حکم دیتے۔ ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر جبکہ سپاہیوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں اور اونٹوں کی نکیلیں اٹھا لیں آپؐ نے فرمایا رِفْقًا بِالْقَوَارِيْرِ آرام سے! عورتیں بھی ساتھ ہیں۔ اگر تم اس طرح اونٹ دوڑاؤ گے تو شیشے چکنا چور ہوجائیں گے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب)

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی خوشی کی تقاریب میں شرکت کا حق دیا

قرآن کریم نے مضبوطی کے ساتھ عورت کے حقوق اور اسکے مقام کو معاشرہ میں قائم کیا اور معاشرہ کے پروگراموں میں اسے شامل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ نبی کریمؐ نے عیدین کے موقع پر تمام عورتوں اور بچیوں کو اسلامی تقاریب میں شریک کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ اگر کسی لڑکی کے پاس پردہ کیلئے چادر نہ ہو تو وہ کسی سے ادھار لے لے اور وہ عورتیں بھی جنہوں نے نماز نہیں پڑھنی اجتماع عید میں شامل ہو کر دعا میں ضرور شریک ہوجائیں۔

(بخاری، کتاب العیدین)

قرآن مجید کے عورتوں کے حقوق کے بارے میں تاکیدی ارشادات

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم زبردستی کرتے ہوئے عورتوں کا ورثہ لو۔ اور انہیں اس غرض سے تنگ نہ کرو کہ تم جو کچھ انہیں دے بیٹھے ہو اس میں سے کچھ (پھر) لے بھاگو، سوائے اسکے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں۔ اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور اگر تم اُنہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔ (النساء:20)

قرآنی تعلیم کے مطابق ماں کو اولاد کے ترکے میں سے حصہ کا حقدار قرار دیا اسی طرح بیوی کو خاوند کا بیٹی کو باپ اور بعض صورتوں میں بہن کو بھائی کا وارث قرار دیا۔

عورت کا حق ہے کہ اس سے مشورہ لیا جائے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض اہم امور میں عورتوں سے مشورہ بھی لے لینا چاہئے اور آپؐ خود بھی مشورہ لیتے تھے حضرت عمرؓ کے دور کے بعض واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اجتماعی معاملات میں اسلام نے عورت کو اظہار رائے کا حق دیا ہوا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ”خدا کی قسم ہم جاہلیت میں عورت کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کے بارے میں قرآن شریف میں احکام نازل فرمائے اور وراثت میں بھی ان کو حقدار بنا دیا۔“ (بخاری، کتاب التفسیر سورۃ التحریم)

عورت کا حق ہے کہ اس سے نرمی کی جائے

اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ عورت کو سزا دینے کی اجازت ہے۔ اگرچہ یہ اجازت بھی گھروں کا امن قائم رکھنے کیلئے تھی جو کچھ شرائط کے ساتھ دی گئی تھی، مگر اس خیال سے کہ اس رخصت کا غلط استعمال نہ ہو اس سے بھی منع فرمایا لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللهِ۔ عورتیں تو اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں ہیں، ان پر دست درازی نہ کیا کرو۔

عورتوں پر سختی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ لَيْسَ اُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ (سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء) یعنی یہ لوگ تمہارے اچھے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔

حضرت معاویہ بن ہند سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ بیوی کا حق ہم پر کیا ہے آپؐ نے فرمایا جو خدا تمہیں کھانے کو دے وہ اسے کھلاؤ اور جو خدا تمہیں پہننے کو دے وہ اسے پہناؤ اور اس کو تھپڑ نہ مارو اور گالیاں نہ دو اور اسے گھر سے نہ نکالو۔ (ابوداؤد)

قرآن کریم دنیا کی ایک واحد شریعت ہے جس نے عورتوں کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور ان کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء: 20) اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو

انہیں تعلیمات کے پیش نظر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِي (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ) یعنی سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کیلئے اچھا ہے۔ اور گھر والوں سے بہترین سلوک میں میرا اسوہ سب سے بہتر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ”فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں......ہمیں تو کمال بےشرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور درحقیقت یہ ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اسکا شکریہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضورؑ اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے، اور فرمایا ہمارے

قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رُو سے معجزہ ہے، موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: میں ہر ایک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے، موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔ میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم ﷺ سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے اور اسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن، جلد 11 صفحہ 345)

احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے ...... میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع وخضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیتِ الٰہی کا نتیجہ ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 307، ایڈیشن 1988ء)

’’چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر انہی سے اسکے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کیلئے اچھا ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 300، ایڈیشن 2003ء)

عورت کا حق ہے کہ نکاح، شادی، طلاق، خلع کے بارے میں اسے اختیار دیا جائے

اسلام کی تعلیم کے مطابق والدین لڑکی کے ولی کی حیثیت سے لڑکیوں کیلئے مناسب رشتہ تلاش کرنے کے ذمہ دار ہیں مگر فیصلہ میں لڑکی کی رضامندی ضروری قرار دی۔

اسلام نے ظالم، ناکارہ، ناپسندیدہ شوہر کے مقابلے میں عورت کو خلع اور فسخِ نکاح کے وسیع اختیارات دیے ہیں۔ بیوہ اور مطلقہ عورت کو نکاح کا حق دیا اور فرمایا کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں فیصلہ کے متعلق ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ (بخاری، کتاب النکاح)

پھر مہر کا حق بھی اسلام نے عورت کو دیا۔ اسلام نے 1400 سال قبل یہ حق عورت کو دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت سے شادی کیلئے مہر مقرر کیا اور نیت کی کہ وہ اسے نہیں دے گا تو وہ زانی ہے اور جس کسی نے قرض اس نیت سے لیا کہ ادا نہ کرے گا تو میں اسے چور شمار کرتا ہوں۔

(مجمع الزوائد، جلد 4، صفحہ 131)

عورتوں کے حقوق سلب کرنے والوں کو انتباہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حقوق ادا نہ کرنے والو، یا ظلم سے حق مارنے والو! ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک غالب، عزیز خدا تمہارے اوپر ہے اور اسکے حکموں پر عمل نہ کرکے وہ احکام جو حکمت سے پُر احکام ہیں ان پر عمل نہ کرکے تم پھر امن، سلامتی اور پیار قائم کرنے والے معاشرے کے قیام میں روک ڈالنے والے بن رہے ہو۔ اور یہ چیز اس غالب خدا کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں ہے۔ پس توجہ کرو، حکمت اختیار کرو، حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دو تا کہ وہ عزیز خدا جو عزیز ورحیم بھی ہے تم پر رحم کرتے ہوئے صفت عزیز کے نظارے تمہیں تمہارے حق میں دکھائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 ر نومبر 2007ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9 ر نومبر 2007ء)

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جوانی میں عبادت خدا تعالیٰ کے ہاں خاص مقبولیت رکھتی ہے

(پیغام بر موقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ فن لینڈ 2019)

طالب دعا: ضیاء الدین خان صاحب مع فیملی (حلقہ محمود آباد، جماعت احمدیہ کیرنگ صوبہ اڈیشہ)

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام

پاکیزہ منظوم کلام حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام

آؤ عیسائیو ادھر آؤ　نور حق دیکھو راہ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں　کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو　یوں ہی مخلوق کو نہ بہکاؤ
کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار　کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ
کچھ تو خوف خدا کرو لوگو　کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
عیش دنیا سدا نہیں پیارو　اس جہاں کو بقا نہیں پیارو
یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو　کوئی اس میں رہا نہیں پیارو
اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل　ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل
کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال　ہائے سو سو اٹھے ہے دل میں اُبال
کیوں نہیں دیکھتے طریق صواب　کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب
اس قدر کیوں ہے کین و استکبار　کیوں خدا یاد سے گیا یک بار
تم نے حق کو بھلا دیا ہیہات　دل کو پتھر بنا دیا ہیہات
اے عزیزو سنو کہ بے قرآں　حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں　ان پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر　کہ بناتا ہے عاشق دلبر
جس کا ہے نام قادر اکبر　اس کی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
کُوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے　پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے　سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اَوصاف کیا کروں میں بیاں　وہ تو دیتا ہے جاں کو اور اِک جاں
وہ تو چمکا ہے نیر اکبر　اس سے انکار ہوسکے کیونکر
وہ ہمیں دلستاں تلک لایا　اس کے پانے سے یار کو پایا
بحر حکمت ہے وہ کلام تمام　عشق حق کا پلا رہا ہے جام
بات جب اس کی یاد آتی ہے　یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقش حق جماتی ہے　دل سے غیر خدا اٹھاتی ہے
درد مندوں کی ہے دوا وہی ایک　ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
ہم نے پایا خور ہدیٰ وہی ایک　ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک
اس کے منکر جو بات کہتے ہیں　یونہی اک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آویں　میرے منہ پر وہ بات کہہ جاویں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں　مجھ سے وہ صورت و جمال سنیں
آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی　نہ سہی یوں ہی امتحان سہی

☆☆☆

جس قدر قرآن نے بہشتیوں کی روحانی جزا کی کیفیت لکھی ہے انجیل میں ہر گز نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ جس قدر قرآن نے بہشتیوں کی روحانی جزا کی کیفیت لکھی ہے انجیل میں ہرگز نہیں۔ جس شخص کو شک ہو ہمارے مقابل پر آئے اور ہم سے سنے اور انجیل کی تعلیم سناوے اگر وہ غالب ہوا اور اس نے ثابت کیا کہ انجیل میں بہشتیوں کی روحانی جزا قرآن سے بڑھ کر لکھی ہے تو ہم حلفاً کہتے ہیں کہ اسی وقت ہزار روپیہ نقد اس کو دیا جائے گا۔ جس جگہ چاہے باضابطہ تحریر دے کر جمع کرا لے۔ (نور القرآن نمبر 2، رُخ جلد 9 صفحہ 424)

قرآن کریم میں امن عالم کی تعلیمات

(جاوید احمد لون، ناظر دیوان قادیان)

محترم قارئین! ہم جانتے ہیں کہ کسی بھی معاشرے میں دنیاوی ترقیات اور اخلاقی اقدار کی مضبوطی کا دارومدار حقیقی امن کے قیام پر منحصر ہوتا ہے۔ امن قائم ہوگا تو عوام میں تحفظ کا احساس بھی قائم رہے گا اور وہ یکسوئی کے ساتھ ہر میدان میں مسابقت کا مظاہرہ کرسکیں گے۔ امن کا قیام ہوگا تو معیشت اور تجارت کا پہیہ بآسانی چل پائے گا۔ تحقیق کی نئی راہیں بھی قیامِ امن سے ہی وابستہ ہیں۔ نئی نسل کی علمی ترقیات کی بنیاد بھی پُرامن معاشرہ ہی فراہم کرسکتا ہے۔ بدامنی کے حامل معاشرے نہ صرف معاشی، معاشرتی اور اخلاقی طور پر تباہ حال ہوجاتے ہیں بلکہ نتیجۃً روحانی تنزّلی میں بھی اپنی مثال آپ ٹھہرتے ہیں۔ پس یہ کس قدر ضروری ہے کہ اپنے ماحول میں ہر سطح پر فساد کو فرو کرنے اور حقیقی امن کے قیام کیلئے ہر ممکن کوشش بروئے کار لائی جائے۔

دنیا آج جس عدل و انصاف کی متلاشی ہے وہ کیسے نصیب ہوسکتا ہے؟ یہ ایک اہم اور مشکل سوال ہے جس کا سادہ جواب یہ ہے کہ جس طرح کسی فاقہ کش کی بھوک محض روٹی یا کھانے کی رٹ لگانے سے نہیں مٹ سکتی اسی طرح محض انصاف کے کھوکھلے نعروں یا عالمی عدالتِ انصاف کا ادارہ بنا دینے سے عدل قائم نہیں ہوسکتا۔ البتہ بلا امتیاز عدل و انصاف پر مبنی قوانین اور ان پر عمل درآمد کے یقینی ضابطوں کے نتیجے میں بین الاقوامی عدل کا قیام ممکن ہے، جس کے شاندار نمونے آج سے چودہ سو سال قبل بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا کو دکھائے۔

الٰہی تقدیر کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سرزمین عرب میں ہوئی جہاں ہر قسم کی بے اعتدالی اور ظلم و تعدی کا دَور دورہ تھا۔ آپؐ نے ظلم و ستم سے لبریز اس جزیرہ عرب کو عدل وانصاف کا گہوارہ بنا کر دنیا کے سامنے اسلامی ریاست کا ایک خوبصورت ماڈل پیش کیا۔ جس میں ایک طرف مظلوم عورت کو ظلم سے رہائی دلوائی تو دوسری طوف مقہور غلاموں کو ان کے حق دلوائے۔ انصاف کا آغاز گھر کی ابتدائی سطح سے کیا جس کے بعد محلہ، شہر ملک اور عالمی سطح پر انصاف قائم کر دکھایا۔ گھریلو سطح پر آپ نے والدین، اولاد، رشتہ داروں، بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور ہمسایوں کے حق قائم فرمائے تو معاشرے میں رنگ و نسل اور مذہب کی تمیز و تفریق دور کرکے معاشرتی، معاشی اور مذہبی ہر پہلو سے عدل وانصاف قائم کر کے دکھا دیا۔ انصاف کے اس علمبردار نے یہ اعلان کیا اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ (الشوریٰ:16) (اَے دنیا کے لوگو!) میں تمہارے درمیان عدل قائم کرنے کیلئے مامور کیا گیا ہوں۔

امن عالم کیلئے سب سے اہم اور ضروری حکم اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (النحل: 91) یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرو۔

پس اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جس کو اللہ نے روئے زمین پر بسنے والی سبھی مخلوق کے ساتھ عدل وانصاف کیلئے بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں معاشرتی، معاشی اور مذہبی ہر پہلو سے اور ہر سطح پر قیام عدل کے اصول قائم فرمائے ہیں۔

پہلا اصول انسان کی بنیادی حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ ۚ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ (المائدہ:33) جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے اُسے زندہ رکھا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس آیت کی روشنی میں فرماتے ہیں:

’’پس دُنیا میں قیام امن کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہر سطح پر اور دنیا کے ہر ملک میں انصاف کے درست معیار قائم کیے جائیں۔ قرآن کریم نے ایک معصوم جان کے قتل کو تمام انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ پس ایک مرتبہ پھر مسلمان ہونے کے ناطہ میں یہ بات بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اسلام کسی بھی نوع، شکل یا طریق سے کیے جانے والے ظلم اور زیادتی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کا یہ حکم بالکل قطعی ہے اور اس میں کوئی استثنا نہیں۔ قرآن کریم اس بارہ میں مزید فرماتا ہے کہ کوئی ملک یا قوم جو تم سے برسرپیکار ہے ان سے بھی معاملہ کرتے وقت مکمل انصاف اور عدل کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ ان میں دشمنی اور رقابت کی وجہ سے ان سے بدلہ لینے کیلئے آپ بے اعتدالیوں کی طرف چلے جائیں۔ ایک اور بہت اہم ہدایت جو قرآن کریم نے ہمیں دی ہے یہ ہے کہ دوسروں کی دولت اور وسائل کی طرف حسد اور للچائی ہوئی نظروں سے مت دیکھو۔ میں نے صرف چند ایک اصول آپ کے سامنے پیش کیے ہیں لیکن یہ بہت ہی اہم ہیں کیونکہ یہ معاشرہ میں اور باقی دنیا میں امن اور انصاف کے قیام کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ دنیا ان اہم معاملات کی طرف توجہ دے تاکہ ہم اس تباہی سے بچ جائیں جس تباہی کی طرف ظالم اور جھوٹے لوگ ہمیں لے جا رہے ہیں۔‘‘

(خطاب نویں سالانہ امن کانفرنس لندن مؤرخہ 24/مارچ 2012ء، بحوالہ کتاب عالمی بحران و امن کی راہ، صفحہ نمبر 49)

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر انسان کے بنیادی حقوق کھانا، پینا، لباس اور گھر اسے مہیا کئے جائیں۔ چنانچہ فرماتا ہے:

اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی ○ وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی ○ (طٰہٰ:119 تا 120) تیرے لئے مقدر ہے کہ نہ تُو اس میں بھوکا رہے اور نہ ننگا۔ اور یہ (بھی) کہ نہ تُو اُس میں پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں جلے۔

معاشرتی عدل کا بنیادی تقاضا خاندانی یونٹ میں عدل کا قیام ہے۔ والدین کے احسانات کے پیش نظر اولاد ان سے نرمی و محبت اور احسان کے سلوک کے ساتھ ان کیلئے رحم کی دعا کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاھُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (الانعام:152) تو کہہ دے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے ربّ نے تم پر حرام کر دیا ہے (یعنی) یہ کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور (لازم کر دیا ہے کہ) والدین کے ساتھ احسان سے پیش آؤ اور رزق کی تنگی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔ اور تم بے حیائیوں کے جو اُن میں ظاہر ہوں اور جو اندر چھپی ہوئی ہوں (دونوں کے) قریب نہ پھٹکو۔ اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے حرمت بخشی ہو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہی ہے جس کی وہ تمہیں سخت تاکید کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

عائلی زندگی میں عدل کا تقاضا یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں فحشا اور بے حیائی سے بچیں اور اسکے قریب تک نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا ○ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل: 32 تا 33) اور اپنی اولاد کو کنگال ہونے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ہیں جو انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کو قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔

معاشرہ کے جملہ افراد کیلئے رشتہ داروں، یتامیٰ، قریبی اور دور کے مساکین، ہمسایوں، دوستوں اور مسافروں سے بھی نہ صرف عدل بلکہ احسان کا سلوک کرنا لازم ہے۔

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا (النساء: 37) اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں ”اسلام ہمسایوں کے حقوق کا بھی تعین کرتا ہے۔ قرآن پاک اس سلسلہ میں تفصیل سے راہنمائی کرتا ہے کہ ہمسایہ کون ہے اور اسکے حقوق کیا ہیں؟ جو آپ کے ساتھ بیٹھتا ہے وہ بھی ہمسایہ ہے اور جو آس پاس کے گھروں میں ہیں چاہے آپ انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ درحقیقت ہمسائیگی کا دائرہ چالیس گھروں تک وسیع ہے۔ وہ لوگ بھی ہمسایوں میں شامل ہیں جو آپ کے ہم سفر ہیں۔ لہٰذا آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کا خیال رکھیں۔

(خطاب بیت الرشید مسجد، ہیمبرگ جرمنی 2012ء، بحوالہ کتاب عالمی بحران وامن کی راہ، صفحہ 111)

معاشرتی عدل کے قیام کیلئے کمزور طبقات اور یتامیٰ اور بیوگان کے اموال کی حفاظت اور مساکین اور غلاموں کے حقوق کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (النور: 33) اور تمہارے درمیان جو بیوائیں ہیں ان کی بھی شادیاں کراؤ اور اسی طرح جو تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے نیک چلن ہوں ان کی بھی شادی کراؤ۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی بنادے گا اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

وَاٰتُوا الۡیَتٰمٰۤی اَمۡوَالَہُمۡ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِیۡثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَلَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَہُمۡ اِلٰۤی اَمۡوَالِکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حُوۡبًا کَبِیۡرًا (النساء: 3) اور یتامیٰ کو اُن کے اموال دو اور خبیث چیزیں پاک چیزوں کے تبادلہ میں نہ لیا کرو اور ان کے اموال اپنے اموال سے ملا کر نہ کھا جایا کرو۔ یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں ”اسلام کی ایک اور عظیم الشان تعلیم غربا اور محروم لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کے بارہ میں ہے۔ اس میں ہمیں یہ ایسے مواقع کی جستجو کی تعلیم دیتا ہے جن میں ہمیں محروم لوگوں کی بے لوث انداز میں مدد کرنی چاہئے اور ان کا کسی صورت استحصال نہیں کرنا چاہئے۔ بدقسمتی سے آج کے معاشرہ میں جہاں محروم لوگوں کی بظاہر مدد کرنے کیلئے نمایاں طور پر منصوبہ اور مواقع پیدا کیے جاتے ہیں، وہ کریڈٹ سسٹم پر مبنی ہیں۔ جہاں ان کی واپسی مع سود کی جاتی ہے۔

اسلام پر ایک الزام اکثر لگایا جاتا ہے کہ اس میں عورت کو مساوی حقوق حاصل نہیں۔ یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ اسلام نے عورت کو عزت و وقار دیا ہے۔ میں ایک دو مثالیں دیتا ہوں۔ اسلام نے اس وقت عورت کو خاوند کے غلط رویہ رکھنے پر خلع کا حق دیا جب عورت صرف ملکیتی چیز یا متاع خرید و فروخت سمجھی جاتی تھی۔ جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں عورت کا یہ حق مناسب طریق سے ابھی گزشتہ صدی میں ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ مزید برآں اسلام نے عورت کو اُس وقت وراثت کا حق بخشا جب عورت کا کوئی مرتبہ اور اہمیت نہیں سمجھی جاتی تھی۔ یورپ میں عورت کو یہ حق نسبتاً حال ہی میں ملا ہے۔“

(خطاب بیت الرشید مسجد، ہیمبرگ جرمنی 2012ء، بحوالہ کتاب عالمی بحران وامن کی راہ، صفحہ 110، 111)

معاشرے میں قیام عدل کیلئے گفتگو میں بھی عدل اور قول سدید کا حکم ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا (الاحزاب: 71) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔

انصاف کے قیام کیلئے سچی گواہی کی حیثیت بنیادی ہے۔ خواہ وہ سچ اپنے والدین اور قریبی رشتوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُہَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ ۚ اِنۡ یَّکُنۡ غَنِیًّا اَوۡ فَقِیۡرًا فَاللّٰہُ اَوۡلٰی بِہِمَا ۟ فَلَا تَتَّبِعُوا الۡہَوٰۤی اَنۡ تَعۡدِلُوۡا ۚ وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا (النساء: 136) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب دونوں کا اللہ ہی بہترین نگہبان ہے۔ پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو۔ اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس آیت کی روشنی میں فرماتے ہیں:

اگر ہم اس اصول کا مجموعی طور پر جائزہ لیں تو ہمیں احساس ہوگا کہ غیر منصفانہ تجاویز کو منوانے کے طریق جو دولت اور اثر و رسوخ کے بل بوتے پر اختیار کیے جاتے ہیں ترک کر دینے چاہئیں۔ اسکی بجائے ہر ملک کے نمائندگان اور سفیروں کو خلوص نیت کے ساتھ اور انصاف اور برابری کے اصولوں کی حمایت کی خواہش کے ساتھ آگے آنا چاہئے۔ ہمیں ہر قسم کے تعصّبات اور امتیاز کو یکسر مٹانا ہوگا کیونکہ قیام امن کا یہی واحد راستہ ہے۔ اگر ہم اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی یا سلامتی کونسل کا جائزہ لیں تو اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں کی جانے والی تقاریر اور جاری کیے جانے والے بیانات کی بہت تعریفیں کی جاتی ہیں اور سراہا جاتا ہے لیکن یہ پذیرائی بے معنی ہے کیونکہ اصل فیصلے تو پہلے ہی ہو چکے ہوتے ہیں۔

پس جہاں فیصلے بڑی طاقتوں کے دباؤ اور اثر کے تحت اور انصاف اور حقیقی حق خود ارادیت کے تقاضوں کے خلاف کیے جائیں تو ایسی تقاریر کھوکھلی اور بے معنی ہو جاتی ہیں اور صرف دنیا کو دھوکہ دینے کے کام ہی آتی ہیں۔ تاہم اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم عاجز آکر اپنی کوششیں ترک کر دیں۔ اس کے برعکس ملکی قوانین کی پابندی کرتے ہوئے ہمارا نصب العین یہ ہونا چاہئے کہ ہم حکومت کو یہ یاد کرواتے رہیں کہ حالات ہم سے کیا تقاضا کر رہے ہیں۔ ہمیں ذاتی مفادات رکھنے والے گروہوں کو بھی مسلسل نصیحت کرنی چاہئے تاکہ عالمی سطح پر انصاف کا قیام ہو۔ صرف اسی صورت میں ہم اس دنیا کو امن و آشتی کا گہوارہ بنا سکیں گے جو ہم سب کی خواہش ہے۔ (خطاب نویں سالانہ امن کانفرنس لندن مورخہ 24 مارچ 2012ء، بحوالہ کتاب عالمی بحران وامن کی راہ، صفحہ 42)

معاشی عدل کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ ماپ تول پورا ہو اور اس میں انصاف سے کام لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ ۚ وَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَالۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ ۚ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ۚ وَاِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی ۚ وَبِعَہۡدِ اللّٰہِ اَوۡفُوۡا ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ (الانعام: 153) اور سوائے ایسے طریق کے جو بہت اچھا ہو یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو۔ ہم کسی جان پر اسکی وسعت سے بڑھ کر ذمہ داری نہیں ڈالتے۔ اور جب

قرآن کریم میں سچ کی بے نظیر تعلیم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے اور نیز فرمایا ہے کہ جھوٹے شیطان کے مصاحب ہوتے ہیں اور جھوٹے بے ایمان ہوتے ہیں اور جھوٹوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ مت بولو بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ تم جھوٹوں کی صحبت بھی چھوڑ دو اور انکو اپنا یار دوست مت بناؤ اور خدا سے ڈرو اور سچوں کیساتھ رہو اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ جب تو کوئی کلام کرے تو تیری کلام محض صدق ہو ٹھٹھے کے طور پر بھی اسمیں جھوٹ نہ ہو اب بتلاؤ یہ تعلیمیں انجیل میں کہاں ہیں۔ (نور القرآن نمبر 2، رُخ جلد 9 صفحہ 408)

بھی تُم کوئی بات کرو تو عدل سے کام لو خواہ کوئی قریبی ہی (کیوں نہ) ہو۔ اور اللہ کے (ساتھ کئے گئے) عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ امر ہے جس کی وہ تمہیں سخت تاکید کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دشمنوں کے ساتھ بھی عدل کا حکم دیتا ہے یہ عدل وانصاف کی ایسی اعلیٰ ترین مثال ہے کہ کوئی اور کتاب ایسی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ؗ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدہ: 9) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’یہ وہ تعلیم ہے جو معاشرہ میں امن قائم کرتی ہے۔ فرمایا کہ اپنے دشمن کے معاملہ میں بھی عدل کو نہ چھوڑو۔ ابتدائی تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ اس تعلیم پر عمل کیا گیا تھا اور عدل وانصاف کے تمام تقاضے پورے کئے گئے تھے......تاریخ اِس حقیقت پر شاہد ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان لوگوں سے کوئی انتقام نہیں لیا تھا جنہوں نے آپؐ کو شدید تکالیف دی تھیں۔ آپ نے نہ صرف انہیں معاف کردیا تھا بلکہ اجازت دی تھی کہ وہ اپنے اپنے دین پر قائم رہیں۔ آج بھی امن صرف اِسی صورت میں قائم ہوسکتا ہے جب دشمن کیلئے بھی عدل کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں۔ اور ایسا صرف مذہبی انتہا پسندی کے خلاف جنگوں میں ہی نہیں بلکہ دیگر تمام جنگوں میں بھی کیا جانا چاہئے۔ اسی طرح جو امن حاصل ہوگا درحقیقت وہی پائیدار امن ہوسکتا ہے۔ (تاریخی خطاب برطانوی پارلیمنٹ کے ہاؤس آف کامنز میں مورخہ 22 اکتوبر 2008ء، بحوالہ کتاب عالمی بحران وامن کی راہ، صفحہ 14)

اسلام میں حاکموں کو رعایا سے عدل کرنے کا حکم ہے اور رعایا کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کی امانت صرف اسکے اہل کے ہی سپرد کریں اور پھر وہ اپنے ان حاکموں کی اطاعت بالمعروف کے پابند ہیں۔ جیسا کہ سورہ النساء آیت نمبر 59 تا 60 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا (النساء: 59) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔ یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النساء: 60) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں (اُولُوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یومِ آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

بین المذاہب عدل کے قیام کیلئے بنیادی اصول یہ ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ: 257) دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہوچکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جسکا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

’’یہ حکم نہ صرف اس الزام کو رد کررہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے بلکہ مسلمانوں کو یہ بتا رہا ہے کہ ایمان لانا ایک ایسا معاملہ ہے جو بندہ اور اُسکے خدا کے درمیان ہے جس میں کسی طرح سے بھی مداخلت نہیں ہونی چاہئے۔ ہر انسان کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے اور عبادت کرنے کی اجازت ہے لیکن اگر مذہب کے نام پر جاری سرگرمیاں دوسروں کیلئے ضرر رساں ہو جائیں اور ملکی قانون کے خلاف ہوں تب اس ملک کے قانون نافذ کرنے والے اُن کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں کیونکہ اگر کسی مذہب میں کوئی ظالمانہ فعل کیا جارہا ہے تو وہ ہرگز کسی ایسی تعلیم کا حصہ نہیں ہوسکتا جو خدا تعالیٰ کے کسی بھی نبی نے دی ہو۔ علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر قیام امن کیلئے یہ ایک بنیادی اُصول ہے۔ اگر کوئی معاشرہ، گروہ یا حکومت آج آپ کے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں حارج ہے اور کل کو حالات آپ کے حق میں تبدیل ہوجاتے ہیں تو اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ کبھی بھی اپنے دل میں اُن کیلئے کوئی کینہ یا نفرت نہ رکھیں۔ آپ کو کبھی انتقام کا خیال نہیں آنا چاہئے بلکہ آپ کا فرض عدل و انصاف کا قیام ہے۔‘‘

(تاریخی خطاب برطانوی پارلیمنٹ کے ہاؤس آف کامنز میں مؤرخہ 22؍اکتوبر 2008ء بحوالہ کتاب عالمی بحران وامن کی راہ صفحہ نمبر 14)

قرآن شریف نے بین الاقوامی امن کے قیام کیلئے عالمی عدل اور انصاف کا یہ اصول بیان فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الحجرات: 10) اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کررہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

’’اگرچہ یہ تعلیم مسلمانوں کے متعلق ہے لیکن اس اصول کو اختیار کرکے عالمی امن کی بنیا درکھی جاسکتی ہے۔ آغاز میں ہی یہ بات وضاحت سے بیان ہوچکی ہے کہ قیام امن کیلئے سب سے ضروری چیز عدل کا قیام ہے۔ اور اصول عدل کی پابندی کے باوجود اگر قیام امن کی کوششیں ناکام ثابت ہوں تو مل کر اُس فریق کے خلاف جنگ کرو جو ظلم کا مرتکب ہورہا ہے۔ یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ ظالم فریق امن قائم کرنے کیلئے تیار نہ ہوجائے لیکن جب ظالم اپنے ظلم سے باز آجائے تو پھر عدل کا تقاضا ہے کہ انتقام کے بہانے نہ تلاش کرو۔ طرح طرح کی پابندیاں مت لگاؤ۔ ظالم پر ہر طرح سے نظر رکھو لیکن ساتھ ہی اُسکے حالات بھی بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ اس بدامنی کو ختم کرنے کیلئے جو آج دنیا کے بعض ممالک میں موجود ہے اور بدقسمتی سے ان میں بعض مسلمان ممالک نمایاں ہیں اُن اقوام کو جنہیں ویٹو کا حق حاصل ہے بطور خاص اس امر کا تجزیہ کرنا چاہئے کہ کیا صحیح معنوں میں عدل کیا جارہا ہے؟ مدد کی ضرورت پڑنے پر طاقتور اقوام کو ہی مدد کیلئے پکارا جاتا ہے۔‘‘ (تاریخی خطاب برطانوی پارلیمنٹ کے

جس قدر راستی کے التزام کیلئے قرآن شریف میں تاکید ہے انجیل میں نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : جس قدر راستی کے التزام کے لئے قرآن شریف میں تاکید ہے میں ہرگز باور نہیں کرسکتا کہ انجیل میں اس کا عشر عشیر بھی تاکید ہو۔ بیس برس کے قریب عرصہ ہوگیا کہ میں نے اسی بارہ میں ایک اشتہار دیا تھا اور قرآنی آیات لکھ کر اور عیسائیوں وغیرہ کو ایک رقم کثیر بطور انعام دینا کرکے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ جیسے ان آیات میں راست گوئی کی تاکید ہے اگر کوئی عیسائی اس زور وشور کی تاکید انجیل میں سے نکال کر دکھلا دے تو اس قدر انعام اس کو دیا جائے گا مگر پادری صاحبان اب تک ایسے چپ رہے کہ گویا ان میں جان نہیں اب مدت کے بعد فتح مسیح صاحب کفن میں سے بولے شاید بوجہ امتداد زمانہ ہمارا وہ اشتہار ان کو یاد نہیں رہا۔ (نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن، جلد 9 صفحہ 402)

ہاؤس آف کامنز میں مؤرخہ 22/اکتوبر 2008ء بحوالہ کتاب عالمی بحران و امن کی راہ، صفحہ 17)

بین الاقوامی امن اور انصاف

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس اہم بنیادی اصول کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’اس آیت میں بین الاقوامی صلح کے قیام کیلئے مندرجہ ذیل لطیف گُر بتائے ہیں۔ سب سے اول جب دو قوموں میں لڑائی اور فساد کے آثار ہوں معاً دوسری قومیں بجائے ایک یا دوسری کی طرف داری کرنے کے ان دونوں کو نوٹس دیں کہ وہ قوموں کی پنچایت سے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرائیں۔ اگر وہ منظور کر لیں تو جھگڑا مٹ جائے گا۔ لیکن اگر ان میں سے ایک نہ مانے اور لڑائی پر تیار ہو جائے تو دوسرا قدم یہ اٹھایا جائے کہ باقی سب اقوام اسکے ساتھ مل کر لڑیں اور یہ ظاہر ہے کہ سب اقوام کا مقابلہ ایک قوم نہیں کر سکتی۔ ضرور ہے کہ جلد اسکو ہوش آ جائے اور وہ صلح پر آمادہ ہو جائے۔ پس جب وہ صلح کیلئے تیار ہو تو تیسرا قدم یہ اٹھائیں کہ ان دونوں قوموں میں جن کے جھگڑے کی وجہ سے جنگ شروع ہوئی تھی صلح کرا دیں۔ یعنی اس وقت اپنے آپ کو فریقِ مخالف بنا کر خود اس سے معاہدات کرنے نہ بیٹھیں بلکہ اپنے معاہدات تو جو پہلے تھے وہی رہنے دیں۔ صرف اسی پہلے جھگڑے کا فیصلہ کریں جسکے سبب سے جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ کی وجہ سے نئے مطالبات قائم کر کے ہمیشہ کی فساد کی بنیاد نہ ڈالیں۔ چوتھے یہ امر مدنظر رکھیں کہ معاہدہ انصاف پر مبنی ہو یہ نہ ہو کہ چونکہ ایک فریق مخالفت کر چکا ہے اس لیے اس کے خلاف فیصلہ کر دو بلکہ باوجود جنگ کے اپنے آپ کو ثالثوں کی ہی صف میں رکھو فریق مخالف نہ بن جاؤ۔‘‘ (احمدیت یعنی حقیقی اسلام، انوار العلوم، جلد 8، صفحہ 314)

قرآنی اصولوں کی روشنی میں اسلامی معاشرے میں قیام عدل کا آغاز تو بعثت نبویؐ کے ساتھ ہی ہو گیا جب رسول اللہؐ مسلمانوں کے واجب الاطاعت امام اور لیڈر تسلیم کیے گئے لیکن ہجرت مدینہ کے بعد قیام عدل کا یہ سفر تیز تر ہو گیا جب رسول کریمؐ نے ابتدائی اسلامی ریاست کے سربراہ کے طور پر مدینہ میں انصاف کے بہترین نمونے قائم فرمائے۔ پھر جب 8ھ میں مکہ فتح ہوا اور سارا عرب رسول اللہ ﷺ کے زیر نگین ہو گیا اور آپؐ دنیا کے سامنے ایک عادل بادشاہ اور منصف اعظم کے طور پر ابھر کر سامنے آئے تو اسلامی دنیا عدل کا گہوارہ بن گئی۔

بے شک یہ اسلام کی شاندار تعلیم عدل و انصاف کا نتیجہ تھا۔ تاہم قیام عدل کی کوششوں میں آنحضرت ﷺ کا دعویٰ نبوت سے بھی پہلے فطری جذبۂ عدل بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ جب آپ نے مکہ میں ظلم، بے انصافی کا دَور دورہ دیکھ کر وہاں کے چند بااثر افراد کے ساتھ قیام عدل و انصاف کی خاطر ایک انجمن حلف الفضول کی رکنیت قبول فرمائی، جس میں شامل ہونے والوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ مظلوم کا حق دلانے میں اپنی پوری طاقت صرف کریں گے۔ رسول کریم ﷺ بعد میں بھی فرماتے تھے کہ اگر آج بھی کوئی شخص مجھ سے اس معاہدہ کے واسطہ سے مدد چاہے تو میں ضرور مدد کروں گا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ھشام، جز 1، صفحہ 133) اور پھر واقعی ایک دن یہ بھی صورتحال پیدا ہو گئی۔

دعویٔ نبوت کے بعد سردار مکہ ابوجہل آپکا جانی دشمن تھا۔ اس نے ایک مظلوم دیہاتی اراشی سے اونٹ خریدا اور قیمت کی ادائیگی میں پس و پیش کرنے لگا۔ اجنبی اراشی کو کسی نے شرارت اور طنز سے کہہ دیا کہ محمد ﷺ سے اپنا حق ابوجہل سے دلانے کی اپیل کرو۔ وہ سادہ لوح دیہاتی آپؐ کا پتہ پوچھتا ہوا آ پہنچا اور مدد چاہی۔ آپ اپنے اسی عہد کی لاج میں اسکے ساتھ چل پڑے اور ابوجہل سے اسکا حق دلوا کے دم لیا۔ تھوڑی دیر میں ابوجہل اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو سب اس سے پوچھنے لگے کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ ابوجہل نے کہا کہ جونہی میں نے محمدؐ کی آواز سنی، مجھ پر سخت رعب طاری ہو گیا۔ جب باہر آیا تھا تو دیکھا کہ محمدؐ کے سر کے پاس خونخوار اُونٹ ہے۔ اگر میں انکار کرتا تو وہ اُونٹ مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، جلد 2، صفحہ 123 تا 124، دارالفکر بیروت)

الغرض وقت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا جذبۂ عدل فزوں تر ہوتا چلا گیا۔ مدینہ منورہ کا واقعہ ہے۔ آپ کی مجلس میں ہجرت حبشہ سے واپس آنے والے ایک شخص نے اس ملک کی ایک مظلوم بڑھیا کا قصّہ سنایا۔ جس نے کمال جرأت سے اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو کہا تھا کہ ’’تمہیں اپنا انجام فیصلہ کے دن معلوم ہو جائیگا جب خدا اپنی عدالت کی مسند پر جلوہ افروز ہوگا۔‘‘ رسول اللہ ﷺ اس کمزور حبشی عورت کی داستان ظلم سن کر تڑپ اُٹھے اور فرمایا: اس بڑھیا نے سچ کہا ’’اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے برکت بخشے اور پاک کرے گا جس میں کمزور کو طاقتور سے ان کے حق نہیں دلائے جاتے۔‘‘ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن)

قیام عدل وانصاف اور حکومت کی ضرورت

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصاف کے قیام کے بارے میں یہ راہ نمائی فرمائی کہ اس کا آغاز گھروں سے ہونا چاہئے جیسا کہ حال ہی میں آپ نے اپنی ایک آن لائن پریس کانفرنس میں فرمایا ’’قرآن کریم نے اور حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہیں مقامی سطح پر بھی، گھروں میں بھی اور بین الاقوامی سطح پر بھی انصاف کو قائم کرنا ہوگا۔ تب ہی معاشرے میں امن دیکھ سکتے ہو۔‘‘ (امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گیمبیا کے صحافیوں کے ساتھ آن لائن پریس کانفرنس مورخہ 22/مئی 2021ء)

امر واقعہ یہ ہے کہ حقیقی عدل و انصاف کے قیام کیلئے حکومت و ریاست کی بجائے دراصل ایسے ہی جذبۂ عدل کی ضرورت ہے۔ پس دَور حاضر میں اسلام کے نام پر قائم بعض تنظیموں کا یہ تصور کہ حکومت حاصل کیے بغیر حقیقی عدل و انصاف قائم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ خیال ہرگز درست نہیں کیونکہ آنحضرتؐ کو عدل کے قرآنی اصولوں پر عملدرآمد کیلئے میسر 23 سالہ دَور کا نصف سے زیادہ عرصہ مکہ کے 13 سالوں پر مشتمل ہے جس میں حکومت کی کوئی طاقت حاصل نہیں تھی بلکہ میثاق مدینہ سے پہلے ابتدائی دَور میں بھی یہی صورت رہی مگر اس زمانے میں بھی آپؐ نے عدل و انصاف کے اصولوں پر عمل کر کے خوبصورت نمونہ دیا کیونکہ انفرادی سطح پر اسلامی تعلیم عدل کو جاری کرنے کیلئے کسی حکومت کی ضرورت نہیں۔ عدل و انصاف کا اصل آغاز تو انسان کی اپنی ذات اور گھر سے ہوتا ہے اور اسکے اعلیٰ نمونے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی کمزوری کے زمانے میں پیش کر کے یہ بات ثابت کر دکھائی۔ بے شک ریاست مدینہ قائم ہونے پر ان کی شان اور وسعت بڑھتی چلی گئی مگر انفرادی سطح پر قیام انصاف کیلئے تب بھی وعظ و نصیحت اور عملی نمونہ کی ضرورت تھی جو آپؐ نے دکھا دیا۔

اپنی ذات سے عدل

رسول کریم ﷺ نے ہمیشہ انصاف کے کٹہرے میں سب سے پہلے اپنی ذات کو کھڑا کیا۔ جب کبھی کسی نے آپؐ سے زیادتی کے بدلہ کا مطالبہ کیا آپ بغیر کسی تردد کے اس کیلئے آمادہ نظر آئے۔ یہاں بطور نمونہ حضرت اسید بن حضیر انصاریؓ کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کی طبیعت میں مزاح بہت تھا۔ وہ ایک دفعہ لوگوں کو مزاحیہ باتیں سنا کر ہنسا رہے تھے، حضورؐ نے بھی ازراہ مزاح ان کے پہلو میں اپنی چھڑی چبھو دی۔ ان کو یقین تھا کہ رسول خداؐ عدل کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے۔ انہیں بھی کیا عجب تدبیر سوجھی کہ رسول اللہ ﷺ سے چھڑی چبھونے کا بدلہ طلب کر لیا۔ قربان جائیں اس منصف رسولؐ پر آپؐ نے فرمایا آپ ابھی بدلہ لے سکتے ہو۔ اسید نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے تو قمیص پہن رکھا ہے، جبکہ مجھے ننگے بدن میں چھڑی چبھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص اوپر اٹھایا تا کہ وہ حسب مرضی بدلہ لے لیں۔ اس

قرآن پہلی تمام کتابوں کی ماں ہے، اس زبان میں نازل ہوا جو اُمّ الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ● قرآن ہی پہلی تمام کتابوں کی ماں ہے اور ایسا ہی عربی تمام زبانوں کی ماں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور باقی زبانیں اس کے بیٹے بیٹیوں کی طرح ہیں۔ (منن الرحمٰن روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 184) ● دنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اس زبان میں نازل ہوا ہے جو اُمّ الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ (ضیاء الحق، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 250)

پر اُسید بن حضیرؓ وفورِ محبت سے آپؐ سے چمٹ کر جسم مبارک کے بوسے لینے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرا تو بس اتنا مقصد تھا کہ آپؐ سے محبت کا اظہار اور برکت حاصل کرلوں۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب 161)

اولاد سے عدل

ایک دفعہ رسول کریمؐ کے پاس کچھ قیدی آئے۔آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے بھی گھریلو ضرورت کیلئے آپؐ سے ایک خادم طلب کیا۔رسول کریمؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تمہیں خادم دے کر اصحاب صُفّہ اور غریب صحابہ کو محروم نہیں رکھ سکتا۔جو فاقوں سے بے حال ہیں اور جن کے نان ونفقہ کیلئے اخراجات تک میسر نہیں۔ میں یہ قیدی فروخت کر کے اپنے غریب صحابہ پر خرچ کروں گا۔

(مسند احمد، جزء1، صفحہ 107)

بیویوں میں عدل

گھریلو اور عائلی سطح پر عدل کیلئے بھی کسی ریاست کی ضرورت نہیں۔اسلام نے ایک سے زیادہ شادی کی اجازت جس بنیادی شرط سے مشروط قرار دی وہ عدل ہے۔اور نبی کریم ﷺ نے اپنے مخصوص حالات اور ضرورت کے تحت اس اجازت سے فائدہ اٹھایا مگر عدل کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ سب بیویاں اس پر گواہ تھیں۔آپؐ نے صحابہ سے برملا فرمایا:’’میں اپنی بیویوں سے حسن سلوک میں تم سب سے بہتر ہوں۔‘‘(ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حسن معاشرہ النساء)

گھریلو سطح پر عدل کا ایک واقعہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ اپنی ایک بیوی کے ہاں تھے وہاں کسی دوسری بیوی نے ایک پیالے میں کچھ کھانا بھجوایا۔جس بیوی کی باری تھی اسے غیرت آئی اور اس نے غصہ سے پیالے پر ہاتھ مارا اور وہ گر کر ٹوٹ گیا۔نبی کریمؐ نے اس پیالے کو جوڑا اور اس میں کھانا چن کر فرمایا اب کھالو۔ ادھر آپؐ نے کھانا لانے والے کو روک لیا تھا۔کھانے سے فارغ ہوئے تو ٹوٹا ہوا پیالہ پاس رکھ لیا اور اس کی بجائے درست پیالہ توڑنے والی بیوی سے لے کر واپس بھجوا دیا۔

(بخاری، کتاب المظالم، باب35)

مظلوم عورتوں سے عدل

معاشرے کے مظلوم طبقہ عورتوں کے حقوق دلانے کیلئے بھی کسی حکومت کی بجائے گھریلو اور معاشرتی سطح پر عدل کے نمونے قائم کرنے کی ضرورت تھی جو بانیٔ اسلام ﷺ نے حکومت ملنے سے پہلے کر کے دکھا دیے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا ہی حوصلہ تھا کہ اس صنف نازک کے حقوق کی خاطر آپؐ نے اس وقت نعرہ بلند کیا جب سارا معاشرہ اس کا مخالف تھا۔حقیقت یہ ہے کہ مرد ہوکر عورتوں کے حقوق کے سب سے بڑے علمبردار ہونے کی منفرد مثال صرف اور صرف ہمارے نبیؐ کی شان ہے جو ہمیشہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھی جاتی رہے گی۔

وہ عرب معاشرہ جس میں عورت کا کوئی حق نہیں سمجھا جاتا تھا اور ان سے گھر کی خادماؤں اور لونڈیوں سے بھی بدتر سلوک ہوتا تھا۔وہ نہ صرف حقِ ورثہ سے محروم ہوتی بلکہ خود ترکہ میں بانٹی جاتی تھی۔نبی کریمؐ نے اسے گھر کی مالکہ بنا دیا اور فرمایا’’عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔اور اس سے اس ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔‘‘اسلامی شریعت میں عورت کو اس کی ذمہ داری کے مطابق ورثہ کا حق دیا گیا کہ وہ بطور ماں، بیٹی اور بیوی جائیداد کی وارث ہوگی جبکہ اس سے قبل بڑا بیٹا ہی ساری جائیداد کا مالک ہوتا تھا۔بانیٔ اسلام نے عورت کو بھی مردوں کی طرح ذاتی ملکیت رکھنے کا پورا حق عطا فرمایا۔اور حق ورثہ اور حق مہر کے اموال اسکے تصرف میں دینے کی ہدایت فرمائی۔ آپؐ نے کمال عدل سے شادی کے بارہ میں عورت کی پسند کا حق بھی قائم فرمایا۔روزمرہ خانگی امور سے ہٹ کر مالی امور میں شہادت کیلئے دو عورتوں کی گواہی کو قبول کرنے کا اصول مقرر فرمایا جبکہ بعض امور جیسے ولادت ورضاعت وغیرہ میں تنہا عورت کی گواہی بھی قبول فرمائی۔غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں اپنے دائرہ عمل میں رہتے ہوئے عورت کو مکمل انصاف مہیا کیا۔

مجبور غلاموں کیلئے انصاف

اسلام سے پہلے غلاموں کے کمزور طبقے سے بھی ظلم روا رکھا جاتا تھا۔رسول کریم ﷺ نے نہایت عدل سے ان کے حقوق قائم کر کے دکھائے اور اس کیلئے بھی کسی حکومت کی ضرورت پیدا نہیں ہوئی۔

سب سے پہلے آپ نے ہمیشہ کیلئے غلامی کے ظالمانہ رواج کے خاتمہ کا اعلان کیا اور موجود غلاموں کی آزادی کی تدبیریں فرمائیں پھر بھی جو غلام باقی رہ گئے ان سے آپؐ نے کمال عدل وانصاف بلکہ احسان کا سلوک کرنے کی تعلیم دی۔وہ معاشرہ جہاں غلاموں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ آپؐ نے اس تعلیم پر عمل کروایا کہ غلام بھی تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاؤ انہیں کھلاؤ جو خود پہنو انہیں پہناؤ اور جو کام ان کے سپرد کرواگر وہ ان کی طاقت سے بڑھ کر ہو تو خود ان کی مدد کرو۔

(بخاری، کتاب الادب، بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ السِّبَابِ وَاللَّعْنِ)

اسلامی ریاست مدینہ

مکہ میں مسلسل تیرہ سال تک ظلم وتشدد برداشت کرنے کے بعد رسول کریم ﷺ کو مجبوراً اپنے پیارے وطن مکہ کو الوداع کہنا پڑا اور مدینہ میں قبیلہ اوس وخزرج میں سے اسلام قبول کرنے والی ایک جماعت کے پاس آ کر پناہ لینی پڑی۔یہاں آباد یہود، مشرکین اور دیگر عرب قبائلِ مدینہ کے ساتھ آپ نے معاہدہ کیا جو’’میثاق مدینہ‘‘ کے نام سے معروف ہے۔وہ عدل وانصاف اور آزادی مذہب کی بہترین ضمانت ہے جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مظلوم مسلمانوں نے طاقت حاصل ہوتے ہی اپنی اسلامی ریاست میں عدل وانصاف کا سکّہ کس طرح رائج کر کے دکھایا۔

معاہدہ مدینہ کی بنیادی شرط یہ تھی کہ یہود کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور اس معاہدہ کے نتیجہ میں کچھ حقوق انہیں حاصل ہوں گے اور کچھ ذمہ داریاں عائد ہوں گی۔

معاہدہ کی دوسری شرط کے مطابق مدینہ کے مسلمان مہاجرین وانصار اور یہود اس معاہدہ کی رو سے’’برابری کی سطح پر اُمّتِ واحدہ‘‘متصور ہوں گے۔یعنی سیاسی لحاظ سے ایک قوم ہوکر دفاع کریں گے۔

معاہدہ کی تیسری بنیادی شرط تھی کہ یہود کو اپنے دین کی آزادی اور مسلمانوں کو اپنے دین میں مکمل آزادی ہوگی۔

معاہدے کی چوتھی شق کے مطابق مسلمان اور یہود مدینہ پر حملے کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور اصول عدل کے مطابق مسلمان اپنے اخراجات کے ذمّہ دار اور یہود اپنے اخراجات کے ذمہ دار خود ہوں گے البتہ جنگ کی صورت میں باہم مل کر خرچ کریں گے۔

پانچویں شرط اس اصول عدل پر مبنی تھی کہ فریقین ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے اور کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام، جلد 2، صفحہ 147 تا150)

ہر چند کہ مدینہ کے یہودی مسلسل اس معاہدے کی خلاف ورزیوں کے مرتکب ہوتے رہے لیکن نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ ان سے

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ہر پہلو سے جائزہ لے کر اپنی کمیوں کو دُور کرنے کی کوشش کریں

(پیغام حضور انور برموقع سالانہ اجتماع انصا اللہ جرمنی 2019)

طالب دعا: بی۔ایم۔خلیل احمد ولد مکرم بی۔ایم۔بشیر احمد صاحب وافراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور)

قرآن کریم عبارات پاکیزہ سے پُر، شیریں استعارات سے مالا مال، ملیح تقریروں اور آراستہ اور حکمیہ مضمونوں سے بھرا ہوا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : بہت سے ان میں سے اعجاز بلاغت قرآن کو تسلیم کر کے ایمان لائے جیسا کہ لبید بن ربیعۃ العامری جو معلقہ رابعہ کا مصنف ہے اس نے اسلام کا زمانہ پایا اور مشرف باسلام ہوا اور پورا اخلاص دکھایا اور سن اکتالیس میں فوت ہوا۔اور اسی طرح بہتوں نے ان میں سے قرآن شریف کی بلاغت فصاحت کو قبول کرلیا اور اقرار کرلیا کہ درحقیقت قرآن عبارات پاکیزہ سے پُر اور شیریں استعارات سے مالا مال اور ملیح تقریروں اور آراستہ اور حکمیہ مضمونوں سے بھرا ہوا ہے بلکہ جس نے اس میں نظر غور کی سو وہ اسلام کی طرف دوڑا اور ایمان والوں میں داخل ہوا۔ (نور الحق، روحانی خزائن، جلد 8 صفحہ 147)

ایفائے عہد اور انصاف سے بڑھ کر احسان کا معاملہ کیا۔

خلافت راشدہ کے زریں عہد کے نظارے اسلامی دنیا نے تیس سال تک مشاہدہ کیے جسکے بعد حضرت امیر معاویہؓ سے ملوکیت کا دَور شروع ہوگیا۔ اس میں یزید جیسے ظالم اور سفاک حکمران بھی آئے اور خلافت راشدہ کا رنگ باقی نہ رہا بلکہ زمانۂ نبوت و خلافت سے دوری کے ساتھ اس میں نمایاں کمی آتی چلی گئی۔ فیج اعوج کے اس تاریک دَور میں اسلامی حکومت کیلئے بس خلافت کا رسمی نام باقی رہ گیا اور عدل اسلامی اٹھتا ہی چلا گیا۔ بالآخر چودھویں صدی کا وہ زمانہ آگیا جس کیلئے رسول کریم ﷺ نے مسیح و مہدی کے آنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ وہ حکم عدل ہوکر آئے گا اور تمام دینی و دنیوی فیصلے انصاف سے کرے گا۔ یہ پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمدؑ بانیٔ جماعت احمدیہ کے ذریعہ پوری ہوئی جب آپ نے قرآن و سنت پر عمل کا عہد بیعت لے کر 23/مارچ 1889ء کو ایک پاکیزہ جماعت کی بنیاد رکھی۔

بطور حکم عدل حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے مختلف اسلامی فرقوں کے اختلافات کے فیصلے کمال انصاف اور روشن براہین سے فرمادیے۔ آپؑ کی وفات کے بعد خلافت احمدیہ کے ذریعہ یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ احمدی احباب کے باہمی تنازعہ کی صورت میں اسلامی طریق کے مطابق جماعت احمدیہ کا نظام دارالقضاء موجود ہے جہاں حصول انصاف کے طالبوں کیلئے ثالثی رنگ میں نہایت عدل سے فیصلے جاری ہوتے ہیں جسکی برکت سے احباب جماعت رائج الوقت عدالتوں میں مقدمہ بازیوں کی خجالتوں اور مشکلات سے محفوظ ہوکر بسہولت انصاف پاتے ہیں اور یوں مہدی کے ذریعہ دنیا میں قیام عدل و انصاف کی بات پوری ہورہی ہے۔ اس وقت جماعت احمدیہ کی شاخیں 213/ممالک میں قائم ہیں۔ جہاں جماعت کی تعداد زیادہ ہے وہاں نظام قضاء قائم ہوکر رفتہ رفتہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہورہا ہے اور جماعت اس کیلئے کوشاں ہے۔ خلافت خامسہ کے بابرکت دَور میں 2019ء میں اس عادلانہ نظام قضاء پر جماعت احمدیہ کے ایک سو سال مکمل ہوگئے۔ اس موقع پر لندن میں اس نظام عدل سے منسلک بین الاقوامی نمائندوں کی کانفرنس ہوئی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے قیام عدل کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عدل کے تقاضے پورے کرنے کیلئے ہر قسم کے اثر ورسوخ سے بالا ہوکر فیصلہ کرنا ہے۔ اور یہ باتیں اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتیں جب تک تقویٰ کا اعلیٰ معیار نہ ہو، ہر فیصلے کیلئے خدا تعالیٰ سے مدد مانگنے کیلئے دعا نہ کی جائے اور ہر مقدمے کو گہرائی میں جا کر ہر پہلو کو دیکھ کر سماعت نہ ہو۔‘‘

(رپورٹ انٹرنیشنل ریفریشر کورس صد سالہ جوبلی دارالقضاء سلسلہ عالیہ احمدیہ (1919ء تا 2019ء) مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل)

جماعت احمدیہ میں بظاہر یہ ایک چھوٹا سا نمونہ قیام عدل کا ہے جو اپنی توفیق کے مطابق جماعت احمدیہ اپنے دائرہ میں پیش کررہی ہے اور جو مسلسل وسعت پذیر ہے۔ اسکے بالمقابل دَور حاضر میں عالمی سطح پر قیام انصاف کے نام پر جو ادارے قائم کیے گئے وہ بھی بجائے انصاف دینے کے اپنے مفادات کو ترجیح دینے کی وجہ سے ناکام ثابت ہوئے ہیں۔

دَور حاضر میں عدل کی ضرورت اور امام وقت کی راہ نمائی

موجودہ حالات میں یہ ضرورت محسوس کرتے ہوئے حکم عدلؑ کے پانچویں خلیفہ اور دور حاضر کے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مسلسل دور حاضر میں انصاف کی ضرورت پر زور دے رہے ہیں۔

آپ نے لیگ آف نیشنز کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ’’جہاں تک عالمگیر معاملات کا تعلق ہے جب تک انصاف نہ ہوگا، امن قائم نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ کے دوہرے معیار ہوں گے جیسا کہ ہم آج کی دنیا میں دیکھتے ہیں، جن کا مظاہرہ بڑی طاقتوں سے ہوتا ہے تو پھر وہ دنیا میں امن کو قائم نہیں کرسکتے۔ لیگ آف نیشنز کے قیام کے بعد بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ لیگ آف نیشنز کا قیام اس غرض سے کیا گیا تھا کہ ہر ملک کو مساوی حقوق اور انصاف مل سکے۔ مگر وہ ناکام ہوگئی اور اس کا خمیازہ دوسری جنگ عظیم کی صورت میں بھگتنا پڑا۔‘‘

(امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گیمبیا کے صحافیوں کے ساتھ (آن لائن) پریس کانفرنس مورخہ 22/مئی 2021ء)

آپ نے تمام بڑے عالمی راہنماؤں کو اپنے امن مراسلوں میں انصاف کی طرف توجہ دلائی ہے۔

برطانیہ کے وزیر اعظم کو لکھا ’’پس اگر آپ چاہیں تو عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرکے دنیا کی راہنمائی کرسکتے ہیں۔‘‘

امریکہ کے سابق صدر اوباما کو لکھا ’’ہم سب جانتے ہیں کہ جنگ عظیم دوم کے بنیادی محرکات میں لیگ آف نیشنز کی ناکامی اور 1932ء میں رونما ہونے والا معاشی بحران سرفہرست تھا......اگر چھوٹے ممالک کے جھگڑے سیاسی طریق کار اور سفارت کاری کے ذریعہ حل نہ کیے گئے تو...... یقیناً یہ امر تیسری عالمی جنگ کا پیش خیمہ ہوگا۔‘‘

چین کے وزیر اعظم کو لکھا ’’میری دعا ہے کہ عالمی راہنما دانش مندی سے کام لیتے ہوئے اقوام عالم اور افراد کے مابین موجود چھوٹے چھوٹے تنازعات کو عالمگیر بننے سے بچانے میں اپنا مثبت کردار ادا کریں۔‘‘

اسرائیل کے وزیر اعظم کو لکھا کہ ’’آج دنیا کا ہر ملک یا تو کسی دوسرے ملک کی دشمنی پر کمر بستہ ہے یا کسی دوسرے ملک کا حمایتی بنا ہوا ہے لیکن انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں۔‘‘

اسی طرح حضرت امام جماعت نے مختلف عالمی پلیٹ فارمز پر انصاف کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی۔ 2008ء میں برطانوی پارلیمنٹ میں، 2012ء میں ملٹری ہیڈکوارٹر کوبلنز (جرمنی) میں، پھر اسی سال سالانہ امن کانفرنس میں، 2012ء میں ہی کیپیٹل ہل (واشنگٹن امریکہ) میں ’’انصاف کی راہ۔ قوموں کے مابین انصاف پر مبنی تعلقات‘‘ کے موضوع پر خطاب، اسی سال یوروپین پارلیمنٹ برسلز بلجیم میں ’’امن کی کنجی۔ بین الاقوامی اتحاد‘‘ کے موضوع پر، 2013ء میں برطانوی پارلیمنٹ میں ’’اسلام۔ امن اور محبت کا مذہب‘‘ کے عنوان سے، 2013ء میں نیوزی لینڈ میں ’’امن عالم۔ وقت کی ضرورت‘‘ کے موضوع پر مسلسل اپنے خطابات میں قیام امن کیلئے انصاف کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہر سطح پر راہنمائی کرتے ہوئے عالمگیر قیام امن و انصاف کیلئے تحریک فرمائی ہے۔ حال ہی میں ایک آن لائن پریس کانفرنس میں فرمایا: ’’یہی حالات آج اقوام متحدہ کے بھی ہیں۔ وہ انصاف سے کام نہیں لے رہے۔ غریب اور امیر کیلئے ان کے دوہرے معیار ہیں یعنی مغربی ممالک اور افریقی اور ایشیائی ممالک کیلئے، اور یہی وجہ ہے کہ ہم آج دنیا میں بدامنی دیکھ رہے ہیں۔ پس انصاف کے بغیر قیام امن ناممکن ہے۔‘‘ (امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گیمبیا کے صحافیوں کے ساتھ (آن لائن) پریس کانفرنس مورخہ 22/مئی 2021ء)

اللہ تعالیٰ کرے کہ دنیا امام وقت کی اس آواز کو سننے اور ان کی قیام عدل و انصاف کی دلی تمنا کو پورا کرنے کی توفیق پائے تاکہ یہ عالم ایک دفعہ پھر عدل و انصاف کا گہوارہ بن جائے۔ آمین۔

......☆......☆......

طالب دعا:
شیخ سلطان احمد
ایسٹ گوداوری
(آندھرا پردیس)
99633 83271
Pro. SK.Sultan
97014 62176
Oxygen Nursery
All kind of Plants are Available.
Rajahmundry
Kadiyapu lanka, E.G.dist.
Andhra Pradesh 533126.
#email. oxygennursery786@gmail.com
Love for All...Hatred for None

اگر کوئی شخص ایک ذرّہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنیکو طیار ہیں

اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کرسکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں...... ہمارے مخالفوں کی ایمانداری اور خداترسی کس قسم کی ہے کہ باوجود لاجواب رہنے کے پھر بھی فضول گوئی سے باز نہیں آتے۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 298 حاشیہ 2)

قرآن کریم کی غیر مسلموں سے رواداری اور حسن سلوک کی تعلیمات

(سلیق احمد نایک، مربی سلسلہ، نظارت علیا قادیان)

اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی واضح الفاظ میں آزادیٔ ضمیر اور مذہبی آزادی کا اعلان فرمایا اور اس اعلان کے ذریعہ رہتی دنیا تک رواداری کی وہ مثال قائم کی جسکے بعد کسی بھی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (الکافرون: 7) تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔ نیز فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: 257) کہ مذہب تمہارے دل کا معاملہ ہے، اس تعلق سے کوئی جبر نہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مذہبی امور میں آزادی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کہ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔ اس قسم کا فقرہ انجیل میں کہیں بھی نہیں ہے۔ لڑائیوں کی اصل جڑ کیا تھی؟ اسکے سمجھنے میں ان لوگوں سے غلطی ہوئی ہے۔ اگر لڑائی کا ہی حکم تھا تو تیرہ برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو پھر ضائع ہی گئے کہ آپ نے آتے ہی تلوار نہ اُٹھائی، صرف لڑنے والوں کے ساتھ لڑائیوں کا حکم ہے۔ اسلام کا یہ اصول کبھی نہیں ہوا کہ خود ابتدائے جنگ کریں۔ لڑائی کا کیا سبب تھا اسے خود خدا نے بتلایا ہے کہ ظُلِمُوا۔ خدا نے جب دیکھا کہ یہ لوگ مظلوم ہیں تو اب اجازت دیتا ہے کہ تم بھی لڑو۔ یہ نہیں حکم دیا کہ اب وقت تلوار کا ہے تم زبردستی تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کرو بلکہ یہ کہا کہ تم مظلوم ہو، اب مقابلہ کرو مظلوم کو تو ہر ایک قانون اجازت دیتا ہے کہ حفظ جان کے واسطے مقابلہ کرے۔ (البدر، جلد 2، نمبر 1، مورخہ 23و30 رجنوری 1903ء صفحہ 3)

چنانچہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض قرآن کریم کا لفظی اعلان ہی نہیں تھا اور اسلام نے صرف تعلیم ہی نہیں پیش کی بلکہ عملاً اس کو حکومتوں کیلئے دائمی دستور کے طور پر شامل کیا گیا۔ خواہ اسلامی حکومتوں کے تحت غیر مسلم اقلیتیں ہوں یا مغلوب غیر مسلم، ان سب کی عزت و آبرو کی ضمانت اور ان کے جان و مال کا تحفظ اسلامی حکومت کی بنیادی ذمہ داری قرار دی گئی۔

اسلامی ریاست کے تمام باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں، بلاتفریق عقیدہ اپنے مذہبی معاملات میں مکمل طور پر آزاد ہیں اور ان کے مذہبی معاملات کے بارہ میں ان پر کسی قسم کا کوئی جبر نہیں۔

پھر مذہبی معاملات میں تمام باشندوں کو بغیر کسی مذہب و ملت کی تفریق کے مکمل آزادی فراہم کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک اور مقام پر فرمایا وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف: 30) اور کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے ربّ کہ طرف سے ہو پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”مذہبی آزادی کے بارہ میں اس وقت میں صرف دو آیات کی تشریح کروں گا۔ پہلی تو سورۃ کہف کی آیت ہے جس کے متعلق میں مختصر آ بتا چکا ہوں۔ اب میں دوسری آیت کو لیتا ہوں اور دو وسورۃ یونس کی یہ آیت ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (یونس: 109) اے رسول! لوگوں سے کہہ دو کہ تمہارے ربّ کی طرف سے ایک کامل صداقت نازل ہوگئی ہے۔ چونکہ پہلے مخاطب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور پھر آپ کے متبعین ہیں، قرآن کریم کی ہدایت چونکہ قیامت تک ہے اس لئے یہ حکم آپکی وساطت سے آپ کے متبعین اور پھر سب انسانوں کو قیامت تک کیلئے ملا ہے۔

فرمایا: قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے ربّ کی طرف سے ایک کامل صداقت نازل ہوگئی ہے۔ فَمَنِ اهْتَدٰى اب جو شخص اپنی مرضی سے اسکی بتائی ہوئی ہدایت کو اختیار کرتا ہے فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ تو وہ اپنی جان کے فائدہ ہی کیلئے ہدایت کو اختیار کرتا ہے۔ گویا انسان کو اس بات کی آزادی ہے کہ مرضی ہو تو ہدایت کو اختیار کرلے اور اگر وہ اختیار نہ کرنا چاہے تو اس پر خدا اور اسکے رسول کی طرف سے کوئی جبر نہیں البتہ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا جو شخص اس راہ سے بھٹک جائے تو اسکے بھٹکنے کا وبال اسی کی جان پر ہے اس لئے ہر انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ خوب سوچ لے اور پھر کوئی فیصلہ کرے۔ غرض خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ اعلان کر دیا کہ اے لوگو تمہیں مذہبی طور پر آزادی ہے۔ تم نے اپنا فیصلہ خود کرنا ہے کہ ہدایت کی راہ پر چلنا ہے یا گمراہی کو اختیار کرنا ہے۔ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں، میں تمہارا وکیل نہیں ہوں، میرے اوپر تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں۔

(تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، صفحہ 440)

پھر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے تمام مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس: 100) اور اگر تیرا ربّ چاہتا تو جو بھی زمین میں بستے ہیں اکٹھے سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تُو لوگوں کو مجبور کر سکتا ہے حتیٰ کہ وہ ایمان لانے والے ہو جائیں۔

پس قرآن کریم نے مذہبی جبر و اکراہ اور مذہبی استبداد کی کلّی طور پر نفی فرمائی اور مذہبی آزادی و رواداری اور حریت ضمیر کا علَم بلند فرمایا اور اپنے نمونہ سے یہ ثابت کیا کہ ہر شخص اپنے دین و مذہب کے معاملہ میں مکمل آزاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی شریعت کے مطابق ظلم و زیادتی کے بدلہ میں عفو کو ترجیح دینے اور عدل و انصاف کے قیام میں دشمنی بارِ خاطر میں نہ لانے کی تعلیم فرمائی۔

قرآن کریم مذہبی حریت اور آزادیٔ ضمیر کی واشگاف الفاظ میں ہدایت فرماتا ہے اور دوسری طرف ہر قسم کے مذہبی تشدد اور جبر و اکراہ اور استبداد کو ناپسند کرتے ہوئے اور نفی کا اظہار کرتا ہے، جس کا عملی رنگ میں ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثبوت دیا اور شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے مطابق ہر وقت ظلم و اکراہ کا جواب عفو اور درگزر دیتے ہوئے اعلیٰ مثالیں قائم فرمائیں۔

قرآن کریم بار بار ظلم و زیادتی سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورۃ المائدۃ: 3) اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو۔ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حکم دیتا ہے کہ دنیا کی سلامتی کا دارومدار انصاف پر ہے اور انصاف کا معیار تمہارا کتنا بلند ہو اس بارہ میں فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ المائدہ: 9) کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔“

(پوپ کے اسلام پر اعتراضات کا جواب، صفحہ 47، ایڈیشن 2008ء)

قرآن کریم نے امن و سلامتی اور رواداری کی تعلیم کی تاکید اس حد تک کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ مشرکوں کو امن سے رہنے کا حق بھی دیا۔ فرمایا: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ التوبۃ: 6) اور

مشرکوں میں سے اگر کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے یہاں تک کہ وہ کلام الٰہی سن لے پھر اسے اس کی محفوظ جگہ تک پہنچا دے۔ یہ (رعایت) اس لئے ہے کہ وہ ایک ایسی قوم ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

یہ بھی مذہبی رواداری کی ہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے غیر مذاہب کے لوگوں میں موجود خوبیوں کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آل عمران: 76) اور اہل کتاب میں سے وہ بھی ہے کہ اگر تُو ڈھیروں ڈھیر امانت بھی اسکے پاس رکھوا دے تو وہ ضرور تجھے واپس کر دے گا۔ اور اُن میں ایسا بھی ہے کہ اگر تُو اس کو ایک دینار بھی دے تو وہ اسے تجھے واپس نہیں کرے گا سوائے اسکے کہ تُو اُس پر نگران کھڑا رہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر اُمیوں کے بارہ میں کوئی (الزام کی) راہ نہیں۔ اور وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں جبکہ وہ (اس بات کو) جانتے ہیں۔

چنانچہ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی (مشرک) والدہ اُداس ہو کر انہیں ملنے مدینہ آئیں۔ اسماءؓ نے نبی کریم سے پوچھا کہ کیا مجھے ان کی خدمت کرنے اور ان سے حسن سلوک کی اجازت ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ تمہاری ماں ہے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں اسی بارے میں یہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے بارہ میں جنگ نہیں کی۔ (بخاری، کتاب الادب، بحوالہ اسوہ انسان کامل از حافظ مظفر احمد، صفحہ 505)

رسول اللہ ﷺ نے مذہبی رواداری کا کمال مظاہرہ کرتے ہوئے مسلم غیر مسلم کی تفریق کو مٹا دیا بلکہ مسلمانوں کی نسبت غیر مسلموں سے زیادہ نرمی کا برتاؤ کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے زکوٰۃ اور عشر کی بجائے غیر مسلموں پر صرف جزیہ کا معمولی ٹیکس عائد فرمایا۔ اسی طرح غلاموں کی آزادی کی تعلیم دے کر اس کا عملی مظاہرہ غزوۂ حنین کے موقع پر ہزاروں غیر مسلم غلاموں کو آزاد کر کے دکھایا۔

قرآن کریم نے اہل کتاب میں سے ایک طبقہ کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے مذہبی رواداری کی بنیادیں اس طرح قائم فرمائیں کہ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ (آل عمران: 114) وہ سب ایک جیسے نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت (اپنے مسلک پر) قائم ہے۔ وہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کر رہے ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی مذہبی رواداری کی ایک اور اعلیٰ مثال میثاق مدینہ ہے۔ مدینہ تشریف آوری پر آپؐ نے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدۂ امن قائم کیا جس کی رُو سے مسلمان اور یہودی ایک قوم قرار دیے گئے۔ اور یہود کو مدینہ میں مکمل مذہبی آزادی دی اور ان کے فیصلے ان کی شریعت کے مطابق ہی آپؐ فرمایا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے تعلیمی ادارہ بیت مدراس میں تشریف لے جا کر خطاب بھی فرمایا۔ اسی طرح یہود مدینہ مسجد نبویؐ میں سوالات کر کے آپ ﷺ سے ان کے جوابات پایا کرتے تھے۔ اسی طرح آپؐ یہودیوں کی دعوت طعام کو بھی قبول فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک یہودی کی معمولی دعوت قبول فرمائی جس میں اس نے جو اور چربی پیش کئے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 1، صفحہ 407-370، بحوالہ اسوہ انسان کاملؐ)

پھر قرآن کریم نے مختلف مذاہب کے بانیوں کی عزت و تکریم اور احترام کرنے نیز دوسرے مذاہب کی قابل احترام ہستیوں کی تحقیر سے پرہیز کرنے اور برا بھلا نہ کہنے کی تلقین فرمائی۔

چنانچہ قرآن فرماتا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الانعام: 109) اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر قوم کو ان کے کام خوبصورت بنا کر دکھائے ہیں۔ پھر ان کے ربّ کی طرف ان کو لوٹ کر جانا ہے۔ تب وہ انہیں اس سے آگاہ کرے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ مذہبی رواداری کی عملی مثال تھے اور آپ نے ہمیشہ مذہبی رواداری کو مدنظر رکھا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کرنے لگے۔ ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی۔ مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر منتخب کر کے فضیلت عطا کی۔ اس پر یہودی نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور چن لیا۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ یہودی شکایت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سے تفصیل پوچھی اور پھر فرمایا لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلٰى مُوْسٰى کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ (بخاری، کتاب الخصومات، باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومۃ بین المسلم والیھود)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ بالا روایت بیان کر کے فرماتے ہیں کہ "یہ تھا آپ ﷺ کا معیار آزادی، آزادی مذہب اور ضمیر، کہ اپنی حکومت ہے، مدینہ ہجرت کے بعد آپؐ نے مدینہ کے قبائل اور یہودیوں سے امن و امان کی فضا قائم رکھنے کیلئے ایک معاہدہ کیا تھا جسکی رو سے مسلمانوں کی اکثریت ہونے کی وجہ سے یا مسلمانوں کے ساتھ جو لوگ مل گئے تھے، وہ مسلمان نہیں بھی ہوئے تھے ان کی وجہ سے حکومت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی لیکن اس حکومت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ دوسری رعایا، رعایا کے دوسرے لوگوں کے، ان کے جذبات کا خیال نہ رکھا جائے۔ قرآن کریم کی اس گواہی کے باوجود کہ آپؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں، آپؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ انبیاء کے مقابلہ کی وجہ سے فضا کو مکدر کیا جائے۔ آپؐ نے اس یہودی کی بات سن کر مسلمان کی ہی سرزنش کی کہ تم لوگ اپنی لڑائیوں میں انبیاء کو نہ لایا کرو۔ ٹھیک ہے تمہارے نزدیک میں تمام رسولوں سے افضل ہوں۔ اللہ تعالیٰ بھی اسکی گواہی دے رہا ہے لیکن ہماری حکومت میں ایک شخص کی دلآزاری اس لیے نہیں ہونی چاہئے کہ اسکے نبی کو کسی نے کچھ کہا ہے۔ اسکی میں اجازت نہیں دے سکتا۔ میرا احترام کرنے کیلئے تمہیں دوسرے انبیاء کا بھی احترام کرنا ہوگا۔

تو یہ تھے آپؐ کے انصاف اور آزادی اظہار کے معیار جو اپنوں غیروں سب کا خیال رکھنے کیلئے آپؐ نے قائم فرمائے تھے بلکہ بعض اوقات غیروں کے جذبات کا زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 10/مارچ 2006ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 31/مارچ 2006ء، صفحہ 7)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الممتحنۃ: 9) اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا کہ تم اُن سے نیکی کرو اور اُن سے انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اسلام نے دشمنوں کی طرف سے کی جانے والی زیادتیوں پر بھی قیام امن کی خاطر بدی کے برابر بدلہ لینے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم عفو و درگزر سے کام لو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا یہ عمل زیادہ پسندیدہ قرار پائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (الشوریٰ: 41) اور بدی کا بدلہ، کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے۔ پس جو کوئی معاف کرے بشرطیکہ وہ اصلاح کرنے والا ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL
a desired destination for royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ (الحجرات:14) اَے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ اعلان عام فرمایا کہ یَا أَیُّھَا النَّاسُ أَلَا اِنَّ رَبَّکُمۡ وَاحِدٌ وَاِنَّ أَبَاکُمۡ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضۡلَ لِعَرَبِیٍّ عَلَی أَعۡجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلَی عَرَبِیٍّ لِأَحۡمَرَ عَلَی أَسۡوَدَ وَلَا أَسۡوَدَ عَلَی أَحۡمَرَ اِلَّا بِالتَّقۡوَی (مسند احمد بن حنبل، جلد5، صفحہ 411، مؤلف ابوعبداللہ احمد بن حنبل، ناشر دارالفکر بیروت روایت 23536) اَے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ اور کسی کالے کو کسی سرخ پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ کے۔

اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ نہ ہی کسی غیر عربی کو عربی پر کوئی برتری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سکھایا کہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے نہ ہی کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ چنانچہ اسلام کی یہ واضح تعلیم ہے کہ تمام قوموں اور نسلوں کے لوگ برابر ہیں۔ آپؐ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ سب لوگوں کو بلا امتیاز اور بلا تعصب یکساں حقوق ملنے چاہئیں۔ یہ وہ بنیادی اور سنہری اصول ہے جو بین الاقوامی امن اور ہم آہنگی کی بنیاد رکھتا ہے۔''

(عالمی بحران اور امن کی راہ، صفحہ 75)

یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجالس میں حاضر ہوتے تو آپؐ ان سے حسن معاملہ فرماتے تھے۔ چنانچہ کسی یہودی کو حضورؐ کی مجلس میں چھینک آجاتی تو آپؐ اسے یہ دعا دیتے کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال اچھا کردے۔

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی جز ثانی، صفحہ 167، مطبوعہ بیروت بحوالہ اسوہ انسان کاملؐ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں میں سے کسی کے بیمار ہونے کی اطلاع ملتی تو اس کی تیمارداری کیلئے جاتے۔ چنانچہ آپؐ نے مدینہ میں ایک یہودی گھریلو خادم کی بیماری میں اسکے گھر خود تشریف لے جاکر عیادت فرمائی۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد3، صفحہ 175)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیر مذاہب کے مرحومین کا بھی احترام فرماتے اس طرح آپؐ نے انسانی اقدار وشرف کو قائم فرمایا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہوگئے۔ جب ان کو بتایا گیا کہ یہ ذمیوں میں سے ہے تو دونوں نے کہا کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپؐ احتراماً کھڑے ہوگئے آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلَیۡسَتۡ نَفۡسًا کیا وہ انسان نہیں ہے؟ (بخاری، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازہ یہودی)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 مارچ 2006ء میں مذکورہ بالا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''پس یہ احترام ہے دوسرے مذہب کا بھی اور انسانیت کا بھی۔ یہ اظہار اور یہ نمونے ہیں جن سے مذہبی رواداری کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ یہ اظہار ہی ہیں جن سے ایک دوسرے کیلئے نرم جذبات پیدا ہوتے ہیں اور یہ جذبات ہی ہیں جن سے پیار، محبت اور امن کی فضا پیدا ہوتی ہے نہ کہ آج کل کے دنیاداروں کے عمل کی طرح کہ سوائے نفرتوں کی فضا پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

''پس جب کہ اہل کتاب اور مشرکین عرب نہایت درجہ بدچلن ہوچکے تھے اور بدی کر کے سمجھتے تھے کہ ہم نے نیکی کا کام کیا ہے اور جرائم سے باز نہیں آتے تھے اور امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے تو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کے ہاتھ میں عنانِ حکومت دے کر اُن کے ہاتھ سے غریبوں کو بچانا چاہا اور چونکہ عرب کا ملک مطلق العنان تھا اور وہ لوگ کسی بادشاہ کی حکومت کے ماتحت نہیں تھے اِس لیے ہر ایک فرقہ نہایت بے قیدی اور دلیری سے زندگی بسر کرتا تھا اور چونکہ اُن کیلئے کوئی سزا کا قانون نہ تھا اِس لیے وہ لوگ روز بروز جرائم میں بڑھتے جاتے تھے پس خدا نے اس ملک پر رحم کر کے ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ملک کیلئے نہ صرف رسول کر کے بھیجا بلکہ اس ملک کا بادشاہ بھی بنا دیا اور قرآن شریف کو ایک ایسے قانون کی طرح مکمل کیا جس میں دیوانی، فوجداری، مالی سب ہدایتیں ہیں سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک بادشاہ ہونے کے تمام فرقوں کے حاکم تھے اور ہر ایک مذہب کے لوگ اپنے مقدمات آپؐ سے فیصلہ کراتے تھے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کا آنجناب کی عدالت میں مقدمہ آیا تو آنجناب نے تحقیقات کے بعد یہودی کو سچا کیا اور مسلمان پر اُس کے دعوے کی ڈگری کی۔ پس بعض نادان مخالف جو غور سے قرآن شریف نہیں پڑھتے وہ ہر ایک مقام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے نیچے لے آتے ہیں حالانکہ ایسی سزائیں خلافت یعنی بادشاہت کی حیثیت سے دی جاتی تھیں۔

بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد نبی جُدا ہوتے تھے اور بادشاہ جُدا ہوتے تھے جو امور سیاست کے ذریعہ سے امن قائم رکھتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہ دونوں عہدے خدا تعالیٰ نے آنجناب ہی کو عطا کیے اور جرائم پیشہ لوگوں کو الگ الگ کر کے باقی لوگوں کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ آیت مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے وَقُلۡ لِّلَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ وَالۡاُمِّیّٖنَ ءَاَسۡلَمۡتُمۡ ؕ فَاِنۡ اَسۡلَمُوۡا فَقَدِ اهۡتَدَوۡا ۚ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ (الجزو نمبر 3 سورۃ آل عمران: 21) ترجمہ: اور اے پیغمبر اہل کتاب اور عرب کے جاہلوں کو کہو کہ کیا تم دین اسلام میں داخل ہوتے ہو۔ پس اگر اسلام قبول کرلیں تو ہدایت پاگئے اور اگر منہ موڑیں تو تمہارا تو صرف یہی کام ہے کہ حکم الٰہی پہنچا دو۔ اس آیت میں یہ نہیں لکھا کہ تمہارا یہ بھی کام ہے کہ تم اُن سے جنگ کرو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جنگ صرف جرائم پیشہ لوگوں کیلئے تھا کہ مسلمانوں کو قتل کرتے تھے یا امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے اور چوری ڈاکہ میں مشغول رہتے تھے اور یہ جنگ بحیثیت بادشاہ ہونے کے تھا نہ بحیثیت رسالت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ (البقرہ: 191) تم خدا کے راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ یعنی دوسروں سے کچھ غرض نہ رکھو اور زیادتی مت کرو۔ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 242-243)

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کریم نے مذہبی رواداری کی تعلیم اور اصول بیان فرمائے وہ دنیا میں قیام امن کیلئے کافی اور مکمل ہیں۔ علاوہ ازیں تعلیمات قرآنیہ کو عملی طور پر سیدنا ومولانا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو جامہ پہنایا اور رواداری اور حسن سلوک کی امتیازی اور اعلیٰ مثالیں قائم کیں وہ بھی تاریخ عالم کا انمول خزانہ ہے جو رہتی دنیا تک انسانیت کیلئے عافیت کا گہوارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کی مذکورہ بالا تعلیمات پر احسن رنگ میں عمل کرتے ہوئے اس کرہ ارض کو جنت نما بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

......☆......☆......

تمام قرآن یہ گواہی دے رہا ہے کہ توفّی کے معنے قبض رُوح کے ہیں نہ کہ قبض جسم کے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: تمام قرآن یہ گواہی دے رہا ہے کہ توفّی کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی انسان کی رُوح کو اپنے قبضہ میں لیلے نہ یہ کہ جسم کو اپنے قبضہ میں لیلے۔ ہاں رُوح کو اپنے قبضہ میں لے لینا دو طور سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ خواب کی حالت میں رُوح کو اپنے قبضہ میں لے اور پھر اسکو بدن میں واپس بھیج دے اور یا یہ کہ موت کی حالت میں روح کو اپنے قبضہ میں لے اور پھر اُسکو بدن میں واپس نہ بھیجے۔ یہی دو صورتیں ہیں جو قرآن شریف میں بیان فرمائی گئی ہیں مگر جسم کو قبضہ میں لینا کہیں بیان نہیں فرمایا گیا اور نہ کسی لغت والے نے لکھا کہ توفّی کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی جسم کو اپنے قبضہ میں لیلے بلکہ بالاتفاق تمام اہل لغت یہی کہتے ہیں کہ جب یہ مثلاً کہا جائے کہ تَوَفَّی اللّٰہُ زَیۡدًا تو اسکے یہی معنے ہونگے کہ خدا تعالیٰ نے زید کی رُوح کو قبض کرلیا۔ (ایام الصلح، ر.خ، جلد14 صفحہ 270)

جہاد کے متعلق قرآن کریم کا نظریہ

(لئیق احمد ڈار، مربی سلسلہ، نظارت علیاء قادیان)

جہاد کا لفظ سنتے ہی اس حوالے سے کم معلومات رکھنے والے شخص کے اندر عجیب کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور ایک گھناؤنی تصویر اسکے ذہن میں اُبھرتی ہے جہاں قتل و غارت اور جبر واستبداد کے حیرت انگیز اور دل دہلانے والے نظارے گردش کرتے نظر آتے ہیں لیکن اگر اسلامی نقطہ نظر سے اسکی اصل کے بارہ میں غور کیا جائے تو یہ محض نیکی کے حصول کیلئے محنت اور کوشش ہے۔ سب سے پہلے اس وقت خاکسار قارئین کو حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے اسی موضوع پر بیان فرمودہ ایک مضمون کا کچھ حصہ ہدیہ کرنا چاہتا ہے جس میں حضورؒ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ جہاد کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

جہاد کے معنی لغت کی رو سے

جہاد کا لفظ جھد سے مشتق ہے اور جھد کا معنی ہیں مشقت برداشت کرنا اور جہاد کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے میں پوری طرح کوشش کرنا اور کسی قسم کی کمی نہ کرنا۔ تاج العروس میں ہے وحقیقة الجهاد كما قال الراغبُ المبالغة واستفراغ الوسع والجهد فيما لا يرتضىٰ وهو ثلاثةُ اضربٍ مجاهدة العدو الظّاهرِ والشيطانِ والنفسِ وتدخل الثلاثة فى قوله تعالىٰ وجاهدوا فى الله حق جهاده یعنی جیسا کہ راغب نے کہا ہے جہاد کے حقیقی معنی ہیں کسی قسم کی کمی اٹھا نہ رکھنا اور اپنی ساری طاقتوں کو خرچ کرنا اور نفس پر بار ڈال کر اس کام کو کرنا اور جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ عدو ظاہر کا پوری کوشش سے مقابلہ کرنا، شیطان کے مقابلہ میں اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا اور اس بات میں پورا زور لگا دینا کہ دنیا سے شیطانی باتوں کا قلع قمع ہوجائے، اسی طرح نفس سے جنگ میں پوری کوشش سے کام لینا اور آیت کریمہ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج:79) جہاد کی مذکورہ بالا تینوں قسموں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

لسان العرب میں بھی جہاد کے معنی المبالغة واستفراغ الوسع ہی لکھے ہیں یعنی کوشش کو انتہاء تک پہنچانا اور اپنی طاقتوں کو کلی طور پر کسی کام میں لگا دینا۔ پس عربی زبان میں جہاد کے معنی اپنی طاقتوں کو کلی طور پر اپنے مدمقابل کے خلاف لگا دینے کے ہوئے۔

اسلامی اصطلاح میں جہاد کے معنی

عربی زبان میں جہاد کے معنی یہ تھے کہ جس چیز کے خلاف جہاد کیا جائے خواہ وہ کوئی چیز ہی کیوں نہ ہو اس جہاد میں اپنی ساری طاقتوں کا لگا دینا۔ کیا اسلامی اصطلاح میں جہاد ان عام معنوں میں استعمال کیا گیا ہے یا اسلام نے ان عام معنوں کو محدود کرکے جہاد کو خاص معنوں میں استعمال کیا ہے؟ اسلام نے جہاد کے معنوں میں تو کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ البتہ ان چیزوں کو جن کے خلاف جہاد کی تلقین کی ہے اسلام نے تین میں محدود کردیا ہے یعنی (1) نفس کے خلاف جہاد کرنا (2) شیطان کے خلاف جہاد کرنا اور (3) دنیا سے شیطانی تعلیمات کو مٹا کر اسلامی تعلیمات کو رائج کرنا اور بعض استثنائی صورتوں میں جب کوئی اور چارہ نہ رہے تو پھر مذہبی آزادی کے دفاع کیلئے دشمن کے خلاف تلوار اُٹھانا۔

شیطان کا اپنی ساری قوتوں کو اس بات میں خرچ کرنا کہ اسلامی تعلیمات دنیا سے مٹ جائیں لغت کی رو سے ایک جہاد ہوگا مگر اسلامی اصطلاح میں یہ جہاد نہیں۔ اسلامی اصطلاح میں جہاد صرف تین چیزوں کے خلاف اپنی ساری توجہ کو مبذول کرنے اور تمام طاقتوں کو خرچ کرنے کا نام ہے اور یہ تین چیزیں یہ ہیں (1) نفس امارہ بالسوء اور (2) شیطان اور اسکی تعلیمات اور (3) عدو ظاہر یعنی ایسا دشمن جو اسلام کو تلوار سے مٹانا چاہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ عنکبوت میں فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) یعنی جو لوگ ہماری خاطر اور ہماری بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق جہاد کرتے ہیں ہم ان پر اپنے قرب کی راہیں کھول دیتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں لفظ جَاهَدُوْا کے مفعول کا ذکر نہیں اور ہر چیز جو مفعول بننے کی اہل ہو اسکا مفعول بن سکتی ہے لیکن گو جَاهَدُوْا کے مفعول کا ذکر نہیں مگر جہاد کے ساتھ فِيْنَا کی قید لگا دی ہے جس کے معنی ہیں ہماری خاطر اور ہماری رضا کو حاصل کرنے کیلئے اور ہماری ہدایات کے مطابق اور یہ فِيْنَا کی قید ہی ہے جس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں جہاد کن تین چیزوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر، تفسیر کشاف میں یوں کی گئی ہے اطلق المجاهدة ولم يقيدها بمفعول ليتناول كل ما يجب مجاهدته من النفس الامارة بالسوء والشيطان واعداء الدين یعنی جاھدوا کے لفظ کو مطلق رکھا ہے اور کسی مفعول کے ذکر سے اسے مقید نہیں کیا۔ تا ہر وہ چیز جسکے خلاف مجاہدہ کرنا واجب ہے اس کا مفعول بن سکے۔ یعنی نفس امارہ، شیطان اور اعداء دین۔

اسلامی تعلیم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیم یا تو نفس امارہ کو مارنے کی تلقین کرتی ہے اور اس جہاد پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (المائدہ:106) اَے مومنو! سب سے قبل تم اپنے نفسوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرو اگر تم صحیح راستہ پر قائم ہوجاؤ تو تمہیں دوسروں کی گمراہی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (اس جہاد کا تفصیلی ذکر بعد میں آئے گا) اور یا اسلامی تعلیم شیطانی تعلیمات کو دنیا سے مٹانے کی تلقین کرتی ہے تا اسلامی تعلیم دنیا میں قائم ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران:111) یعنی تم دنیا میں بہترین امت ہو اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں میں سے بعض نے اصلاح نفس تو کی تھی مگر سارا زور رہبانیت پر خرچ کیا تھا۔ انہوں نے اپنے نفس کے خلاف تو جہاد کیا تھا مگر شیطانی تعلیمات کو دُنیا سے مٹانے کی کوشش نہ کی تھی اور بعض نے دوسروں کو تو خیر کی طرف بلایا تھا اور شیطانی تعلیمات کے خلاف جہاد کیا تھا وہ اپنے نفسوں کو بھول گئے تھے۔ تم پچھلی سب امتوں سے بڑھ گئے ہو اور سب سے بلند مرتبہ ہو۔ اس لئے کہ تم نے پہلے اپنے نفسوں کی اصلاح کی اور خدا تعالیٰ پر حقیقی ایمان لائے، ایسا ایمان کہ اسکے بعد رسول کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کئے بغیر تم رہ نہ سکتے تھے۔ پھر جب تم مجاہدہ نفس میں کامیاب ہوگئے تو دنیا میں اسلئے نکلے کہ تم شیطان کے خلاف جنگ کرو اور اپنے گمراہ بھائیوں کو راہ ہدایت پر چلاؤ۔ لہٰذا تم خیر الامم ہوئے۔ پس دوسروں کو ہدایت کی طرف بلانا اور شیطانی تعلیمات کو دنیا سے مٹانے کی پوری کوشش کرنا، یہ دوسری قسم کا جہاد ہے۔ پھر تیسری چیز جس کے خلاف اسلام نے جہاد کی تعلیم دی ہے وہ دشمن ہے۔ جو تلوار کے زور سے اسلامی تعلیم کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہے۔ ایسے دشمن کے خلاف بعض شروط کے ساتھ تلوار چلانے کی اجازت دی گئی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ لغت کی رو سے جہاد کے معنی یہ تھے کہ جس چیز سے بھی جہاد کیا جائے اسکے خلاف اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو لگانا۔ لغت ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ یہ جہاد کن چیزوں کے خلاف ہونا چاہئے۔ لغت کی رو سے شیطانی جہاد بھی جہاد ہے، دنیوی جہاد بھی جہاد ہے اور دینی جہاد بھی جہاد ہے۔ اسلامی اصطلاح میں لفظ جہاد کے معنے تو وہی رہتے ہیں جو لغت میں تھے یعنی ان تھک کوشش اور سارے قویٰ کی توجہ اس چیز کی طرف لگا دینا جسکے خلاف جہاد ہو رہا ہو مگر اسلامی اصطلاح نے ان چیزوں کو جن کے خلاف دینی جہاد کرنا چاہئے تین میں محدود کردیا ہے۔ نفس، شیطانی تعلیمات اور تلوار کے زور سے مذہبی آزادی کو مٹانے والا دشمن۔'' (مضامین ناصر، صفحہ 31 تا 34)

نفس کے خلاف جہاد

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس قسم کے جہاد کے بارہ میں فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے رستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشتے ہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنگ سے واپسی کے موقع پر فرمایا ''تم جہاد اصغر یعنی

چھوٹے جہاد سے لوٹ کر جہاد اکبر یعنی بڑے جہاد کی طرف آئے ہو (اور جہاد اکبر) بندہ کا اپنی خواہشات کے خلاف جہاد ہے۔''

(کنز العمال، کتاب الجہاد فی الجہاد الاکبر من الاعمال، جلد 4 حدیث 11260، مطبوعہ مکتبہ التراث الاسلامی حلب)

نفس کے خلاف جہاد یعنی تزکیہ نفس کرنا یہ سب سے بڑا جہاد ہے جسے دوسروں لفظوں میں جہاد اکبر کہا جاتا ہے اور قرآن مجید کی تعلیمات اس سے بھری پڑی ہیں قرآن کریم زندگی کے ہر شعبہ میں راہنمائی کر کے نفس کے جہاد کے تمام اسلوب سکھلاتا ہے اور جو قرآن مجید کی تعلیم پر عمل پیرا ہو جاتا ہے اور جس قدر عمل کرتا ہے اسی قدر وہ کامیابی حاصل کرتا جاتا ہے اور اس ترقی اور کامیابی کی کوئی انتہاء نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے افراد اس جہاد میں بھر پور حصہ لے رہے ہیں اور دوسرے مسلمانوں سے آگے ہیں جس کا اعتراف غیر بھی کرتے ہیں۔

(1) شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں ''پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا۔''

(زندہ رود، صفحہ 576، از ڈاکٹر جاوید اقبال)

(2) مقبول الرحیم مفتی روزنامہ مشرق میں لکھتے ہیں: ''جماعت احمدیہ کے اندر اہل، با صلاحیت اور محنتی افراد ہونے کا ایک سبب بلکہ اہم ترین سبب یہ ہے کہ انہوں نے پچھلی ایک صدی کے دوران ہر سطح پر ہر قسم کے جھگڑوں اور اختلافات سے کنارہ کشی کا راستہ اختیار کر کے اپنی جماعت اور جماعت کے افراد کی اصلاح و فلاح کیلئے منصوبہ بندی کے ساتھ کوشش و محنت کی ہے۔'' (روزنامہ مشرق، احمدی مسلم کشمکش کا حل مخاصمت یا مکالمہ از مقبول الرحیم مفتی 24 / فروری 1994ء)

(3) شیخ محمد اکرم صاحب ایم اے لکھتے ہیں: ''ان (مسلمانوں......ناقل) کے مقابلے میں احمدیہ جماعت میں غیر معمولی مستعدی، جوش، خود اعتمادی اور باقاعدگی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کے روحانی امراض کا علاج ان کے پاس ہے۔'' (موج کوثر، صفحہ 192)

شیطانی تعلیمات کے خلاف جہاد

یہ دراصل وہ جہاد ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے جہاد کبیر کا نام دیا ہوا ہے اور یہ جہاد کا وہ درجہ ہے جبکہ ایک انسان اپنے نفس کا تزکیہ کر کے پھر قرآن مجید کی تعلیمات اور اسلوب کے ذریعہ دوسروں کو تبلیغ کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے مشن میں لگ جاتا ہے۔ اس جہاد سے مراد یہ ہے کہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی فکر کی جائے نیز توحید کے قیام کیلئے بھر پور کوشش کی جائے اور قرآنی تعلیم کو پھیلایا جائے۔

اس حوالے سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان: 53) پس تو کافروں کی بات نہ مان اور اس (یعنی قرآن کریم) کے ذریعہ سے ان سے جہاد کر۔

جماعت احمدیہ اس جہاد میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

(1) مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور نے لکھا ''گھر بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں اور دیگر یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔''

(اخبار زمیندار لاہور دسمبر 1926ء)

(2) حکیم عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر رسالہ المنیر لائل پور لکھتے ہیں ''قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں ان میں اولین اہمیت اس جدو جہد کو حاصل ہے جو اسلام کے نام پر وہ غیر مسلم ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ قرآن مجید کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں تثلیث کو باطل ثابت کرتے ہیں۔ سید المرسلین کی سیرت طیبہ کو پیش کرتے ہیں ان ممالک میں مساجد بنواتے ہیں اور جہاں کہیں ممکن ہو اسلام کو امن و سلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔'' (ہفت روزہ المنیر لائل پور، صفحہ 10، 2 / مارچ 1956ء)

(3) قاضی محمد اسلم صاحب سیف فیروز پوری بعنوان ''دینی جماعتوں کیلئے لمحہ فکریہ'' لکھتے ہیں ''قادیانیوں کا بجٹ کروڑوں روپوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ تبلیغ کے نام پر دنیا بھر میں وہ اپنے جال پھیلا چکے ہیں ان کے مبلغین دور دراز ملکوں کی خاک چھان رہے ہیں۔ بیوی، بچوں اور گھر بار سے دور قوت لایموت پر قانع ہو کر افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں یورپ کے ٹھنڈے سبزہ زاروں میں، آسٹریلیا، کینیڈا اور امریکہ میں قادیانیت کی تبلیغ کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں۔'' (ہفت روزہ اہلحدیث لاہور 11 / ستمبر 1992ء، صفحہ 11-12)

(4) مولوی منظور احمد صاحب چنیوٹی نے ایک انٹرویو میں کہا ''روسی زبان میں قادیانی جماعت نے قرآن کریم کا ترجمہ کروا کر پورے روس میں تقسیم کیا ہے...... کم از کم سو زبانوں میں قادیانیوں نے تراجم شائع کروائے ہیں جو پوری دنیا میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔''

(ہفت روزہ وجود کراچی، جلد نمبر 2، شمارہ 47، 22 تا 28 / نومبر 2000ء، صفحہ 31)

اس حوالے سے ہر سال جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کارگزاری رپورٹ پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں اور برکتوں میں سے کچھ تذکرہ کرتے ہیں۔

جہاد بالمال

اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی اشاعت کیلئے مال خرچ کرنے کو بھی جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اس جہاد کا حکم ان الفاظ میں آیا ہے وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبہ: 41) اور اپنے اموال اور جانوں کے ذریعہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ اس جہاد میں بھی ایک بے مثال اور ممتاز مقام رکھتی ہے۔

(1) عبد الرحیم اشرف صاحب مدیر المنیر فیصل آباد نے لکھا ''ان کے بعض دوسرے ممالک کی جماعتوں اور افراد نے کروڑوں روپوں کی جائیدادیں صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام وقف کر رکھی ہیں۔''

(ہفت روزہ المنیر 2 / مارچ 1956ء، صفحہ 10)

(2) مولوی منظور احمد چنیوٹی صاحب نے ایک انٹرویو میں کہا ''ہر قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کیلئے قادیانی جماعت کو دیتا ہے، ہزاروں افراد اپنی جائیداد کے دسویں حصہ کیلئے وصیت کر چکے ہیں...... 5 / لاکھ روپے فی گھنٹہ کے حساب سے قادیانی جماعت نے T.V لیا ہوا ہے۔ 24 گھنٹے T.V چینل چلتا ہے ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں۔''

(ہفت روزہ وجود کراچی، جلد 2، 22 تا 28 / نومبر 2000ء، شمارہ 47، صفحہ 31)

(3) مسلک اہل حدیث کا ترجمان ہفت روزہ الاعتصام لکھتا ہے ''ایک تجزیے کے مطابق دنیا میں موجود ہر قادیانی اپنی ماہوار آمدنی کا دس فیصد رضاکارانہ طور پر اپنے مذہب کی تبلیغ پر صرف کرتا ہے۔ کسی ہنگامی ضرورت پر خرچ کرنا اسکے علاوہ ہے انہی ماہانہ فنڈز کی بدولت اس وقت ایک مستقل T.V اور ریڈیو اسٹیشن قائم کیا جا چکا ہے جس سے چوبیس گھنٹے قادیانیت کا تبلیغی مشن جاری رہتا ہے۔''

(اداریہ از حافظ عبدالوحید، الاعتصام 11 فروری 2000ء، جلد 52، شمارہ 5، صفحہ 4)

مذہبی آزادی کو مٹانے والے دشمن کے خلاف جہاد

مذہبی آزادی کے قیام کیلئے جہاد کے بارہ میں عرض ہے کہ جہاد بالسیف یا دفاعی جنگ جہاد کی چوتھی قسم ہے یعنی جب دشمن دینی اقدار کو ختم کرنے اور دین کو تباہ و برباد کرنے کیلئے دین پر حملہ آور ہو تو اس وقت دفاعی جنگ کرنے کو جہاد بالسیف کہتے ہیں۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے جہاد اصغر قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس حوالے سے فرماتا ہے اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ

قرآن کریم کے متعلق ہر وہم اور اعتراض کو دُور کرنا ہمارے ذمہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ہم نے منکرین کو ملزم اور رسوا کرنے کیلئے جا بجا بصراحت لکھ دیا ہے اور بآواز بلند سنا دیا ہے کہ اگر کوئی برہمو قرآن شریف کے کسی بیان کو خلاف صداقت سمجھتا ہے یا کسی صداقت سے خالی خیال کرتا ہے تو اپنا اعتراض پیش کرے، ہم خدا کے فضل اور کرم سے اس کے وہم کو ایسا دور کر دیں گے کہ جس بات کو وہ اپنے خیال باطل میں ایک عیب سمجھتا تھا اس کا ہنر ہونا اس پر آشکارا ہو جائے گا۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 327 حاشیہ نمبر 11)

ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ۝ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (الحج:40-41) یعنی وہ لوگ جن سے (بلاوجہ) جنگ کی جارہی ہے ان کو بھی (جنگ کرنے کی) اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے (یہ وہ لوگ ہیں) جن کو ان کے گھروں سے صرف ان کے اتنا کہنے پر کہ اللہ ہمارا رب ہے بغیر کسی جائز وجہ کے نکالا گیا۔

علماء نے دفاعی جنگ کی بعض شرائط بیان کی ہیں جنکی موجودگی کے بغیر یہ جہاد جائز نہیں۔ چنانچہ سید نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں ''جہاد کی کئی شرطیں ہیں جب تک وہ نہ پائی جائیں جہاد نہ ہوگا۔'' (فتاویٰ نذیریہ، جلد 3، کتاب الامارۃ والجہاد، صفحہ 282، ناشر اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور)

مولانا ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور نے درج ذیل شرائط کا ذکر کیا ہے: ''(1) امارت (2) اسلامی نظام حکومت (3) دشمنوں کی پیش قدمی و ابتدا۔''

(اخبار زمیندار 14/جون 1934ء)

خواجہ حسن نظامی نے جہاد کیلئے (1) کفار کی مذہب میں مداخلت (2) امام عادل (3) حرب وضرب کے سامان کے ہونے کا ذکر کیا ہے۔ (رسالہ شیخ سنوسی)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا کہ (1) مسلمانوں میں امام وخلیفہ وقت موجود ہو (2) مسلمانوں میں ایسی جمیعت موجود ہو جس میں ان کو کسر شوکت اسلام کا خوف نہ ہو۔ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد از مولوی محمد حسین بٹالوی، صفحہ 51، 52، مطبع وکٹوریہ پریس)

خلاصہ یہ کہ علماء کے نزدیک جہاد بالسیف کیلئے پانچ شرائط کا پورا ہونا لازمی ہے اور ان میں سے کسی ایک کے بھی نہ ہونے سے دینی قتال نہیں ہوسکتا اور وہ شرائط یہ ہیں کہ (1) امام وقت کا ہونا (2) اسلامی نظام حکومت کا ہونا (3) ہتھیار ونفری جو مقابلہ کیلئے ضروری ہو (4) کوئی ملک یا قطعہ ہو (5) دشمن کی پیش قدمی اور ابتداء۔

جہاد بالسیف اور علماء زمانہ

جماعت احمدیہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ جہاد کی منکر ہے۔ خصوصیت کے ساتھ یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ یہ جماعت انگریزوں سے جہاد کرنے کے خلاف رہی ہے۔ اس ضمن میں بعض حوالے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(1) اہل حدیث کے مشہور عالم وراہنما سید نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں ''جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت ومعصیت ہوگا۔''

(فتاویٰ نذیریہ، جلد 3، کتاب الامارۃ والجہاد، صفحہ 285، ناشر اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور)

(2) مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں ''اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات وشرایط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت وجمیعت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کرسکیں۔'' (الاقتصاد فی مسائل الجہاد از مولوی محمد حسین بٹالوی، صفحہ 72، مطبع وکٹوریہ پریس)

(3) حضرت سید محمد اسماعیل صاحب شہید سے ایک شخص نے انگریزوں سے جہاد کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ''ایسی بے رور یا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔'' (سوانح احمدی، صفحہ 57، مرتبہ محمد جعفر تھانیسری صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

(4) خواجہ حسن نظامی صاحب لکھتے ہیں ''انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں نہ اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظلم سے تعبیر کرسکیں۔ نہ ہمارے پاس سامانِ حرب ہے ایسی صورت میں ہم لوگ ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔''

(رسالہ شیخ سنوسی، صفحہ 17)

(5) مفتیان مکہ کے فتاویٰ کے بارہ میں شورش کاشمیری مدیر چٹان لکھتے ہیں ''جمال دین ابن عبداللہ، شیخ عمر، حنفی مفتی مکہ معظّمہ، احمد بن ذنبی شافعی مفتی مکہ معظّمہ اور حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ معظّمہ سے اس مطلب کے فتوے حاصل کئے گئے کہ ہندوستان دارالسلام ہے۔''

(کتاب سید عطاء اللہ شاہ بخاری مؤلفہ شورش کاشمیری، صفحہ 141، مطبع چٹان پرنٹنگ پریس 1973ء)

(6) سرسید احمد خان صاحب لکھتے ہیں ''مسلمان ہمارے گورنمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہیں کرسکتے تھے۔''

(اسباب بغاوت ہند مؤلفہ سرسید احمد خان، صفحہ 31، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور)

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے جہاد بالسیف کو کیوں ملتوی کیا؟

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے جہاد کے التوا کا اعلان اپنی طرف سے ہرگز نہیں فرمایا بلکہ آنحضرت ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ مسیح موعود اور امام مہدی کے زمانہ میں مذہبی جنگوں کا التوا ہو جائے گا۔ چنانچہ فرمایا یَضَعُ الْحَرْبَ (وہ جنگ کو موقوف کردے گا) (بخاری، کتاب الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم)

اسی طرح فرمایا: اسکے زمانہ میں جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے گی۔ (الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور از امام جلال الدین سیوطی، دارالمعرفۃ بیروت لبنان)

ان پیشگوئیوں میں یہ اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اس جہاد کی شرائط موجود نہیں ہوں گی۔ چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے جو مسیح اور مہدی ہونے کے مدعی تھے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق قتال کی شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کے التوا کا اعلان فرمایا۔ آپ نے لکھا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 77)

پھر آپ فرماتے ہیں: ''اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں اور اس ملک میں جہاد کی شرائط مفقود ہیں ...... امن اور عافیت کے دور میں جہاد نہیں ہوسکتا۔'' (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 82)

پس حضرت بانی جماعت احمدیہ نے جہاد بالسیف کو منسوخ قرار نہیں دیا بلکہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اس کی شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسکے التوا کا اعلان فرمایا اور یہ بھی بیان فرمایا کہ اگر جہاد بالسیف کی شرائط موجود ہوں تو پھر یہ جہاد بھی ضروری ہے۔ آپ نے واضح فرمایا ''ہم (اہل اسلام کو) یہ بھی حکم ہے کہ دشمن جس طرح ہمارے خلاف تیاری کرتا ہے ہم بھی اس کے خلاف اسی طرح تیاری کریں۔'' (حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 454)

نیز یہ قرآنی اصول بیان فرمایا کہ ''اگر دشمن باز نہ آئیں تو تمام مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے جنگ کریں۔'' (نور الحق حصہ اوّل، روحانی خزائن، جلد 8، صفحہ 62)

جہاد بالسیف اور جماعت احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں جہاد بالسیف کے التوا کا اعلان فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا کہ جب اس جہاد کی شرائط موجود ہوں گی تو یہ جہاد بھی ہوگا۔

پس جماعت احمدیہ کسی بھی جہاد کے میدان میں نہ صرف پیچھے نہیں بلکہ اتنی آگے ہے کہ کوئی دوسرا اسکی دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ وہ اصلاح نفس کا جہاد ہو یا دعوت قرآن کا اور خواہ وہ مالی جہاد ہو، ہر میدان میں اس جماعت نے کامیابیوں کے وہ جھنڈے نصب کئے ہیں کہ دشمن بھی اسکے معترف ہیں۔ والفضل ما

سورۃ فاتحہ کی عظیم الشان خوبی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : سورۃ فاتحہ میں تمام قرآن شریف کی طرح دو قسم کی خوبیاں کہ جو بے مثل ومانند ہیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی ایک ظاہری صورت میں خوبی اور ایک باطنی خوبی۔ ظاہری خوبی یہ کہ جیسا کہ بارہا ذکر کیا گیا ہے اُس کی عبارت میں ایسی رنگینی اور آب وتاب اور نزاکت ولطافت و ملایمت اور بلاغت اور شیرینی اور روانگی اور حسن بیان اور حسن ترتیب پایا جاتا ہے کہ ان معانی کو اس سے بہتر یا اس سے مساوی کسی دوسری فصیح عبارت میں ادا کرنا ممکن نہیں اور اگر تمام دنیا کے انشا پرداز اور شاعر متفق ہوکر یہ چاہیں کہ اسی مضمون کو لیکر اپنے طور سے کسی دوسری فصیح عبارت میں لکھیں کہ جو سورۃ فاتحہ کی عبارت سے مساوی یا اس سے بہتر ہو تو یہ بات بالکل محال اور ممتنع ہے کہ ایسی عبارت لکھ سکیں۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 403 حاشیہ 11)

شہدت بہ الاعداء۔

خاکسار یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ مذہب اسلام کا لب لباب اور قرآن مجید کی تمام تعلیمات کا نچوڑ محض یہ ہے کہ ہم اپنے تمام قویٰ کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول کیلئے خرچ کریں۔

چنانچہ جہاں قرآن مجید کی تعلیمات میں جہاد کے غلط تصور کی طرف ذرا بھی حمایت نظر نہیں آرہی وہاں حضرت رسول اکرم ﷺ جو کہ قرآن مجید کے حسن و جمال کی عکسی تصویر تھے ان کی زندگی اور تمام امورہائے زندگی اور سلوک میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جو جہاد کی وہ تصویر پیش کرسکتی ہو جسکے بارہ میں ہمیشہ سے ہی اسلام دشمن طاقتیں پروپیگنڈا کرکے اس مذہب کو زد پہنچانے کی کوشش کررہے ہوتے ہیں۔ دیکھیئے کہ اکثریت مسلمانوں کی اس انتظار میں ہے کہ مہدی آئے گا جو کہ خونی مہدی ہوگا اور غازی ہوگا جو زور اور جبر اور استبداد کی ایک عظیم تاریخ رقم کرے گا اور کسی کیلئے کوئی مفر نہ ہوگا سوائے اسکے کہ مسلمان ہوجائے!!

یہ کس قدر بدقسمتی ہے مسلمانوں کی کہ قرآن مجید کی خوبصورت اور واضح تعلیمات کے باوجود اس قسم کا عقیدہ پالے ہوئے ہیں۔ تلوار اور جبر کے بوتے پر گردنیں تو جھک جاتی ہیں لیکن دل کی کیفیات کو بدلا نہیں جاسکتا یہ تو ایک Common sense کی بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یعنی وہی مسیح موعود ہوگا اور وہی مہدی ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خو اور طبیعت اور طریق تعلیم پر آئے گا یعنی بدی کا مقابلہ نہ کرے گا اور نہ لڑے گا اور پاک نمونہ اور آسمانی نشانوں سے ہدایت کو پھیلائے گا اور اسی حدیث کی تائید میں وہ حدیث ہے جو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں لکھی ہے جسکے لفظ یہ ہیں کہ یضع الحرب یعنی وہ مہدی جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے دینی لڑائیوں کو قطعاً موقوف کردے گا اور اسکی یہ ہدایت ہوگی کہ دین کیلئے لڑائی مت کرو بلکہ دین کو بذریعہ سچائی کے نوروں اور اخلاقی معجزات اور خدا کے قرب کے نشانوں کے پھیلاؤ۔ سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص اس وقت دین کیلئے لڑائی کرتا ہے یا کسی لڑنے والے کی تائید کرتا ہے یا ظاہر یا پوشیدہ طور پر ایسا مشورہ دیتا ہے یا دل میں ایسی آرزوئیں رکھتا ہے وہ خدا اور رسول کا نافرمان ہے ان کی وصیتوں اور حدود اور فرائض سے باہر چلا گیا ہے۔

اور میں اس وقت اپنی محسن گورنمنٹ کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ مسیح موعود خدا سے ہدایت یافتہ اور مسیح علیہ السلام کے اخلاق پر چلنے والا میں ہی ہوں۔ ہر ایک کو چاہئے کہ ان اخلاق میں مجھے آزماوے اور خراب ظن اپنے دل سے دور کرے میری بیس برس کی تعلیم جو براہین احمدیہ سے شروع ہو کر راز حقیقت تک پہنچ چکی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو اس سے بڑھ کر میری باطنی صفائی کا اور کوئی گواہ نہیں۔ میں اپنے پاس ثبوت رکھتا ہوں کہ میں نے ان کتابوں کو عرب اور روم اور شام اور کابل وغیرہ ممالک میں پھیلا دیا ہے اور اس امر سے قطعاً منکر ہوں کہ آسمان سے اسلامی لڑائیوں کیلئے مسیح نازل ہوگا اور کوئی شخص مہدی کے نام سے جو بنی فاطمہ سے ہوگا بادشاہ وقت ہوگا اور دونوں مل کر خونریزیاں شروع کردیں گے۔ خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ یہ باتیں ہرگز صحیح نہیں ہیں مدت ہوئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے۔ کشمیر میں محلہ خانیار میں آپ کا مزار موجود ہے۔ سو جیسا کہ مسیح کا آسمان سے اُترنا باطل ثابت ہوا ایسا ہی کسی مہدی غازی کا آنا باطل ہے۔ اب جو شخص سچائی کا بھوکا ہے وہ اسکو قبول کرے۔ فقط

(حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 452 تا 453)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام تحریرات کا گویا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح اور مہدی کی کوئی ظاہری فوج نہ ہوگی بلکہ وہ روحانیت اور دلی توجہ اور دعاؤں سے احیاء دین کرے گا۔ اسلامی لڑائیوں کیلئے نہ عیسیٰ نازل ہوگا اور نہ مہدی خروج کرے گا یہ باتیں ہرگز صحیح نہیں ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے۔ غازی مسیح اور خونی مہدی سے میں قطعاً منکر ہوں۔ اسلام کو ترقی ہوگی تو روحانی طور پر اور یہ مذہب صلح سے پھیلے گا وغیرہ۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جہاد بالسیف کی حقیقت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ’’یاد رکھیں کہ درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ اُن کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ہے اور اسکا پہلا قدم انسانی ہمدردی کا خون کرنا ہے۔ یہ خیال اُن کا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ جب پہلے زمانہ میں جہاد روا رکھا گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اب حرام ہوجائے۔ اسکے ہمارے پاس دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ خیال قیاس مع الفارق ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کسی پر تلوار نہیں اٹھائی بجز ان لوگوں کے جنہوں نے پہلے تلوار اٹھائی اور سخت بے رحمی سے بے گناہ اور پرہیزگار مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کیا اور ایسے دردانگیز طریقوں سے مارا کہ اب بھی ان قصوں کو پڑھ کر رونا آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر فرض بھی کرلیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ ان مولویوں کا خیال ہے تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم نہیں رہا کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہوجائے گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہوجائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا بلکہ اس کی دعا اس کا حربہ ہوگا اور اسکی عقدِ ہمت اسکی تلوار ہوگی وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 8)

نیز فرماتے ہیں کہ ’’اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اُس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کردے گا۔‘‘

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 15)

آپؑ اسلام پر موجودہ زمانے کے حملوں کے دفاع کا طریق بیان کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں ’’اسلام پر جو حملے ہوتے ہیں وہ قلم کے ذریعہ ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ قلم ہی کے ذریعہ ان کا جواب دیا جاوے ...... یہ نری خام خیالی اور بیہودگی ہے جو مخالف تو اعتراض کریں اور اس کا جواب تلوار سے ہو۔ خدا تعالیٰ نے کبھی اس کو پسند نہیں کیا۔ یہی وجہ تھی جو مسیح موعود کے وقت میں اس قسم کے جہاد کو حرام کردیا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 372 تا 374)

معزز قارئین! اس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر قرآن مجید کی معرفت کس کو حاصل ہوسکتی ہے؟ بے شک کسی کو نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خود آپ کا رہبر اور رہنما ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے آپ نے جہاد کی لطیف تفاسیر کی ہیں اور جماعت کو اُس نہج پہ ڈالا ہے جہاں یہ تصور ایسا دلکش اور دلفریب اور گرویدہ کرنے والا ہے کہ انسان عش عش کر اُٹھتا ہے۔

آج ہمارے موجودہ امام حضرت اقدس مرزا مسرور احمد نصر اللہ نصراً عزیزاً کی جدوجہد اور اسلام احمدیت کی نشرواشاعت میں پیہم strategies اور آپ کے خطبات/خطابات اور بیانات ہمیں جہاد کی اصل حقیقت سے روشناس کروارہے ہیں۔ چنانچہ islamo - phobia کی مہم کے تحت اسلام جیسے عظیم الشان اور بے مثال مذہب کی تعلیمات پر گند اُچھالا جاتا ہے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسلام کی خوبصورت تعلیمات کی روشنی میں دندان شکن جوابات دیتے چلے جارہے ہیں۔ متعدد امور جو زیر بحث رہتے ہیں ان پر آپ سیر حاصل روشنی ڈالتے ہیں اور ہمیں ہر موڑ پر رہنمائی کرتے ہیں فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ جہاد کے حوالے سے غیروں کے اعتراضات اور شبہات اور reservations کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی آپ نے اپنی تقاریر میں تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ موقع کی رعایت سے یہاں کچھ پیش کیا جاتا ہے:

مسئلہ جہاد بالسیف کے حوالے سے حضور

قرآن شریف کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: چونکہ آنحضرت ﷺ اپنی پاک باطنی وانشراح صدری وعصمت وحیا وصدق وصفا وتوکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل وارفع واجلی واصفا تھے اس لئے خدائے جل شانہٗ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل وارفع واتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کیلئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ (سرمہ چشم آریہ صفحہ 71، حاشیہ)

انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ’’اس بارے میں مسلمانوں کے اپنے لیڈر گزشتہ دنوں میں جب اُن پر پڑی ہے اور جن طاقتوں کے یہ طفیلی ہیں اور جن سے لے کر کھاتے ہیں انہوں نے جب ان کو دبایا تو انہیں کے کہنے پر یہ بیان دے چکے ہیں کہ یہ جو آج کل جہاد کی تعریف کی جاتی ہے اور یہ کہ بعض مسلمان تنظیمیں آئے دن حرکتیں کرتی رہتی ہیں یہ جہاد نہیں ہے اور اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اخباروں میں ان لوگوں کے بیان چھپ چکے ہیں۔ جماعت احمدیہ کا تو پہلے دن سے ہی یہ موقف ہے اور یہ نظریہ ہے اور یہ تعلیم ہے کہ فی زمانہ ان حالات میں جہاد بند ہے اور یہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے۔

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بزرگ صحابہ کی لڑائیاں یا تو اس لئے تھیں کہ کفار کے حملہ سے اپنے تئیں بچایا جائے اور یا اسلئے تھیں کہ امن قائم کیا جائے اور جو لوگ تلوار سے دین کو روکنا چاہتے ہیں ان کو تلوار سے پیچھے ہٹایا جائے۔ مگر اب کون مخالفوں میں سے دین کیلئے تلوار اُٹھاتا ہے اور مسلمان ہونے والے کو کون روکتا ہے اور مساجد میں نماز پڑھنے اور بانگ دینے سے کون منع کرتا ہے۔‘‘ (تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 158)

یعنی اذان دینے سے کون منع کرتا ہے۔ صرف پاکستان میں احمدیوں کو ہی منع کیا جا رہا ہے لیکن اسکے باوجود ہم خاموش ہیں، ہم نے تو کوئی شور نہیں مچایا۔ بغیر اذان کے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’صحیح بخاری میں مسیح موعود کی شان میں صاف حدیث موجود ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح موعود لڑائی نہیں کریگا، تو پھر کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ لوگ اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ صحیح بخاری قرآن شریف کے بعد اصح الکتب ہے اور دوسری طرف صحیح بخاری کے مقابل پر ایسی حدیثوں پر عقیدہ کر بیٹھتے ہیں کہ جو صریح بخاری کی حدیث کے منافی پڑی ہیں۔‘‘ (تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 159)

پس اس سے ظاہر ہے کہ حقیقی جہاد کیا شئے ہے اور یہ ہر مسلمان کا طرۂ امتیاز ہونا چاہئے۔ ہمیں اپنی زندگیوں میں مقصد حیات کی حصول یابی کیلئے پیہم کوشش کرنی چاہئے جو دوسروں لفظوں میں استقامت سے تعبیر ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معمول زندگی اور سنت کی کامل اتباع کر کے ہی ہم وہ جہاد کر سکتے ہیں جو اصل جہاد ہے اور جو نتیجہ خیز ہے اور ثمرات حسنہ عظیمہ اسی سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ اپنے وجود کی ہر قوت اور تمام جوارح کو اللہ تعالیٰ کی رضاء پانے کیلئے کام میں لگانا ہوگا جسے دوسرے لفظوں میں اسلام سے موسوم کیا گیا ہے۔

بعض نادان مخالفین، اسلام پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ مذہب تلوار کے بل بوتے پر پھیلایا گیا۔ کوئی مخالف بتائے وہ کون سی تلوار تھی جس کے زور پر بلالؓ کو اسلام میں داخل کیا گیا تھا۔ اور وہ کون سی قوت تھی جس نے ان کو اتنے ظلم برداشت کرنے کا استقلال بخشا۔ معاندین نہ جانے اسکا کیا جواب دیں؟ لیکن ہم یقیناً یہ کہتے ہیں کہ وہ حضرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی شمشیر تھی۔

محبت سے گھائل کیا آپ نے
دلائل سے قائل کیا آپ نے

کیا جس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو اور نہ چاہتے ہوئے وہ داخلِ اسلام ہوا ہو تو وہ ایسی استقامت دکھلا سکتا ہے؟ یقیناً نہیں! تو اسی لئے یہ بتایا جا رہا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم فطرت کے عین مطابق ہے۔ یہ دلائل سے قائل کرنے اور حجج و براہین کے ذریعہ اسلام کی بالا دستی کو ثابت کرنے کا پیغام دیتی ہے جہاں جبر کو کوئی راہ نہیں اور ادنیٰ سی بھی کارروائی اس سے ہٹ کر کرنا گویا اس تعلیم کے برخلاف ہونا ہے جس کا نتیجہ ہرگز اچھا نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ جماعت احمدیہ اس دور میں اسی مشن کو لئے ہوئے قائم ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے آج جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جو ببرکتِ حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام حقیقی جہاد میں جُٹی ہوئی ہے اور ماشاء اللہ خلافت کے زیر سایہ اسکے ثمرات سے ہم مستفیض ہو رہے ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک!

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعودؑ ابتداء دعویٰ سے ہی اپنے مشن کو ایک امن اور صلح کا مشن خیال کرتے تھے اور کسی خونی مسیح یا خونی مہدی کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی مذہب کے معاملہ میں جبر اور تشدد کو جائز سمجھتے تھے لیکن اب 1900ء میں آ کر آپ نے ایک باقاعدہ فتویٰ کے ذریعہ اس بات کا اعلان فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کیلئے تلوار کا جہاد کیا تو آپ اس کیلئے اپنے دشمنوں کی پیش دستی کی وجہ سے مجبور تھے لیکن موجودہ زمانہ میں یہ حالات نہیں ہیں بلکہ ملک میں ایک پُرامن اور مستحکم حکومت قائم ہے جس نے ہر قسم کی مذہبی آزادی دے رکھی ہے پس آجکل دین کیلئے تلوار نکالنے کا خیال ایک بالکل باطل اور خلاف اسلام خیال ہے اور آپ نے لکھا کہ یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود جزیہ اور جنگ کو موقوف کر دے گا تو اس سے بھی یہی مطلب ہے کہ اسکا زمانہ امن کا زمانہ ہوگا اسلئے تلوار کی حاجت نہیں رہے گی اور دلائل اور براہین کے زور سے اسلام کی تبلیغ ہوگی چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’حدیثوں میں پہلے سے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کیلئے لڑنا حرام کیا جائے گا۔ سو آج سے دین کیلئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اسکے بعد جو دین کیلئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اسکے رسول کا نافرمان ہے...... میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔ پس جس راہ پر نادان لوگ اعتراض کر چکے ہیں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اسی راہ کو پھر اختیار کیا جائے ...... لہٰذا مسیح موعود اپنی فوج کو اس ممنوع مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہے۔ جو بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اپنے تئیں شریر کے حملہ سے بچاؤ۔ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو۔‘‘ (اشتہار 28 /مئی 1900ء، مجموعہ اشتہارات، جلد دوم، صفحہ 401و408 جدید ایڈیشن، بحوالہ سلسلہ احمدیہ، جلد اول،

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

پاکوں کو پاک فطرت دیتے نہیں ہیں گالی
پر اِن سِیہ دِلوں کا شیوہ سدا یہی ہے
افسوس سبّ و توہیں سب کا ہوا ہے پیشہ
کس کو کہوں کہ اُن میں ہرزہ درا یہی ہے

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دار الرحمت، ریشی نگر، کشمیر)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے
یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گستاخ! شامت آنیوالی ہے

طالب دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

قرآن شریف تمام حقائق الٰہیات پر حاوی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر اس امر میں شک ہو کہ قرآن شریف کیونکر تمام حقائق الٰہیات پر حاوی ہے تو اس بات کا ہم ہی ذمہ اٹھاتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب طالب حق بنکر یعنے اسلام قبول کرنیکا تحریری وعدہ کر کے کسی کتاب عبرانی یونانی، لاطینی، انگریزی، سنسکرت وغیرہ سے کسی قدر دینی صداقتیں نکالکر پیش کریں یا اپنی ہی عقل کے زور سے کوئی الٰہیات کا نہایت باریک دقیقہ پیدا کر کے دکھلاویں تو ہم اسکو قرآن شریف میں سے نکال دینگے۔ (براہین احمدیہ، ر.خ، جلد 1، صفحہ 272)

صفحہ 93 تا 94)

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو توفیق عطا کرے کہ وہ زمانے کے مامور کی بیعت میں آ کر حقیقی جہاد کے عقیدہ کو سمجھنے والے ہوں اور پھر اس جہاد کو اپنی زندگیوں میں رائج کر کے اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق بخشے کہ ہم اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلی کر کے غیروں کیلئے راہ آسان بنانے والے ہوں آمین۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس مضمون کی مناسبت سے درج کر کے اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آ کر اسلام کی اصل تصویر پیش کی۔ علماء نے لوگوں میں یہ پھیلایا ہوا تھا کہ قرآن کریم کی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو ماننے کے قابل نہیں۔ اگر وہ سب میں تم کو بتاؤں تو تم حیران ہو جاؤ۔ یاد رکھو اسلام وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا ہے حقیقی اسلام ہے تو وہ احمدیت ہی ہے۔ پس اگر اس وقت احمدیت خطرے میں ہے تو اسلام خطرے میں ہے۔ اب جو اسلام مولوی پیش کرتے ہیں وہ ہرگز ماننے کے قابل نہیں۔ غیر مسلموں کے سامنے یہ اسلام کی تعلیم بُرے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی غیر مسلم مسافر اکیلا مل جائے تو اسکا مال چھین لو، اگر کسی کافر کی بیوی مل جائے تو بغیر نکاح کے جائز، تو ایسے اسلام کو کون مانے گا۔ پھر علماء کہتے ہیں کہ جہاد کا مسئلہ اصل اسلام ہے، ہندو، عیسائی، سکھ جو بھی ہو اس کا قتل جائز، اس کا مال لے لینا جائز، حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ امرتسر گیا اور ایک آدمی کو چار آنے دیئے کہ کچھ مٹھائی خرید لاؤ۔ جب وہ چیز لے کر واپس آیا تو پیسے بھی اسکے ہاتھ میں تھے۔ میں نے پوچھا تم چیز بھی لائے ہو اور پیسے بھی واپس لائے ہو۔ کہنے لگا کہ یہ مال غنیمت کا ہے میں نے دکان دار کو کہا کہ اندر سے دوسری چیز مجھے لا کر دکھاؤ وہ اندر سے چیز لینے گیا تو میں نے اٹھنی اسکی اٹھا لی۔ میں نے کہا تم نے یہ چوری کی ہے۔ کہنے لگا وہ تو ہندو تھا مسلمان نہ تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ احسان ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیم پیش کی ہے۔ اگر کوئی اسلام کی یہ تعلیم پیش کرے کہ ہندو ہو، سکھ ہو، عیسائی ہو، ان کو مارو، ان کی چوری کرو تو کیا کوئی ایسے اسلام کو مانے گا؟ ہرگز کوئی ماننے کو تیار نہ ہوگا۔ اس بناء پر وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے اور آج کل مولویوں نے جگہ جگہ جتھے بنائے ہیں اور کہتے ہیں چونکہ اسلام جہاد کا حکم دیتا ہے اور یہ اسکے برخلاف ہیں اسلئے ان کو اور ان کی جماعت کو تباہ کر دو کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کی تلوار توڑ دی۔ وہ جماعت احمدیہ کی تباہی و ایذا رسانی کے کیوں درپے ہیں؟ اسی لئے کہ حضرت صاحبؑ نے ظلم اور بے ایمانی دور کی۔“

(الازھار لذوات الخمار، صفحہ 288 تا 289)

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام شہزادہ امن پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں کرے اور آپکے حصار عافیت میں دنیا کو داخل ہونے کی توفیق بخشے آمین۔

......☆......☆......☆......

قربان جاؤں تیرے قرآن مجھ کو دے دے

کلام حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

ایمان مجھ کو دے دے عرفان مجھ کو دے دے
قربان جاؤں تیرے قرآن مجھ کو دے دے
دل پاک کر دے میرا دنیا کی چاہتوں سے
سُبُّوحیّت سے حصہ سبحان مجھ کو دے دے
دل جل رہا ہے میرا فرقت سے تیری ہردم
جامِ وصال اپنا اے جان مجھ کو دے دے
کردے جو حق و باطل میں امتیازِ کامل
اے میرے پیارے ایسا فرقان مجھ کو دے دے
ہم کو تری رفاقت حاصل رہے ہمیشہ
ایسا نہ ہو کہ دھوکہ شیطان مجھ کو دے دے
وہ دل مجھے عطا کر جو ہوشار ِجاناں
جو ہو فدائے دلبر وہ جان مجھ کو دے دے
دنیائے کفر و بدعت کو اس میں غرق کردوں
طوفانِ نوحؑ سا اک طوفان مجھ کو دے دے
جن پر پڑیں فرشتوں کی رشک سے نگاہیں
اے میرے محسن ایسے انسان مجھ کو دے دے
ڈھل جائیں دل بدی سے سینے ہوں نُور سے پُر
امراض ِروح کا وہ دَرمان مجھ کو دے دے
دجال کی بڑائی کو خاک میں ملا دوں
قوت مجھے عطا کر سلطان مجھ کو دے دے
ہوجائیں جس سے ڈھیلی سب فلسفہ کی چُولیں
میرے حکیم ایسا برہان مجھ کو دے دے

جو توحید قرآن کے دس ورق میں ہے وہ پورے وید میں بھی نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : جو کچھ قرآن شریف کے دس ورق سے توحید کے معارف آفتاب عالمتاب کی طرح ظاہر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص وید کے ہزار ورق سے بھی نکال کر دکھلاوے تو ہم پھر بھی مان جائیں کہ ہاں وید میں توحید ہے اور جو چاہے حسب استطاعت ہم سے شرط کے طور پر مقرر بھی کرا لے ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور خدائے واحد لاشریک کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم بہر حال ادائے شرط مقررہ پر جس طور سے فیصلہ کرنا چاہیں حاضر ہیں۔ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 216)

Z.A. Tahir Khan
M.Sc. (Chemistry) B.Ed.
DIRECTOR
طالب دعا
Z.A.TAHIR KHAN
Director oxford N.T.T.College
Jaipur (Rajasthan)
TEACHER TRAINING
OXFORD N.T.T. COLLEGE
(Teacher Training)
(A unit of Oxford Group of Education)
Affialiated by A.I.I.C.C.E. New Delhi 110001
0141-2615111- 7357615111
oxfordnttcollege@gmail.com
Add. Fateh Tiba Adarsh Nagar, Jaipur-04
Reg. No. AIICCE-0289/Raj.

EHSAN
DISH SERVICE CENTER
Opp. Four Storey Civil Lines Qadian
All types of Dish & Mobile Recharge
(MTA کا خاص انتظام ہے)
Mobile : 9915957664, 9530536272

قرآن کریم پر بعض اعتراضات کے جوابات

(مصور احمد مسرور، مبلغ سلسلہ)

قرآں خدا نماں ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے

قرآن وہ کامل اور مکمل شریعت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے محبوب بندے اور انسانِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تا اسکے ذریعہ سے کل دُنیا کی اصلاح کا کام عمل میں لایا جائے۔ قرآن مجید کے متعلق یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ قرآن پاک صرف مسلمانوں کی ہی کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب کل دنیا کے لوگوں کیلئے ہے۔ اس سے پہلے کسی بھی الہامی کتاب کو یہ فخر حاصل نہیں۔ اور جس عظیم الشان نبی پر یہ کتاب نازل ہوئی وہ بھی پوری دُنیا کا رسول ہوکر آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ یعنی اَے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تجھے پوری دُنیا کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الانبیاء:108)

قرآن مجید کے مضامین پر نظر کرنے سے یہ بات بخوبی کھل جاتی ہے کہ قرآن مجید نے ہر قسم کے مضمون کا احاطہ کیا ہوا ہے اور کوئی بات اس سے باہر نہیں رہی۔ تمام امور جو دین اور دنیا سے تعلق رکھتے ہیں بطور اکمل اور اتم کے اس میں موجود ہیں۔ اسی بناء پر قرآن مجید کی تعلیم اس کمال درجہ پر واقع ہے جو کسی اور کتاب کی تعلیم اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔ پس خدا تعالیٰ کا یہ عظیم الشان احسان اس کی مخلوق پر ہے کہ اس نے ہمیں ایک ایسی کتاب عطا فرمائی جو ہر قسم کے فساد کا حل اپنے اندر رکھتی ہے اور اس کتاب کے حکموں پر چلنے سے انسان خدا تعالیٰ کی جنتوں کا وارث بن سکتا ہے۔

ایک طرف تو مسلمانوں نے اس کتاب کی قدر نہیں کی اور اسے مہجور کی طرح چھوڑ دیا۔ دوسری طرف غیر قوموں نے بھی اس سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے اس پر اعتراضات کئے۔ جس قدر یہ کتاب عظیم الشان تھی اُسی قدر اس پر اعتراضات کئے گئے۔ زیر نظر مضمون میں ہم قرآن مجید پر ہونے والے بعض اعتراضات کے جوابات تفسیر کبیر اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے شامل کریں گے۔

❁ اعتراض ::: اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کہنے پر عیسائیوں کا اعتراض کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت نہ ملی تھی جو یہ دعا مانگتے تھے۔

بعض معترض کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہر نماز میں اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کہنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے رسول بھی یہ دُعا روزانہ مانگتے تھے پھر کیا انہیں صراط مستقیم ملی نہ تھی کہ بار بار یہ دعا مانگتے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:

"کس قدر مضحکہ خیز یہ اعتراض ہے اور کس قدر تعجب ہے کہ پڑھے لکھے مسیحی اور ہندو بے تکلفی سے یہ اعتراض بیان کرتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ مسلمان اب اسکا کیا جواب دیں گے۔"

حضور فرماتے ہیں "ہدایت کے معنے صرف کسی بات کے بتانے کے نہیں ہوتے بلکہ بتانے، اس تک لے جانے اور آگے ہوکر لئے چلے جانے کے ہوتے ہیں پس مختلف قسم کے دُعا کرنے والوں کیلئے اسکے مختلف معنے ہونگے۔ وہ جنہیں ہدایت کا علم بھی ابھی حاصل نہیں ہوا ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکے یہ معنی ہونگے کہ ہمیں بتا کہ ہدایت کیا ہے اور کس مذہب یا کس طریق میں ہے۔ اور جن لوگوں کو ہدایت کا علم تو ہو چکا ہے لیکن اسکے قبول کرنے میں ان کیلئے مشکلات ہیں، نفس میں کمزوری ہے یا دوست احباب ایسے مخالف ہیں کہ صداقت قبول کرنے سے باز رکھ رہے ہیں یا رہبر کامل دور ہے اور اس تک پہنچنا مشکل ہے یا اس علاقہ میں صحبت صالح میسر نہیں اس شخص کے لحاظ سے اس دُعا کے یہ معنے ہونگے کہ مجھے ہدایت تک پہنچا دے یعنی علمی رنگ میں تو میں ہدایت کو سمجھ گیا ہوں مگر عملی طور پر اسکے اختیار کرنے میں جو دقتیں ہیں انہیں بھی دُور کر دے۔ لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہے جسے علمی طور پر بھی ہدایت میسر آ گئی ہے اور عملی مشکلات بھی دُور ہوگئی ہیں اور وہ ہدایت کے راستے پر قدم زن ہے تو اس کیلئے اس دُعا کے یہ معنے ہونگے کہ اَے خدا تیری ہدایت وسیع ہے اور عرفان کی راہیں غیر محدود ہیں مجھے اپنے فضل سے ہدایت کے راستہ پر آگے بڑھاتا لئے چل میرا قدم کسی جگہ نہ ٹھیرے اور میں صداقت کے اسرار سے زیادہ سے زیادہ واقف ہوتا جاؤں اور آگے سے زیادہ مجھے اس پر عمل کرنے کی توفیق ملتی جائے۔ ان تینوں معنوں کو مدنظر رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی انسان بھی ایسا ہوسکتا ہے جسے کسی وقت بھی اس دُعا سے استغنا حاصل ہو جائے مسلمانوں کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیشک بہت کامل تھے لیکن اسلام کا خدا غیر محدود طاقتوں والا ہے کوئی کتنی بھی ترقی کر جائے پھر بھی ترقی کی گنجائش اس کیلئے باقی رہتی ہے اور پھر بھی اس کیلئے ضرورت باقی رہتی ہے کہ وہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کی دعا کرتا رہے۔

دین تو دین دنیا کے متعلق بھی انسان کا علم بڑھتا رہتا ہے اور کوئی علم بھی تو ایسا نہیں جس میں مزید ترقی کی گنجائش نہ ہو پس دُنیا کے کاموں میں بھی انسان محتاج ہے کہ ہمیشہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کی دُعا کرتا رہے کہ اسکے ذریعہ سے علم کی ترقی ہو۔"

(تفسیر کبیر، جلد 1، صفحہ 34)

❁ اعتراض :: قرآن مجید نے یہ دعویٰ کر کے ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں خود اپنے مشکوک ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:

رَيۡب کے دوسرے معنے شک کے ہیں۔ پس لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ کے یہ معنے بھی ہیں کہ قرآن کریم کی صداقت کا ایک مزید ثبوت اور اسکی ضرورت حقہ کا ایک زبردست گواہ یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک نہیں۔ جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہونے کے باوجود قرآن کریم پر اعتراض کرنے میں جلدی کرتے ہیں انہوں نے اس جملہ کے صرف یہی معنے کئے ہیں۔ اور پھر اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن کریم نے یہ دعویٰ کر کے کہ اس میں کوئی شک نہیں گویا خود اپنے مشکوک ہونے کا اعتراف کیا ہے کیونکہ جب دل میں چور نہ ہو تو انسان کو یہ خیال ہی نہیں ہوسکتا کہ لوگ مجھ پر جھوٹا ہونے کا الزام لگائیں گے۔ (ویری بحوالہ رومن قرآن)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس نادان معترض کو یہ بھی معلوم نہیں کہ سورۃ بقرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی وحی نہیں ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ اپنے دل کے خدشہ کی وجہ سے شک کی نفی کی گئی ہے بلکہ یہ سورۃ تو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ قرآن کریم کو نازل ہوتے ہوئے تیرہ سال سے زائد گزر چکے تھے اور اس عرصہ میں کفار ہزاروں شبہات قرآن کریم کے بارہ میں پیش کر چکے تھے۔ پس اس قدر عرصہ تک دشمنوں کے اعتراضات لینے کے بعد بھی اگر قرآن کریم کا حق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ اس میں کوئی شک کی بات نہیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ جو سچا ہو اُسے کبھی یہ نہیں کہنا چاہئے کہ وہ سچا ہے ورنہ اسکی سچائی میں شک پڑ جائیگا۔ یہ دعویٰ بالبداہت باطل ہے اور کبھی کسی عقلمند نے اسے قبول نہیں کیا نہ کبھی کسی صادق نے اس پر عمل کیا ہے اور یہ نکتہ صرف رومن قرآن کے مصنّف کے ہی ذہن میں آیا ہے اور ریورنڈ ویری ہی ایک ایسے شخص ہیں جن کو اس خلاف عقل دعویٰ کی تصدیق کی توفیق ملی ہے۔

مگر افسوس ہے کہ ان دونوں پادریوں کو خود اپنی مذہبی کتب پر غور سے مطالعہ کرنے کا کبھی موقعہ نہیں ملا۔ اگر وہ اپنی مذہبی کتب کا غور سے مطالعہ کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ وہ یہ اعتراض قرآن کریم کی صداقت کے خلاف نہیں کر رہے بلکہ خود اپنی کتب کے خلاف کر رہے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل حوالے جو بہت سے حوالوں میں سے چند ہیں ثابت کرتے ہیں کہ بالکل اس قسم کے محاورات بائبل میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ امثال 8/8 "میرے منہ کی ساری باتیں صداقت سے ہیں ان میں کچھ ٹیڑھا ترچھا نہیں" یسعیاہ 45/19 "میں خداوند سچ کہتا ہوں اور راستی کی باتیں فرماتا ہوں" تمطاؤس (1) 4/9 "یہ بات سچ اور کمال قبولیت کے لائق ہے" طیطس 3/8 "یہ بات سچ ہے" مکاشفات 21/5، 22/6 "یہ باتیں سچ اور برحق ہیں۔"

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ اپنی سچائی پر زور دینے کیلئے عہد نامہ قدیم اور جدید دونوں نے بالکل قرآن کریم کے مشابہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور اگر اس قسم کے محاوروں کے استعمال

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قائل اپنی سچائی کی نسبت شبہ رکھتا ہے تو یہ شبہ بہت زیادہ مصنفین عہد نامہ قدیم اور جدید کے دل میں پایا جاتا تھا۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ اعتراض نہ بائبل پر پڑتا ہے نہ قرآن کریم پر۔ کیونکہ جب شبہات پیش کئے جائیں تو اپنے دعویٰ کی سچائی پر زور دینے کیلئے ایسے کلمات کا استعمال شک پر نہیں بلکہ یقین پر دلالت کرتا ہے اور قرآن کریم میں یہ الفاظ ابتدائی سورتوں میں استعمال نہیں کئے گئے بلکہ ایک لمبے عرصہ کی مخالفت کے بعد استعمال کئے گئے ہیں۔

اوپر کا جواب امر واقعہ کے لحاظ سے ہے ورنہ میرے نزدیک اس کتاب میں جو عالم الغیب خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہو اگر شروع میں بھی ایسے کلمات پائے جائیں تو کسی شک پر دلالت نہیں کرتے۔ کیونکہ گو بندہ نہیں جانتا کہ اسکے دعویٰ کو لوگ کس نگاہ سے دیکھیں گے مگر خدا تعالیٰ تو جانتا ہے کہ اُس کے نازل کردہ کلام سے لوگ کس طرح پیش آئیں گے اور وہ اپنے علم کی بناء پر ایسے کلمات شروع میں ہی استعمال کرسکتا ہے اور اسکا ایسا کرنا اسکے متشکک ہونے کا ثبوت نہ ہوگا بلکہ اسکے عالم الغیب ہونے کا ثبوت ہوگا۔ (تفسیر کبیر، جلد 1، صفحہ 85)

❁ اعتراض:: قرآن کریم میں غیر زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں لہٰذا قرآن کریم کے متعلق جو یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ میں نازل کیا گیا ہے غلط ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝

بدکاروں (کی جزا) کا حکم یقیناً سجین میں ہے۔

سورہ تطفیف کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا اعتراض کا بہت ہی پُرمعارف اور دلچسپ جواب دیا ہے۔ حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

سِجِّيْن کے لفظ کے معنے عربی زبان میں دائم اور شدید کے ہوتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس لفظ کے کوئی بھی معنے نہیں ہیں کیونکہ یہ عربی لفظ نہیں ہے...... جب کہ اس لفظ کے دوسرے مادے عربی زبان میں استعمال ہوتے ہیں اور جب کہ عربی زبان کے ماہرین نے اس کے معنے دائم اور شدید کے کئے ہیں تو یہ خیال کر لینا کہ یہ لفظ عربی زبان کا نہیں بلکہ کسی اَور زبان کا ہے جسے عربی زبان میں شامل کرلیا گیا ہے قطعاً غلط اور بے بنیاد بات ہے۔

درحقیقت یہ ایک غلطی ہے جو بعض عرب مفسّروں کو لگی ہے۔ جب وہ ایک لفظ کو جو عام طور پر عربی میں استعمال نہیں ہوتا دیکھتے ہیں تو فوراً یہ خیال کر لیتے ہیں کہ یہ عربی کا لفظ نہیں حالانکہ دوسرے ماہرین لغت اسے عربی کا لفظ قرار دیتے ہیں۔ ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر آج کل کے عیسائی ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ قرآن کریم میں غیر زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں اور غیر زبانوں کے الفاظ کی وجہ سے وہ نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ قرآن کریم کے متعلق جو یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ میں نازل کیا گیا ہے یہ غلط ہے حالانکہ اگر ان مفسرین کی بات جو کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا فلاں فلاں لفظ عربی نہیں تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی یہ اعتراض عقل کے بالکل خلاف ہے۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جس میں غیر زبان کا کوئی لفظ نہ پایا جاتا ہو۔ دو چار فقرے کہہ لینا اَور بات ہے، مگر متمدن زمانہ کی کوئی بڑی تحریر ایسی نہیں ہوسکتی جس میں غیر زبان کا کوئی لفظ نہ آئے۔ بائبل میں بھی غیر زبانوں کے الفاظ موجود ہیں۔ ویدوں پر بھی یہ اعتراض عائد ہوتا ہے کہ اس میں غیر زبانوں کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ صرف ایک شخص ایسا گزرا ہے جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں اپنی کتاب میں غیر زبان کے الفاظ استعمال نہیں کروں گا اور اس نے اپنے دعوے کا صحیح ثابت کرنے کیلئے بڑا زور لگایا۔ وہ بڑا بھاری ادیب تھا اور بڑا مشہور عالم تھا، مگر وہ بھی اس دعویٰ میں پورا نہیں اترا اور اسے بیسیوں غیر زبان کے الفاظ اپنی کتاب میں استعمال کرنے پڑے۔ میری مراد فردوسیؔ سے ہے اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ مَیں پہلوی زبان میں شاہنامہ لکھوں گا۔ مگر شاہنامہ میں بیسیوں الفاظ غیر زبان کے پائے جاتے ہیں۔ بعض عربی کے ہیں بعض تازہ فارسی کے ہیں اور بعض دوسری زبانوں کے ہیں۔

درحقیقت کوئی متمدن زبان ہو ہی نہیں سکتی جس میں آپس کے میل جول کی وجہ سے دوسری زبانوں کے الفاظ داخل نہ ہوجائیں اور بعض دفعہ تو چسکا پیدا ہوجاتا ہے کہ فلاں زبان کا یہ لفظ ہم اپنی زبان میں ضرور شامل کرلیں اور اس طرح رفتہ رفتہ وہ لفظ زبان میں شامل کرلیا جاتا ہے۔ مثلاً انگریزی زبان میں پکّا کا لفظ عام طور پر استعمال ہوتا ہے حالانکہ یہ اُردو زبان کا لفظ ہے مگر آپس کے میل جول کی وجہ سے یہ لفظ انگریزوں کو ایسا پسند آیا کہ انہوں نے اسے اپنی زبان میں شامل کرلیا یہاں تک کہ انگریزی لغت کی کتابوں میں بھی پکا کا لفظ درج ہوتا ہے اور اسکی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہوتا ہے کہ یہ اردو زبان کا لفظ ہے جو انگریزی زبان میں آگیا ہے۔ اسی طرح بکواس کا لفظ ہے جو انگریزوں کو پسند آگیا۔ چنانچہ بہت سے انگریز جب دوسرے پر ناراض ہوتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں do not buck یعنی بکواس مت کرو۔ یہ بک کا لفظ بھی اردو سے ہی انگریزی میں منتقل ہوا ہے۔ اِسی طرح اور سینکڑوں الفاظ ہیں جو عربی یا اردو سے لے کر انگریزی زبان میں شامل کر لئے گئے ہیں مثلاً Admiral کا لفظ انگریزی میں استعمال ہوتا ہے جو امیر البحر سے بگڑا ہوا ہے ایڈمرل امیر البحر کو کہا جاتا ہے۔ انگریزوں نے الامیر کا لفظ رہنے دیا اور بحر کو چھوڑ دیا۔ تو یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر زبان کے الفاظ دوسری زبانوں میں استعمال ہوتے رہتے ہیں مگر اس وجہ سے ان الفاظ کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اس دوسری زبان کے لفظ ہی نہیں ہیں۔ وہ کثرت استعمال کی وجہ سے دوسری زبان کا جزو بن جاتے ہیں اور اسی زبان کا لفظ سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً اردو میں اگر متداول اور رائج العام لفظ انگریزی کا بولا جائے تو یہی کہیں گے کہ اس لفظ کا بولنے والا فصیح اردو بول رہا ہے یہ نہ کہیں گے کہ انگریزی الفاظ کی وجہ سے اسکی اردو خراب ہوگئی ہے۔ ہاں کثرت سے اور غیر مروج الفاظ کا استعمال ہو تو وہ قابل اعتراض ہوتا ہے۔

عربی زبان کے اُمّ الْاَلْسِنہ ہونے کی وجہ سے اسکے الفاظ کثرت سے غیر زبانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن اسکے علاوہ آپس کے میل جول کی وجہ سے بھی ہر زبان میں دوسری زبان کے الفاظ آجاتے ہیں اور عربی زبان اس سے مستثنٰی نہیں ہوسکتی اور اگر ایسا لفظ عربی زبان میں پایا جائے تو اس کا استعمال غیر فصیح نہ ہوگا نہ اس کلام کو جس میں وہ پایا جائے وہ غیر عربی بنادے گا۔

شیکسپیئر مشہور انگریز ادیب ہے اسکی کتب میں بھی بہت سے فرانسیسی زبان کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں مگر اس کی وجہ سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ شیکسپیئر کی کتب غیر فصیح انگریزی میں ہیں۔ اسی طرح اگر قرآن کریم کسی غیر زبان کا لفظ لے آئے جو عربوں میں استعمال ہو چکا ہو اور عربوں نے اس کو پسند کرلیا ہو تو یہ بات اس لفظ کے عربی ہونے کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتی۔ درحقیقت یہ مخالفت کا ایک مجنونانہ مظاہرہ ہے جس کے ماتحت بعض پرانے منافقین نے قرآن کریم پر اعتراض کیا اور جسکے ماتحت آجکل کے یوروپین مستشرق بھی اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس میں غیر زبانوں کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں اور پھر وہ ایسے الفاظ کی ایک فہرست پیش کردیتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے متعلق ہم یقیناً یہ ماننے کیلئے تیار ہیں کہ وہ عربی زبان کے الفاظ نہیں ہیں۔ مثلاً تورآت کا لفظ عربی زبان کا نہیں اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں یا کون مسلمان کہتا ہے کہ جبرآئیل عربی کا لفظ ہے۔ یہ لفظ اپنی موجودہ شکل میں عربی زبان کا لفظ نہیں۔ اِسی طرح میکآئیل کا لفظ عربی زبان کا نہیں۔ یا اِسحٰق کا لفظ ہے، ہم کب اس کے غیر عربی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح عیسیٰؔ کا لفظ ہے یہ بھی عربی زبان کا نہیں بلکہ جیسس JESIS کا بگڑا ہوا تلفظ ہے۔ پس ہمیں اس سے ہرگز انکار نہیں ہے کہ قرآن کریم میں غیر زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اور اگر وہ ایسے الفاظ کی تلاش میں اپنا وقت

انگریزوں نے قرآن شریف کا ترجمہ کیا تو قرآنی توحید نے یورپ کے ملکوں میں ہل چل ڈال دی، انکی کتابوں نے قرآنی عظمتوں کی شہادتیں دیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : انگریزوں نے قرآن شریف کا ترجمہ کیا تو قرآنی توحید نے یورپ کے ملکوں میں ہل چل ڈال دی یہاں تک کہ لائل صاحب اور جون ڈیون پورٹ وغیرہ نامی انگریزوں نے جن کی کتابیں حمایت اسلام وغیرہ چھپ کر ہندوستان میں بھی آگئی ہیں قرآنی عظمتوں اور اسکی پاک توحید پر ایسی شہادتیں دیں کہ باوجود بہت سے موانع تعصّب کے انہیں کہنا پڑا کہ فرقان مضامینِ توحید میں اور عیوب سے منزّہ ہونے میں ایک بے مثل کتاب ہے جسکے عقائد بالکل عقل کے مطابق اور ایک حکیم کا مذہب ہوسکتا ہے۔ (شحنۂ حق، رخ، جلد 2 صفحہ 403)

صرف کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ قرآن اور اسلام پر حملہ کرسکیں گے تو وہ اپنے وقت کو بالکل ضائع کرتے ہیں۔ ہم اگر اُن کی بعض باتوں کا انکار کرتے ہیں تو محض اس لئے کہ بعض الفاظ عربی زبان کے ہی ہوتے ہیں مگر وہ زبردستی ان کو غیر زبانوں کے الفاظ قرار دے دیتے ہیں۔ اس وجہ سے انکار نہیں کرتے کہ قرآن مجید میں غیر زبان کا کوئی لفظ پایا ہی نہیں جاسکتا۔ ہمیں اُن پر اگر شکوہ پیدا ہوتا ہے تو اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں یا حد سے زیادہ غلُوّ کرتے ہیں اور عربی الفاظ کے متعلق بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش شروع کردیتے ہیں کہ وہ غیر عربی الفاظ ہیں اُن کا یہ فعل ہمارے لئے باعثِ اعتراض ہوتا ہے ورنہ ہم خود تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں غیر زبانوں کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں اور ہمارے نزدیک یہ بات ہرگز قابل اعتراض نہیں ہے۔ اس قسم کے الفاظ میں سے جن کو زبردستی غیر زبان قرار دیا جاتا ہے ایک سِجِّيْنٌ کا لفظ بھی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے مگر بلاوجہ وہ بلاوجہ اسے غیر زبان کا لفظ قرار دے دیتے ہیں، یہ بات ہے جو وجہ اعتراض ہے، ورنہ اگر ایک لفظ تو کیا اگر وہ پانچ سو لفظ بھی قرآن کریم میں ایسے نکال کرلے آئیں جو غیر زبانوں کے ہوں تو ہم کہیں گے کہ ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ جب عربوں نے ان الفاظ کو اپنی زبان میں شامل کرلیا اور اُن کو انہوں نے کثرت سے استعمال کرنا شروع کردیا تو اسکے بعد عربی میں ان الفاظ کا پایا جانا ہرگز قابلِ اعتراض امر نہیں ہوسکتا۔ لوگ روزانہ اسٹیشن پر جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں ٹکٹ دو۔ مگر کیا ٹکٹ ہماری زبان کا لفظ ہے؟ یا لوگ بازار میں جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں فونٹن پن دکھاؤ۔ کیا فونٹن پن اُردو زبان کا لفظ ہے؟ مگر باوجود اسکے کہ یہ دونوں الفاظ ہماری زبان کے نہیں جب کوئی شخص کہتا ہے کہ مجھے ٹکٹ دو یا فونٹن پن دکھاؤ تو سب لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ اردو زبان بول رہا ہے کوئی اور زبان نہیں بول رہا۔ تو جو الفاظ زبان میں رائج ہوجاتے ہیں اُن کا استعمال کرنا ہرگز قابلِ اعتراض نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو الفاظ اصطلاحی ہوتے ہیں یا جو الفاظ کسی قوم پر حُجّت کرنے کیلئے ضروری ہوتے ہیں ان کا بھی اصل صورت میں استعمال کرنا ہرگز قابل اعتراض امر نہیں ہوتا۔ یا مثلاً اسماء کو اُن کی اصل زبان میں ہی بیان کردینا قطعاً کوئی ایسا امر نہیں ہے جو قابلِ اعتراض ہو۔ اگر کسی شخص کا نام کرشن چند ہو تو یہ نہیں ہوگا کہ دوسری زبان میں ہم کرشن چند کا ذکر کرتے وقت اس نام کا ترجمہ کرنے لگ جائیں بلکہ ایسی حالت میں ہم کرشن چند نام ہی لکھیں گے اور یہ پرواہ نہیں کریں گے کہ یہ کسی اور زبان کا لفظ ہے اور ہم کسی اور زبان میں بات کررہے ہیں پس یہ ایک غلط اور بے معنی اعتراض ہے جو قرآن کریم پر کیا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر، جلد 8، تفسیر سورہ تطفیف)

❁ اعتراض:: قرآن کریم نے بائبل کی تصدیق کی ہے اور چونکہ بائبل کے مضامین قرآن کریم کے خلاف ہیں اس لئے قرآن کریم جھوٹا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:

مسیحی مصنف جن کی نظر حسن کی جگہ قبح پر پڑنے کی عادی ہوچکی ہے اس آیت کی ...... خوبی پر نظر ڈالنے اور اسکی عظمت اور خوبی تسلیم کرنے کی بجائے الٹا یہ ناجائز فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم نے بائبل کی تصدیق کی ہے اور چونکہ بائبل کے مضامین قرآن کریم کے خلاف ہیں اس لئے قرآن کریم جھوٹا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ کیسے شاندار مضمون کے موقع پر کیسی بھونڈی بات سوجھی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ قرآن بائبل کے کس حصہ کی تصدیق کرتا ہے۔ عہد نامہ قدیم کی کہ جس میں شریعت کو روحانیت کیلئے ضروری قرار دیا ہے یا اناجیل کے ان قصوں کی کہ جن میں یہ لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام روزے رکھا کرتے تھے (متی باب 4 آیت 1 و 2) اور لکھا ہے کہ خاص قسم کے جن بغیر روزوں کے نہیں نکلتے (مرقس باب 9 آیت 29) یا حواریوں کے اقوال کی جن میں یہ لکھا ہے کہ شریعت ایک لعنت ہے۔ ان دو متضاد اقوال میں سے وہ کس کی تصدیق کرتا ہے؟ کاش وہ سمجھتے کہ ایک مصلح کو پہلے ادیان کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں اُسے تو صرف منبع کے بارہ میں اپنے خیال کا اظہار کردینا کافی ہے کیا دنیا میں صلح کے قائم کرنے اور سچائی جہاں بھی ملے اس کا اقرار کرنے کیلئے یہ اصل کم قیمتی ہے کہ اس امر کا قرار کیا جائے کہ خدائے قیوم سب اہل زمین کا خدا ہے اور اسکا کلام ہر قوم پر نازل ہوتا رہا ہے اور ایک مومن صادق کو اجمالاً اس پر ایمان رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو بھی اپنی ہدایت سے محروم نہیں رکھا۔ اگر تفصیلی معتقدات مختلف اقوام کے تسلیم کرنے صلح کیلئے ضروری ہوں تو یہ اتحاد تو خود مسیحیوں میں بھی پیدا نہیں بیسیوں فرقے ہیں جو ایک دوسرے کے عقیدے کو غلط کہتے ہیں رومن کیتھولکس کے نزدیک اناجیل کچھ کہتی ہیں اور پروٹسٹنٹ کے نزدیک کچھ۔ اور اگر تصدیق کے وہی معنے ہیں جو قرآن کریم کے سر مسیحی مصنف مڑھنا چاہتے ہیں تو مسلمان کون سے عقائد کی تصدیق کرے پروٹسٹنٹ عقیدہ کی یا رومن کیتھولک عقیدہ کی یا یونی ٹیرین عقیدہ کی یا گریک چرچ کی یا شامی گرجا کی؟

مسیحی مصنفوں کا استدلال اس سے باطل ہوتا ہے کہ

(1) قرآن کریم میں پہلے کلاموں پر ایمان کو بعد میں رکھا گیا ہے اگر تفصیلی ایمان مراد ہوتا تو پہلے پہلی وحی کا ذکر ہوتا بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا۔ پہلی وحی کا بعد میں ذکر کرنا بتاتا ہے کہ اس پر ایمان قرآن کریم کے توسط سے ہے یعنی اس کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق۔

(2) وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ میں کسی قوم یا مذہب کا مخصوص ذکر نہیں بلکہ ہر قوم و ملت کے الہام کی تصدیق کی ہے اگر مسیحی اس سے بائبل کی تصدیق نکالیں تو ہندو اپنے ویدوں کی تفصیلی تصدیق نکالنے میں حق بجانب ہوں گے اور زردشتی اپنی الہامی کتب کی۔ ان سب کتب میں مسیحی اتحاد کیونکر پیدا کریں گے آخر بائبل کو دوسری کتب پر فضیلت کیوں؟

(3) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن رکوع 8) ہم نے تجھ سے پہلے جو رسول بھیجے تھے ان میں سے بعض کا ذکر ہم نے تیرے الہام میں کیا ہے اور بعض کا ذکر تک نہیں کیا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ کئی انبیاء کا ذکر تک نہیں اُن کے کلام پر مسلمان کس طرح ایمان لائیں؟ پس ظاہر ہے کہ اس جگہ اجمالی ایمان مراد ہے نہ کہ تفصیلی۔

(تفسیر کبیر، جلد 1، صفحہ 142)

❁ اعتراض :: اسلام کے نزدیک مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جہاں کوئی کافر ملے اسے تہہِ تیغ کردو۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۳﴾

(سورۃ البقرہ آیت 192 تا 193) اور انہیں قتل کرو جہاں کہیں بھی تم انہیں پاؤ اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے تمہیں انہوں نے نکالا تھا۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ اور ان سے مسجد حرام کے پاس قتال نہ کرو یہاں تک کہ وہ تم سے وہاں قتال کریں۔ پس اگر وہ تم سے قتال کریں تو پھر تم ان کو قتل کرو۔ کافروں کی ایسی ہی جزا ہوتی ہے۔ پس اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: مخالفین اسلام کے نزدیک اس آیت میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ

قرآن کریم قول فصل ہے، ہزل نہیں۔ جو اِسکے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اور اِسکو حکم نہیں بنائیگا خدا تعالیٰ اسکو گمراہ کردیگا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ...... اس (یعنی قرآن۔ناقل) میں تم سے پہلوں کی خبر موجود ہے اور آنیوالے لوگوں کی بھی خبر ہے اور جو تم میں تنازعات پیدا ہوں انکا اسمیں فیصلہ موجود ہے وہ قول فصل ہے، ہزل نہیں۔ جو شخص اسکے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اور اسکو حکم نہیں بنائیگا خدا تعالیٰ اسکو گمراہ کردیگا۔ وہ حبل اللہ المتین ہے جس نے اسکے حوالہ سے کوئی بات کہی اُسنے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ ماجور ہے اور جس نے اسکے رو سے حکم کیا اُسنے عدالت کی اور جس نے اسکی طرف بلایا اُسنے راہ راست کی طرف بلایا۔ (مباحثہ لدھیانہ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 39)

جہاں کوئی کافر ملے اسے مار ڈالو۔ اس اعتراض کے جواب میں حضورؓ فرماتے ہیں :

اس میں ہرگز یہ نہیں کہا گیا کہ جہاں کوئی کافر ملے اسے تہہِ تیغ کردو بلکہ اس جگہ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ کے حکم کے ماتحت صرف وہ کفار آتے ہیں جن کا پہلے ذکر آچکا ہے اور جنہوں نے مسلمانوں سے عملاً جنگ شروع کر دی تھی ایسے لوگوں کے ساتھ لڑائی جاری رکھنے میں نہ اخلاقاً کوئی اعتراض ہوسکتا ہے اور نہ شرعاً اور حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جہاں کہیں بھی تمہاری اور ان کی جنگ کے ذریعہ سے مٹھ بھیڑ ہو جائے وہاں تم ان سے جنگ کرو۔ یہ نہیں کہ اِکا دُکا ملنے پر حملہ کرتے پھرو بلکہ تمہاری جنگ صرف باقاعدہ فوج کے ساتھ ہونی چاہیے خواہ وہ فوج ہو جس نے مقابلہ میں ابتداء کی ہے یا اُسی فوج کا کوئی دوسرا حصہ ہو جو اس کی مدد کر رہا ہو۔

(بحوالہ تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 424)

❁ اعتراض ::: اسلام جبر سے دین پھیلانے کی اجازت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۷﴾ (سورۃ البقرہ آیت 257) دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ عجیب بات ہے کہ اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ جبر سے دین پھیلانے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

اسلام اگر ایک طرف جہاد کیلئے مسلمانوں کو تیار کرتا ہے جیسا کہ اس سورۃ میں وہ فرما چکا ہے کہ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ (بقرہ آیت 191) یعنی تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی جنگ کا جو حکم تمہیں دیا گیا ہے اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ لوگوں کو مسلمان بنانے کیلئے جبر کرنا جائز ہو گیا ہے بلکہ جنگ کا یہ حکم محض دشمن کے شر سے بچنے اور اسکے مفاسد کو دور کرنے کیلئے دیا گیا ہے۔ اگر اسلام میں جبر جائز ہوتا تو یہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ قرآن کریم ایک طرف تو مسلمانوں کو لڑائی کا حکم دیتا اور دوسری طرف اسی سورۃ میں یہ فرما دیتا کہ دین کیلئے جبر نہ کرو۔ کیا اس کا واضح الفاظ میں یہ مطلب نہیں کہ اسلام دین کے معاملہ میں دوسروں پر جبر کرنا کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیتا۔ پس یہ آیت دین کے معاملہ میں ہر قسم کے جبر کو نہ صرف ناجائز قرار دیتی ہے بلکہ جس مقام پر یہ آیت واقع ہے اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام جبر کے بالکل خلاف ہے۔

پس عیسائی مستشرقین کا یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ غیر مذاہب والوں کو اسلام میں داخل کرنے کا حکم دیتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ سب سے پہلا مذہب ہے جس نے دنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کی کہ مذہب کے معاملہ میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہے اور دین کے بارہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں۔

(تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 585)

❁ اعتراض ::: اسلام نے جن اشیاء کو حرام کیا ہے تورات کی نقل کرتے ہوئے حرام قرار دیا ہے کسی حکمت کی بناء پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے : اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ (البقرہ آیت 174) اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ حرام کیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ البتہ اس پر کوئی گناہ نہیں جو سخت مجبور کر دیا گیا ہو، نہ حرص رکھنے والا ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مندرجہ بالا اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں :

عیسائی لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اسلام نے تورات کی نقل کرتے ہوئے ان اشیاء کو حرام قرار دیا ہے کسی حکمت کی وجہ سے ان کو حرام قرار نہیں دیا مگر انکا یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو تورات نے حرام کیا ہے مگر قرآن نے حرام نہیں کیا مثلاً اونٹ کو تورات میں حرام قرار دیا گیا ہے (احبار باب 11 آیت 4) لیکن اسلام میں اس کا کھانا جائز ہے اگر کہو کہ عربوں کی خاطر اُسے حرام نہیں کیا گیا تو میں کہتا ہوں کہ خرگوش کو بھی تورات میں حرام کیا گیا ہے (احبار باب 11 آیت 6) لیکن اسلام میں اسکا کھانا بھی جائز ہے۔ اگر اونٹ عربوں کی خاطر حلال کیا گیا تھا تو خرگوش کو حلال قرار دینے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔ پھر اگر یہ احکام تورات کی ہی نقل ہوتے تو چاہیے تھا کہ تورات کے تمام احکام کو نقل کر لیا جاتا۔ مگر قرآن کریم نے اسکے بہت سے احکام کو چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً تورات نے مردار کھانے والے کیلئے یہ سزا مقرر کی ہے کہ وہ ناپاک ہو جائیگا اور کپڑے دھونے کے بعد بھی شام تک ناپاک رہیگا (احبار باب 11 آیت 39، 40) لیکن قرآن کریم نے اس بے معنی بات کو چھوڑ دیا ہے۔ پس یہ کہنا کہ قرآن نے تورات کی نقل کی ہے واقعات کے لحاظ سے بالکل غلط بات ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تورات نے تو حرمت کی کوئی وجہ بیان نہیں کی لیکن قرآن کریم حرمت کی وجہ بھی بتاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے : قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۶﴾ (انعام آیت 146) یعنی تو اُن سے کہہ دے کے جو کچھ میری طرف نازل کیا گیا ہے میں تو اس میں اُس شخص پر جو کسی چیز کو کھانا چاہے سوائے مردار یا بہتے ہوئے خون یا سور کے گوشت کے کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک چیز نجس ہے یا میں فسق کو حرام پاتا ہوں۔ یعنی اس چیز کو جس پر خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ لیکن جو شخص اسکے کھانے پر مجبور ہو جائے بغیر اسکے کہ وہ شریعت کا مقابلہ کرنے والا ہو یا حد سے نکلنے والا ہو یعنی وہ جان بوجھ کر ایسے موقعہ پر نہ گیا ہو یا کھاتے وقت ضرورت سے زیادہ نہ کھائے تو وہ یاد رکھے کہ تیرا ربّ یقینا بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے یعنی ایسا شخص اگر ان کھانوں کو کھالے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُن کے بد اثرات سے بچالیگا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مردہ اور بہا ہوا خون اور سور کا گوشت حرام کرنے کی وجہ ان کا تکلیف دہ ہونا ہے کیونکہ رجس کے معنے گند اور عذاب کے ہوتے ہیں پس مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں گندی ہیں اور انسان کیلئے رُوحانی اور جسمانی طور پر موجب دکھ ہیں۔ (بحوالہ تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 343)

❁ اعتراض :: قرآن کریم کو خدا کے سوا کوئی نہیں بنا سکتا ایک بے دلیل دعویٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۸﴾ (سورۃ یونس آیت 38) اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ سے الگ رہ کر افترا کر لیا جائے لیکن یہ اسکی تصدیق کرتا ہے جو اسکے سامنے ہے اور اس کتاب کی تفصیل ہے جس میں کوئی شق نہیں کہ رب العلمین کی طرف سے ہے۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

اس حصہ آیت پر ریورنڈ ویری نے بحوالہ برکلمینز نوٹس آن اسلام اپنی تفسیر میں اعتراض کیا

قرآن کریم نے توفّی کا لفظ 25 مرتبہ بیان کرکے بتادیا کہ اس کے معنی قبض رُوح ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : جس لفظ کو خدا تعالیٰ نے **پچیس مرتبہ** اپنی کتاب قرآن کریم میں بیان کرکے صاف طور پر کھول دیا کہ اس کے معنی روح کا قبض کرنا ہے نہ اور کچھ۔ اب تک یہ لوگ اس لفظ کے معنی مسیحؑ کے حق میں کچھ اَور کے اَور کر جاتے ہیں گویا تمام جہان کیلئے **توفّی** کے معنی تو قبض روح ہی ہیں مگر حضرت ابن مریم کے لئے زندہ اٹھالینا اس کے معنی ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5 صفحہ 43)

ہے کہ یہ بے دلیل دعویٰ ہے صرف یہ کہہ دیا ہے کہ یہ قرآن خدا کے سوا کوئی نہیں بنا سکتا تھا اور یہ نہیں بتایا کہ کیوں؟ مجھے افسوس ہے کہ ریورنڈ ویری زبان کی ان باریک خوبیوں کے علم سے بالکل محروم ہیں جن کے بغیر کوئی زبان زبان کہلانے کی مستحق ہی نہیں ہوسکتی۔ اور خصوصاً عربی زبان تو اس کمال میں خصوصیت رکھتی ہے کہ وہ تھوڑے الفاظ میں زیادہ مضمون بیان کردیتی ہے۔

اس آیت میں ھذا کا لفظ اس دعویٰ کو واضح کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ قرآن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں بنا سکتا تھا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس قرآن کو حالانکہ قرآن ایک ہی کتاب ہے دو کتابوں کا نام قرآن نہیں کہ ’’اس‘‘ کے لفظ کے لانے کی ضرورت ہوتی۔ ’’اس‘‘ کا لفظ اس اشارہ کیلئے لایا گیا ہے کہ یہ کتاب اپنے مطالب کے لحاظ سے اس قدر بلند ہے کہ اسے کوئی انسان بنا ہی نہیں سکتا۔ اور یہ فقرہ بے دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل پر مشتمل ہے اور اس آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ اسکے اندر بعض باتیں ایسی ہیں جو صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آسکتی ہیں اور قرآن کریم کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ باتیں کون سی ہیں۔ پس انہی باتوں کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ ہر زبان میں اس قسم کے جملے استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً اردو میں بھی اس قسم کے فقرے بولے جاتے ہیں کہ کیا یہ شخص جھوٹا ہوسکتا ہے یا کیا یہ بات غلط ہوسکتی ہے۔ اور کوئی عقلمند ایسا نہ ہوگا جو یہ کہے کہ یہ فقرہ بے دلیل ہے کیونکہ ایسے فقروں کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ان کی بعض مشہور عام خوبیاں جن کے خاص طور پر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہر شخص انہیں جانتا ہے ایسی ہیں کہ انہیں مدنظر رکھتے ہوئے ممکن نہیں کہ وہ شخص جھوٹا ہو یا وہ بات غلط ہو۔ صرف ’’اس‘‘ کے لفظ سے یہ سب مضمون پیدا کرلیا جاتا ہے۔ غرض ھذا کا لفظ اس آیت کے مطلب کو بالکل واضح کردیتا ہے مگر بعض مسیحی مشنری بغیر عربی زبان کی باریکیوں سے واقف ہونے کے قلم اٹھا لیتے ہیں اور خود بھی غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان ناواقف لوگوں کو بھی مبتلا کرتے ہیں جو ان پر اعتبار کرتے ہیں۔ کاش کہ وہ بعض غیر متعصب مستشرقین سے ہی مشورہ کرلیا کرتے۔

(بحوالہ تفسیر کبیر، جلد 3، صفحہ 76)

۞ اعتراض:: قرآن کریم کا تھوڑا تھوڑا کرکے اترنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ انسانی کلام ہے اور ضرورت کے مطابق تصنیف کرلیا جاتا تھا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۞ (سورۃ النحل آیت 3) وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے فرشتوں کو روح القدس کے ساتھ اتارتا ہے کہ خبردار کرو کہ یقیناً میرے سوا کوئی معبود نہیں پس مجھ ہی سے ڈرو۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تنزیل کے ایک معنے آہستہ آہستہ اُتارنے کے ہوتے ہیں۔ اس جگہ یہی معنے مراد ہیں اور بتایا ہے کہ کلام الٰہی ہمیشہ اور ہر نبی پر آہستہ آہستہ اترتا ہے۔ پس یہ اعتراض جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض لوگوں کی طرف سے خصوصاً مسیحیوں کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ اسکا تھوڑا تھوڑا کرکے اترنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ انسانی کلام ہے اور ضرورت کے مطابق تصنیف کرلیا جاتا تھا، انکی سنت الٰہیہ سے ناواقفیت کی علامت ہے۔

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کونسا نبی ہے جس نے ایک وقت میں ہی ساری کتاب لاکر دنیا کو دے دی ہے۔ موسیٰ کے صحف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات سب اس امر پر شاہد ہیں کہ تعلیم آہستہ آہستہ ایک لمبے عرصہ میں دنیا کو دی گئی۔ اگر اس طرح تعلیم کا دنیا کے سامنے پیش کرنا قابل اعتراض ہے تو یہ اعتراض حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر بھی وارد ہوتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ اعتراض ہی غلط ہے جو تعلیم دنیا کے رائج الوقت خیال کے خلاف ہو اور اسکو مٹا کر اوامر الٰہی کو رائج کرنے کیلئے آئے، اسکا آہستہ آہستہ اترنا ضروری ہے تا لوگ اس پر اچھی طرح عمل کرسکیں اور تا وہ ان کے دماغوں میں راسخ ہوجائے اسی کی طرف اشارہ ہے سورۃ فرقان کی اس آیت میں کہ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۛ كَذٰلِكَ ۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ (فرقان رکوع 3) یعنی کافر کہتے ہیں کہ کیوں سب قرآن اس پر ایک ہی دفعہ نہیں اترا یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ محمد رسول اللہ حسب موقعہ اسے تصنیف کرلیتے ہیں۔ فرماتا ہے یہ ٹھیک ہے کہ یہ قرآن ایک ہی دفعہ نہیں اُترا مگر اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم اس طرح تیرے دل کو ثبات اور ایمان بخشنا چاہتے ہیں یعنی تو اور تیرے مومن اسکے مطالب کو عملی جامہ پہنا کر اسکے معانی سے خوب آگاہ ہوتے جاؤ اور اس لئے بھی کہ اگر پہلے ایک پیشگوئی بیان کی جائے۔ پھر جب وہ پوری ہو جائے اور اسکا ذکر بعد کی وحی میں کیا جائے تو ایمان بہت زیادہ مضبوط ہوجاتا ہے اور یہ طریق بیان بعد میں آنے والے لوگوں کے ایمان کی زیادتی کا بھی موجب ہوتا ہے لیکن اگر کلامِ الٰہی میں پیشگوئیوں کا تو ذکر ہو لیکن ان کے پورا ہونے کی طرف کوئی اشارہ نہ ہو تو اس وقت کے لوگ بھی اتنا فائدہ نہیں اُٹھاتے اور بعد کے لوگوں کیلئے بھی وہ کلام کافی نہیں ہوتا بلکہ دوسری کتب کے وہ محتاج رہتے ہیں۔

(تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 126)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے رُوحانی کمالات کے اظہار کیلئے ایک ماہوار رسالہ نور القرآن کے نام سے جاری فرمایا۔ کثرتِ مشاغل کے باعث اسکے صرف دو نمبر ہی نکل سکے۔ نور القرآن نمبر 1 میں آپؑ نے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ تحریر فرمائے اور نور القرآن نمبر 2 میں پادری فتح مسیح سکنہ فتح گڑھ ضلع گورداسپور کے دو خطوط کا جواب تحریر فرمایا۔ پادری فتح مسیح نے اپنے خط میں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات پر اعتراضات کئے۔ نیز قرآن کریم کی تعلیمات پر بھی اعتراضات کئے۔ ذیل میں ہم پادری فتح مسیح کے قرآن کریم پر چند اعتراضات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جوابات پیش کرتے ہیں۔

۞ اعتراض :: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے اور اپنے دین کو چھپا لینے کے واسطے قرآن میں صاف حکم دے دیا ہے مگر انجیل نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی اجازت نہیں دی۔

پادری فتح مسیح کے اس اعتراض کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

پس واضح ہو کہ جس قدر راستی کے التزام کیلئے قرآن شریف میں تاکید ہے میں ہرگز باور نہیں کرسکتا کہ انجیل میں اس کا عشر عشیر بھی تاکید ہو بیس برس کے قریب عرصہ ہوگیا کہ میں نے اسی بارہ میں ایک اشتہار دیا تھا اور قرآنی آیات لکھ کر اور عیسائیوں وغیرہ کو ایک رقم کثیر بطور انعام دینا کرکے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ جیسے ان آیات میں راست گوئی کی تاکید ہے اگر کوئی عیسائی اس زور وشور کی تاکید انجیل میں سے نکال کر دکھلا دے تو اس قدر انعام اس کو دیا

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خلافت احمدیہ سے کامل وفا اور تعلق

ہمارے ایمان میں ترقی کیلئے نہایت اہمیت کا حامل ہے

(پیغام بر موقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ بنگلہ دیش 2022ء)

طالب دعا : محمد نور اللہ شریف صاحب مرحوم وافراد خاندان (جماعت احمدیہ شموگہ، کرناٹک)

کامل مومنوں کو ہمیشہ کیلئے روح القدس دیا جاتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : روح القدس کے بارہ میں جو قرآن کریم میں آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ کیلئے کامل مومنوں کو روح القدس دیا جاتا ہے منجملہ انکے ایک یہ آیت ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (حدید 57 آیت 29) وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (انفال 8 آیت 30) یعنی اَے وے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور اللہ جلّ شانہٗ سے ڈرتے رہو تو خدا تعالیٰ تمہیں وہ چیز عطا کریگا (یعنی روح القدس) جسکے ساتھ تم غیروں سے امتیاز کُلّی پیدا کرلوگے اور تمہارے لئے ایک نور مقرر کردیگا (یعنی روح القدس) جو تمہارے ساتھ ساتھ چلے گا۔ (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن، جلد 5 صفحہ 97)

جائے گا مگر پادری صاحبان اب تک ایسے چپ رہے کہ گویا ان میں جان نہیں اب مدت کے بعد فتح مسیح صاحب کفن میں سے بولے شاید بوجہ امتداد زمانہ ہمارا وہ **اشتہار** ان کو یاد نہیں رہا۔ پادری صاحب آپ خس و خاشاک کو سونا بنانا چاہتے ہیں اور سونے کی کان سے منہ موڑ کر اِدھر اُدھر بھاگتے ہیں اگر یہ بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن شریف نے دروغ گوئی کو بُت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ یعنی بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ ۚ یعنی اے ایمان والو انصاف اور راستی پر قائم ہو جاؤ اور سچی گواہیوں کو للہ ادا کرو اگرچہ تمہاری جانوں پر ان کا ضرر پہنچے یا تمہارے ماں باپ اور تمہارے اقارب ان گواہیوں سے نقصان اٹھاویں۔

اب اَے ناخدا ترس ذرا انجیل کو کھول اور ہمیں بتلا کہ راست گوئی کیلئے ایسی تاکید انجیل میں کہاں ہے اور اگر ایسی تاکید ہوتی تو پطرس اول درجہ کا حواری کیوں جھوٹ بولتا اور کیوں جھوٹی قسم کھا کر اور حضرت مسیح پر لعنت بھیج کر صاف منکر ہو جاتا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم محض راست گوئی کی وجہ سے شہید ہوتے رہے اور الٰہی گواہی کو انہوں نے ہرگز مخفی نہ رکھا گو ان کے خون سے زمین سرخ ہو گئی......

اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے مگر یہ آپ کو اپنی جہالت کی وجہ سے غلطی لگی ہے اور اصل بات یہی ہے کہ کسی حدیث میں جھوٹ بولنے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ حدیث میں تو یہ لفظ ہیں کہ اِنۡ قُتِلۡتَ وَاُحۡرِقۡتَ یعنی سچ کو مت چھوڑ اگرچہ تُو قتل کیا جائے اور جلایا جائے۔ پھر جس حالت میں قرآن کہتا ہے کہ تم انصاف اور سچ مت چھوڑو اگرچہ تمہاری جانیں بھی اس سے ضائع ہوں اور حدیث کہتی ہے کہ اگرچہ تم جلائے جاؤ اور قتل کئے جاؤ مگر سچ ہی بولو، تو پھر اگر فرض کے طور پر کوئی حدیث قرآن اور احادیث صحیحہ کی مخالف ہو تو وہ قابل سماعت نہیں ہوگی کیونکہ ہم لوگ اُسی حدیث کو قبول کرتے ہیں جو احادیث صحیحہ اور قرآن کریم کے مخالف نہ ہو۔ (نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن، جلد نمبر 9، صفحہ 402 تا 404)

قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے اور نیز فرمایا ہے کہ جھوٹے شیطان کے مصاحب ہوتے ہیں اور جھوٹے بے ایمان ہوتے ہیں اور جھوٹوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ مت بولو بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ تم جھوٹوں کی صحبت بھی چھوڑ دو اور ان کو اپنا یار دوست مت بناؤ اور خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ جب تو کوئی کلام کرے تو تیری کلام محض صدق ہو ٹھٹھے کے طور پر بھی اس میں جھوٹ نہ ہو۔ اب بتلاؤ یہ تعلیمیں انجیل میں کہاں ہیں۔ اگر ایسی تعلیمیں ہوتیں تو عیسائیوں میں اپریل فول کی گندی رسمیں اب تک کیوں جاری رہتیں۔ دیکھو اپریل فول کیسی بُری رسم ہے کہ ناحق جھوٹ بولنا اس میں تہذیب کی بات سمجھی جاتی ہے۔ یہ عیسائی تہذیب اور انجیلی تعلیم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی لوگ جھوٹ سے بہت ہی پیار کرتے ہیں۔ چنانچہ عملی حالت اس پر شاہد ہے۔ مثلاً قرآن تو تمام مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک ہی ہے مگر سنا گیا ہے کہ انجیلیں ساٹھ سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ شاباش اے پادریان جھوٹ کی مشق بھی اسے کہتے ہیں۔
(ایضاً صفحہ 408)

❁ **اعتراض :: اسلامی تعلیم میں ہے کہ جب تک کوئی کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے تب تک ایسے شخص سے مؤاخذہ نہ ہوگا اور محض دلی خیالوں پر خدا پُرسش نہیں کرے گا مگر انجیل میں اسکے خلاف ہے یعنی دلی خیالات پر بھی عذاب ہوگا۔**

اس اعتراض کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ اگر انجیل میں ایسا ہی لکھا ہے تو ایسی انجیل ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور حق بات یہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے کہ انسان کے دل کے تخیلات جو بے اختیار اٹھتے رہتے ہیں اس کو گناہ گار نہیں کرتے بلکہ عند اللہ مجرم ٹھہر جانے کی تین ہی قسم ہیں (1) اوّل یہ کہ زبان پر ناپاک کلمے جو دین اور راستی اور انصاف کے برخلاف ہوں جاری ہوں (2) دوسرے یہ کہ جوارح یعنی ظاہری اعضاء سے نافرمانی کے حرکات صادر ہوں (3) تیسرے یہ کہ دل نافرمانی پر عزیمت کرے یعنی پختہ ارادہ کرے کہ فلاں فعل بد ضرور کروں گا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰكِنۡ یُّؤَاخِذُكُمۡ بِمَا كَسَبَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ یعنی جن گناہوں کو دل اپنی عزیمت سے حاصل کرے ان گناہوں کا مؤاخذہ ہوگا مگر مجرد خطرات پر مؤاخذہ نہیں ہوگا کہ وہ انسانی فطرت کے قبضہ میں نہیں ہیں خدائے رحیم ہمیں ان خیالات پر نہیں پکڑتا جو ہمارے اختیار سے باہر ہیں۔ ہاں اس وقت پکڑتا ہے کہ جب ہم ان خیالات کی زبان سے یا ہاتھ سے یا دل کی عزیمت سے پیروی کریں بلکہ بعض وقت ہم ان خیالات سے ثواب حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے صرف قرآن کریم میں ہاتھ پیر کے گناہوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ کان اور آنکھ اور دل کے گناہوں کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ وہ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا یعنی کان اور آنکھ اور دل جو ہیں ان سب سے باز پُرس کی جائے گی۔ اب دیکھو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کان اور آنکھ کے گناہ کا ذکر کیا ایسا ہی دل کے گناہ کا بھی ذکر کیا مگر دل کا گناہ خطرات اور خیالات نہیں ہیں کیونکہ وہ تو دل کے بس میں نہیں ہیں بلکہ دل کا گناہ پختہ ارادہ کر لینا ہے۔ صرف ایسے خیالات جو انسان کے اپنے اختیار میں نہیں گناہ میں داخل نہیں۔ ہاں اس وقت داخل ہو جائیں گے جب ان پر عزیمت کرے اور ان کے ارتکاب کا ارادہ کر لیوے ایسا ہی اللہ جلّ شانہٗ اندرونی گناہوں کے بارے میں ایک اور جگہ فرماتا ہے قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ یعنی خدا نے ظاہری اور اندرونی گناہ دونوں حرام کر دیئے۔ اب میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ عمدہ تعلیم بھی انجیل میں موجود نہیں کہ تمام عضووں کے گناہ کا ذکر کیا ہو اور عزیمت اور خطرات میں فرق کیا ہو اور ممکن نہ تھا کہ انجیل میں یہ تعلیم ہو سکتی کیونکہ یہ تعلیم نہایت لطیف اور حکیمانہ اصولوں پر مبنی ہے اور انجیل تو ایک موٹے خیالات کا مجموعہ ہے جس سے اب ہر یک محقق نفرت کرتا جاتا ہے۔

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن، جلد 9، صفحہ 426 تا 428)

......☆......☆......☆......

M.F. STEELS & ALUMINIUM
Deals in All types of
Aluminium chennels,
Section & Steels, Pipes,
Tubes, ACP, Sheet etc.
Sk. Muneer Ahmed
7008220172 9437147910
ahmedmuneersk@gmail.com
طالب دعا : شیخ منیر احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

JYOTI SAW MILL
SAWMILL
IDCO, Plot No.2, At-Ampore
P.O Kenduapada
Dist - Bhadrak - 756112 (Odisha)
Mobile No. 9861330620 & 7008841940
طالب دعا : شیخ طاہر احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

قرآن کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی اوّلین اور آخرین کے فلسفہ کے مجموعی حملہ سے ذرّہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں رکھتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سرسیّد احمد خان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں : آپ کو یاد رہے کہ قرآن کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی اوّلین اور آخرین کے فلسفہ کے مجموعی حملہ سے ذرہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں رکھتا وہ ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرے گا اس کو پاش پاش کرے گا اور جو اس پر گرے گا وہ خود پاش پاش ہو جائے گا۔ پھر آپ کو دب کر صلح کرنے کی کیوں فکر پڑ گئی آپ نے اسلام کے لئے بجز اس کے اور کیا کیا ہے کہ فلسفہ موجودہ کے بہت سے باطل خیالات کو مان لیا۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5 صفحہ 257)

قرآن کریم میں مالی قربانی کی تعلیمات اور اس کی اہمیت و برکات

(ھبۃ الکلیم، رشیا)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کیلئے اس کی عبادت کرے۔ ایک عبد کی زندگی گزارے اور قرب الٰہی کیلئے صراطِ مستقیم کی پیروی کرتا رہے۔ انسان خدا تعالیٰ کی رضا اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جب ان ذرائع اور وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ان پر عمل کرے جو خدا تعالیٰ نے خود اُسے سکھائے ہیں۔ اس سے انسان کا شمار خدا تعالیٰ کے مقربین میں ہوتا ہے اور اس طرح وہ اگلے جہان میں اسکی ابدی جنت کا وارث بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں عبادت کا حکم دیا وہاں اپنے اموال بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ سے مراد ہے مخلص ہوکر خدا تعالیٰ کی رضا کیلئے راہِ خدا میں اپنے اموال خرچ کرنا۔ عربی میں نَفَقَ کا مطلب ہے نقب لگانا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے والا اپنے مال میں ایسا سوراخ کرتا ہے جسکے ذریعہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے۔ اس لیے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں اسکی اہمیت، فضیلت اور برکت کے بارے میں کثرت سے بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛ وَاَحۡسِنُوۡا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (البقرہ: 196) اور اللہ کے راستے میں (مال و جان) خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں (اپنے آپ کو) ہلاکت میں مت ڈالو اور احسان سے کام لو۔ اللہ احسان کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (البقرہ: 255) اے ایمان دارو! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کسی قسم کی (خرید و) فروخت، نہ دوستی اور نہ شفاعت (کارگر) ہوگی (خدا کی راہ میں جو کچھ ہو سکے) خرچ کرلو۔ اور (اس حکم کا) انکار کرنے والے (اپنے آپ پر) ظلم کرنے والے ہیں۔

پھر ایک جگہ فرمایا: وَمَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَتَثۡبِيۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبۡوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُكُلَهَا ضِعۡفَيۡنِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ (البقرہ: 266) اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور اپنے آپ کو مضبوط کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں ان (کے خرچ) کی حالت اس باغ کی حالت کے مشابہ ہے جو اونچی جگہ پر ہو (اور) اس پر تیز بارش ہوئی ہو جس (کی وجہ) سے وہ اپنا پھل دو چند لایا ہو۔ اور (اس کی کیفیت ہو کہ) اگر اس پر زور لہ بارش نہ پڑے تو تھوڑی سی بارش ہی (اس کیلئے کافی ہو) اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ (آل عمران: 93) تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مومنین کی ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ اپنی عزیز چیز کو پیش کرنے سے نہیں گھبراتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ علیم ہستی خوب جانتی ہے اور اس نیکی کی جزا بے حساب واپس لوٹاتی ہے۔

اسی طرح خدا تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں مالی قربانی کرنے والے کو قطعی الفاظ میں بشارت دی ہے کہ تم اپنے اموال میری راہ میں خرچ کرو مَیں تمہیں بڑھا کردوں گا۔ ہمارے خدا کا ہم پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے ہمیں ضروریات زندگی کو بروئے کار لانے کے طریق سکھائے، کمانے کے طریق سکھائے اور پھر اسی کی عطا کردہ دولت میں سے ایک حصہ اسی کی خاطر خرچ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور فرمایا کہ جتنا خرچ کیا جاتا ہے، خدا اسے بڑھا کر عطا کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقۡبِضُ وَيَبۡصُۜطُ ۖ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (البقرۃ: 246) کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے تاکہ وہ اس کیلئے اسے کئی گنا بڑھائے۔ اور اللہ (رزق) قبض بھی کرلیتا ہے اور کھول بھی دیتا ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ایک اور جگہ فرمایا اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (البقرۃ: 275) وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی، چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی، تو ان کیلئے ان کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔

مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ (البقرہ: 262) جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے اس فعل) کی حالت اس دانہ کی حالت کے مشابہ ہے جو سات بالیں اگائے (اور) ہر بالی میں سو دانہ ہو۔ اور اللہ جس کیلئے چاہتا ہے (اس سے بھی) بڑھا (بڑھا کر) دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔

پھر اگلی ہی آیت میں فرمایا: اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَآ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (البقرہ: 263) جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرت ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ کسی رنگ میں احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی قسم کی تکلیف دیتے ہیں ان کے ربّ کے پاس ان (کے اعمال) کا بدلہ (محفوظ) ہے۔ اور نہ تو انہیں کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قرآن مجید میں متعدد بار اسکا ذکر ملتا ہے تاکہ انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے خدا کی مخلوق کا خیال رکھے۔ ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا۔

قربانی کیا ہے؟ یہ اپنے اپنے وقت اور زمانے کے حالات پر منحصر ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں مال کی قربانی کے ساتھ ساتھ جہاد کرتے ہوئے، جنگوں میں جان کی قربانی بھی اہمیت رکھتی تھی کیونکہ کفار کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم کا ایک سلسلہ جاری تھا اور انہی مظالم کے تحت مسلمانوں کو میدان جنگ میں بھی لا کھینچا گیا تھا۔ مالی قربانی کے اعلیٰ نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دَور میں صحابہ کرامؓ کی قربانیوں سے ملتے ہیں جو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

احادیث میں انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے کس مال کا ثواب زیادہ ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جب تو تندرستی کی حالت میں مال کی خواہش ہوتے ہوئے، محتاجی سے ڈر کر، مال داری کی طمع رکھ کر خرچ کرے اور اتنی دیر مت کر کہ جان حلق میں آن پہنچے تو اس وقت تو کہے کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا دینا، حالانکہ اب تو وہ مال کسی اَور کا ہو چکا۔''

(صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب ایّ الصدقۃ افضل حدیث 1419)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اَور دے اور اسکے نقش قدم پر چلنے والے اَور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے اے اللہ! روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاکت دے اور اسکا مال و متاع برباد کردے۔''

(صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ)

مالی قربانی کی عظمت کا معیار اسکی مقدار سے نہیں بلکہ اس خلوص، جذبہ اور نیت سے ہوتا ہے جس سے وہ قربانی پیش کی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ قصہ بیان فرمایا کہ

ایک آدمی بے آب و گیاہ جنگل میں جا رہا تھا، بادل گھرے ہوئے تھے۔ اس نے بادل سے آواز سنی کہ اے بادل فلاں انسان کے باغ کو سیراب کر۔ وہ بادل اس طرف کو ہٹ گیا، پتھریلی سطح مرتفع پر بارش برسی۔ پانی ایک چھوٹے سے نالے میں بہنے لگا۔ وہ شخص بھی اس نالے کے کنارے پر چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ یہ نالہ ایک باغ میں جا داخل ہوا ہے اور باغ کا مالک کدال سے پانی ادھر ادھر مختلف کیاریوں میں لگا رہا ہے۔ اس آدمی نے باغ کے مالک سے پوچھا۔ اے اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس مسافر نے اس بادل میں سے سنا تھا۔ پھر باغ کے مالک نے اس مسافر سے پوچھا۔ اے اللہ کے بندے! تم مجھ سے میرا نام کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا میں نے اس بادل میں سے جس کی بارش کا تم پانی لگا رہے ہو یہ آواز سنی تھی کہ اے بادل فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کر۔ تم نے کون سا ایسا نیک عمل کیا ہے جس کا یہ بدلہ تجھ کو ملا ہے؟ باغ کے مالک نے کہا۔ اگر آپ پوچھتے ہیں تو سنیں۔ میرا طریق کار یہ ہے کہ اس باغ سے جو پیداوار ہوتی ہے اسکا ایک تہائی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں، ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے گزارہ کیلئے رکھتا ہوں اور باقی ایک تہائی دوبارہ ان کھیتوں میں بیج کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الزھد)

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے چند ایمان افروز واقعات

اسلام کی تاریخ انفاق فی سبیل اللہ کے نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ عشاق اسلام کی قربانیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں جو ہمارے ایمان کو تازہ کرنے کا بھی سبب بنتی ہیں۔

مالی قربانی کے میدان میں جو ابواب حضرت محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ نے رقم کیے ان کی نظیر مذاہب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں صحابہ کرامؓ نے جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قبول فرمایا بلکہ قرآن مجید میں امتیازی القاب سے نوازا کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی تھے۔

کیا شان ہے ان پاک وجودوں کی جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی مانند ہے تم ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

قربانی کی داستانوں کی ایک مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مسابقت کا واقعہ ہے۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ وہ صدقہ کریں۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حسن اتفاق سے اس وقت میرے پاس کافی مال تھا۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا اگر میں ابوبکرؓ سے کسی دن آگے بڑھ سکتا ہوں تو یہ آج کا دن ہی ہے۔ چنانچہ میں اپنا نصف مال لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے کہا نصف مال۔ لیکن کچھ دیر بعد ہی حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر کا سارا مال لے کر آ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے دریافت کیا اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں ان کیلئے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا نام باقی چھوڑ آیا ہوں۔ (جامع ترمذی، کتاب المناقب ابی بکر و عمر، حدیث 3608)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ انصاری مدینہ کے انصار میں سے زیادہ مالدار تھے۔ ان کے کھجوروں کے باغات تھے۔ جن میں سب سے زیادہ عمدہ باغ بیرحاء نامی تھا جو حضرت طلحہؓ کو بہت پسند تھا اور مسجد نبوی کے سامنے بالکل قریب تھا۔ آنحضور ﷺ بالعموم اس باغ میں جاتے اور اسکا میٹھا اور عمدہ پانی پیتے۔ جب آیت نازل ہوئی کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تو حضرت طلحہؓ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپؐ پر اس مضمون کی آیت نازل ہوئی ہے اور میری سب سے پیاری جائیداد بیرحاء کا باغ ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ میری اس نیکی کو قبول کرے گا اور میرے آخرت کے ذخیرہ میں شامل کرے گا۔ حضور ﷺ اپنی مرضی کے مطابق اس کو اپنے مصرف میں لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واہ واہ بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ مال ہے بڑا نفع مند ہے اور جو تو نے کہا ہے وہ بھی میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچیرے بھائیوں میں تقسیم کر دو۔ (حدیقۃ الصالحین، صفحہ 699 تا 700، ایڈیشن 2015ء)

مالی قربانی کے تعلق سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے۔ اس کیلئے اب وقت ہے کہ اپنے مال میں سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے۔ جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے، وہ سلسلہ کے معارف کیلئے ماہ بہ ماہ ایک پیسہ دیوے اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے...... ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہیے۔ تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے۔ اگر بے ناغہ ماہ بہ ماہ ان کی مدد پہنچتی رہے گو تھوڑی مدد ہو۔ تو اس مدد سے بہتر ہے جو مدت تک فراموشی اختیار کر کے پھر کسی وقت اپنے ہی خیال سے کی جاتی ہے۔ ہر ایک شخص کا صدق اس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ عزیزو! یہ دین کیلئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔“
(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 83)

پھر آپؑ فرماتے ہیں ”بیکار اور نکمّی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے پس یہ امر ذہن نشین کر لو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ نصّ صریح ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو؟ کیا صحابۂ کرام مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کے حاصل کرنے کیلئے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلّی اور قلب کو اطمینان اور مولا کریم کی رضامندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ خدا ٹھگا نہیں جاتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ! جو رضائے الٰہی کے حصول کیلئے تکلیف کی پرواہ نہ کریں۔ کیونکہ ابدی خوشی دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے۔“
(رپوٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 79، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، جلد 3، صفحہ 178)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”اگر تم کوئی نیکی کا کام بجا لاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگا دو گے اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی۔ اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی۔“
(تبلیغ رسالت، جلد دہم، صفحہ 56)

مہدی آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیزوں سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی، صرف ایک سے ہی محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر تم میں سے کوئی خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اسکے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادے سے آتا ہے۔“
(مجموعہ اشتہارات، جلد 3، صفحہ 749)

خلفائے احمدیت کے ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ فرماتے ہیں ”پس خوب یاد رکھو کہ انبیاء جو چندے مانگتے ہیں تو اپنے لئے نہیں بلکہ انہی چندہ دینے والوں کو کچھ دلانے کیلئے۔ اللہ کے حضور دلانے کی بہت سی راہیں ہیں ان میں سے یہ بھی ایک راہ ہے۔“ (حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 420)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”روحانی طور پر اس انفاق کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کیلئے اپنا مال خرچ کرتا ہے وہ آہستہ آہستہ دین میں مضبوط ہوتا

طالب دعا:
اقبال احمد ضمیر
فلکنما، حیدرآباد
(تلنگانہ)

MUZAMMIL AHMED
Mobile: +91 99483 70069
konarknursery@gmail.com
www.facebook.com/konarknursery
www.konarknursery.com
KONARK Nursery Hyderabad
Plants for Seasons & Reasons...
Cactus . Seculents . Seeds
Landscaping – Rental Plants – Exports – Imports

جاتا ہے۔اسی وجہ سے میں نے اپنی جماعت کے لوگوں کو بارہا کہا ہے کہ جو شخص دینی لحاظ سے کمزور ہو وہ اگر اَور نیکیوں میں حصہ نہ لے سکے اس سے چندہ ضرور لیا جائے کیونکہ جب وہ مال خرچ کرے گا تو اس سے اسکو ایمانی طاقت حاصل ہوگی اور اسکی جرأت اور دلیری بڑھے گی اور وہ دوسری نیکیوں میں بھی حصہ لینے لگ جائیگا۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 612)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنو تمہیں اس خرچ کیلئے اس لئے بلایا جارہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو دنیا میں قائم کرو اور انفاق فی سبیل اللہ کرو تمہیں صرف ’’انفاق‘‘ کیلئے نہیں بلایا جاتا تم سے یہ بھی نہیں کہا جارہا کہ اپنے اموال لاؤ اور جماعت کے سامنے پیش کرو بلکہ تمہیں کہا جارہا ہے کہ اپنے اموال اس لئے لاؤ اور پیش کرو تا انسان اللہ کے راستہ پر کامیابی کے ساتھ اور بشاشت کے ساتھ اور فراخی کے ساتھ چلنا شروع کردے اور یہ راہیں اسے اس کے محبوب ربّ تک پہنچادیں۔‘‘

(خطبات ناصر، جلد 2، صفحہ 357)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں ’’ہمیشہ خدمت دین کی خاطر دل کھولنے والوں کے ساتھ ویسے ہی لوگ اور پیدا ہوتے رہتے ہیں جو نہ صرف اموال خرچ کرنے میں تردّد نہیں کرتے بلکہ وقت خرچ کرنے میں بھی تردّد نہیں کرتے۔انہی کی طرح نیک بنتے چلے جاتے ہیں اور یہ سلسلے کی اہم ضرورت ہے جسے ہمیں پورا کرنا چاہئے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جون 1998ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14 اگست 1998ء صفحہ 6)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ’’خدا کی راہ میں دینے والے کبھی خالی نہیں رہے۔رازق وہ ہے۔وہ تو محبت اور پیار کے اظہار کے طور پر آپ کے دلوں کو پاک وصاف کرنے کیلئے آپ سے مانگتا ہے وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد: 39) اللہ تعالیٰ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ تو غنی ہے اسی نے تمہیں سب کچھ دیا تم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو اس نے تمہارے لئے سارے انتظام کردیئے تھے۔ساری کائنات کا مالک ہے اسکے خزائن کبھی ختم نہیں ہوتے۔اسی کی رحمتوں اور برکتوں کے طفیل انسان رزق پاتا ہے اور رزق سے برکتیں حاصل کرتا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ستمبر 1982ء مطبوعہ خطبات طاہر، جلد 1، صفحہ 145)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں ’’پس یہ مالی قربانیاں کوئی معمولی چیز نہیں ہیں انکی بڑی اہمیت ہے۔ایمان مضبوط کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہونے کیلئے انتہائی ضروری چیز ہے۔صحابہ کی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح پھل لگائے جسکا روایات میں کثرت سے ذکر آتا ہے۔شروع میں یہی صحابہ جو تھے بڑے غریب اور کمزور تھے، مزدوریاں کیا کرتے تھے لیکن جب بھی آنحضرت ﷺ کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی مالی تحریک ہوتی تھی تو مزدوریاں کرکے اس میں چندہ ادا کیا کرتے تھے۔حسب توفیق بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی کوشش کیا کرتے تھے تاکہ اللہ اور اسکے رسول کا قرب پانے والے بنیں، ان برکات سے فیضاب ہونے والے ہوں جو مالی قربانیاں کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہیں، جن کے وعدے کئے ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6/جنوری 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 27/جنوری 2006ء صفحہ 7)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں ’’یہ زمانہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے اس میں ایک جہاد مالی قربانیوں کا جہاد بھی ہے کیونکہ اسکے بغیر نہ اسلام کے دفاع میں لٹریچر شائع ہوسکتا ہے، نہ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہوسکتے ہیں، نہ یہ ترجمے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتے ہیں۔نہ مشن کھولے جاسکتے ہیں، نہ مربیان، مبلغین تیار ہوسکتے ہیں اور نہ مربیان، مبلغین جماعتوں میں بھجوائے جاسکتے ہیں۔نہ ہی مساجد تعمیر ہوسکتی ہیں۔نہ ہی سکولوں، کالجوں کے ذریعہ سے غریب لوگوں تک تعلیم کی سہولتیں پہنچائی جاسکتی ہیں۔نہ ہی ہسپتالوں کے ذریعہ سے دکھی انسانیت کی خدمت کی جاسکتی ہے۔پس جب تک دنیا کے تمام کناروں تک اور ہر کنارے کے ہر شخص تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچ جاتا اور جب تک غریب کی ضرورتوں کو مکمل طور پر پورا نہیں کیا جاتا اس وقت تک یہ مالی جہاد جاری رہنا ہے۔اور اپنی اپنی گنجائش اور کشائش کے لحاظ سے ہر احمدی کا اس میں شامل ہونا فرض ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31/مارچ 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 21/اپریل 2006ء صفحہ 6)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ایمان افروز واقعات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت سائیں دیوان شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اپنے بار بار قادیان جانے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں ’’میں چونکہ غریب ہوں۔چندہ تو نہیں دے سکتا۔قادیان جاتا ہوں تاکہ مہمان خانہ کی چارپائیاں بُن آؤں۔‘‘

(اصحاب احمد، جلد 13، صفحہ 9)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بذریعہ میاں محمد احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ چوہدری رستم علی خاں صاحب مرحوم انسپکٹر ریلوے تھے۔ایک سو پچاس روپیہ اُن کو ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔بڑے مخلص اور ہماری جماعت کے قابلِ ذکر آدمی تھے۔وہ بیس روپیہ ماہوار اپنے گھر کے خرچ کیلئے اپنے پاس رکھ کر باقی کل تنخواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج دیتے تھے اور ہمیشہ اُن کا یہ قاعدہ تھا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 13، صفحہ نمبر 360، روایت حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ’’خدائے تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح حضرت خدیجہؓ کے دل میں آنحضرت ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی۔انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں پیسہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اس زمانہ میں شاید سب سے زیادہ مذموم تھا۔اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کرکے اخبار جاری کردوں ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے۔دوسرے ان کے بچپن کے کڑے تھے۔جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کے استعمال کیلئے رکھے ہوئے تھے۔میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو کے دو کڑے فروخت ہوئے۔یہ ابتدائی سرمایہ الفضل کا تھا۔الفضل اپنے ساتھ میری بے بسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا۔کیا ہی سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے۔اسکی مثال اس گلاب کے پھول کی سی ہے۔جس سے عطر تیار کیا جاتا ہے۔لوگ اس دکان کو تو یاد رکھتے ہیں۔جہاں سے عطر خریدتے ہیں لیکن اس گلاب کا کسی کو خیال بھی نہیں آتا جس نے مر کر ان کی خوشی کا سامان پیدا کیا۔میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو میں کیا کرتا اور میرے لئے خدمت کا کون سا دروازہ کھولا جاتا۔‘‘ (تاریخ لجنہ اماء اللہ، جلد 1، صفحہ 16)

پس ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں امام الزمانؑ کو ماننے کی توفیق دی۔انہوں نے ہمیں خدا تعالیٰ سے ملنے کے راستے روشن کرکے دکھائے۔حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفائے کرام نے اس کی اہمیت ہم پر واضح فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا میں ہر فرد تک پہنچانے کا کام بخوبی ہوسکے۔

پس یہ مالی قربانی قرضہ حسنہ ہے۔ایک ایسی تجارت ہے جس سے انسان کو کبھی نقصان نہیں اٹھانا پڑتا بلکہ فائدہ ہی ہوتا ہے۔ہمارا فرض بنتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے تمام احکامات پر عمل کرکے قربانی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی حتی الوسع کوشش کریں تاکہ اسکے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بنیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/نومبر 2020ء)

قرآن جامع جمیع علوم ہے، جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : یہ کہنا کہ ابتداء میں تو حلِّ مشکلاتِ قرآن کے لئے ایک معلم کی ضرورت تھی لیکن جب حل ہوگئیں تو اب کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حل شدہ بھی ایک مدت کے بعد پھر قابل حل ہوجاتی ہیں ماسوا اس کے امت کو ہر ایک زمانہ میں نئی مشکلات بھی تو پیش آتی ہیں اور قرآن جامع جمیع علوم تو ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی زمانہ میں اس کے تمام علوم ظاہر ہوجائیں بلکہ جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں اور ہر یک زمانہ کی مشکلات کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنے والے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں جو وارث رسل ہوتے ہیں اور ظلی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں۔ (شہادۃ القرآن، روحانی خزائن، جلد 6 صفحہ 348)

قرآن کریم غیروں کی نظر میں

(شیخ مجاہد احمد شاستری، مینیجر اخبار بدر قادیان)

قرآن کریم ربِ جلیل کی لازوال اور لاثانی کتاب ہے۔ اب تک جتنے بھی صحیفے یا الہامی کتب نازل ہوئیں وہ ایک مخصوص قوم، مخصوص امت اور مخصوص وقت کیلئے تھیں۔ صرف قرآن کریم کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہ تمام انسان، ادوار اور حالات پر زندہ جاوید کتاب ہے جو تا قیامت راہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ بھی گواہ ہے کہ یہ کتاب شاہکار ہے ہر کس و ناکس کی رہنمائی کا ذریعہ ہے جو طلبِ صادق کے ساتھ اس میں غور وفکر کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقدس کتاب کا جب بھی تحقیقی مطالعہ کیا گیا تو اسکی حقانیت روشن تر ہوتی چلی گئی۔

اس آخری زمانہ میں بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ''مسیح موعود و مہدی موعود'' کے مقام پر فائز ہونے کے بعد قرآن مجید کے حقائق و معارف کا ایک نیا اور لامحدود دریا دنیا میں جاری و ساری ہوا ہے جس کی مثال اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی اور حقیقت یہی ہے کہ امام موعود کی بعثت کے عظیم الشان مقاصد میں ایک یہ بھی تھا کہ قرآنی تعلیمات سے دنیا کو آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ زمانہ اس بات کا متقاضی تھا کہ قرآن مجید کے علوم و معارف سے دنیا آگاہ ہو۔ اور چونکہ دنیا ایک گلوبل وِلیج کی شکل اختیار کر رہی تھی اس لئے لوگ ایک دوسرے کے مذاہب اور کلچر کو سمجھے کی کوشش پہلے کی نسبت زیادہ کرنے لگے۔ معاشرتی میل جول بڑھ گیا۔ اس سماجی میل جول نے لوگوں کو ایک دوسرے کے مذہب کو سمجھنے اور سمجھانے میں بھی دلچسپی پیدا کی ہے۔ جہاں ایک طرف گیتا، اپنشد کے ترجمے مسلمان اہل علم نے کئے وہیں قرآن مقدس کو اردو، ہندی، انگلش اور دوسری زبانوں میں ڈھالنے کا کام غیر مسلموں نے بھی کیا۔

اس مضمون میں قرآن مجید کی ابدی صداقت اور سچائی کے اقرار اور اسکے حق میں غیروں کے چند تاثرات بیان کئے جاتے ہیں۔

رغبت الٰہی، ظہور صداقت اور بار امانت

براہمو دھرم کے مشہور مبلغ شردھے پرکاش دیو جی نے آنحضرت ﷺ کی سیرت و سوانح پر مشتمل ایک کتاب ''سوانح عمری حضرت محمد ﷺ صاحب بانیٔ اسلام'' تالیف فرمائی اور اس میں اسلام کا سچا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔ یہ کتاب بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی شردھے پرکاش جی نے بھجوائی۔ اس کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصنف کی دیانتداری اور حق گوئی کو بہت پسند کیا۔ اور احباب جماعت کو یہ کتاب پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ حضور فرماتے ہیں:

''اس پُرآشوب زمانہ میں کہ ہر ایک فرقہ خواہ آریہ ہیں خواہ پادری صاحبان دیدہ دانستہ کئی طور کے افترا کر کے ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ کی توہین اور اسلام کی تحقیر کو بڑا ثواب کا کام سمجھ رہے ہیں۔ ایسے وقت میں آریہ قوم میں سے ایسا منصف مزاج پیدا ہونا جو برھمو مذہب رکھتے ہیں۔ نہایت عجیب بات ہے۔ مؤلف کتاب نے اپنی دیانت داری اور انصاف پسندی اور حق گوئی اور بے تعصبی کا عمدہ نمونہ دکھلایا ہے۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ ایک ایک نسخہ اس کتاب کا خرید لیں۔ قیمت بھی بہت کم ہے۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 255)

شردھے پرکاش صاحب عرب کے ناگفتہ بہ حالت کا ذکر کرتے ہوئے نزول قرآن مجید کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ

''محمدؐ صاحب کا دل اپنے ملک کو تاریکی اور جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھ کر بے انتہا کڑھتا اور دُکھتا تھا۔ وہ بت پرستی کو دیکھ کر بہت گھبراتے تھے۔ عورتوں کے حالِ زار اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور ہوتے ہوئے دیکھ کر اُن کا جگر پاش پاش ہوتا تھا، مگر کچھ نہ کر سکتے تھے، ایسے واقعات سے وہ گھبرا کر اکثر تنہائی میں رہتے اور ان کے دفعیہ کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ اُن کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان کا مہینہ غار حرا میں رہ کر خدا کی یاد میں بسر کرتے اور جو کوئی بھولا بھٹکا مسافر اُدھر جا نکلتا، اسکی رہنمائی اور دستگیری کرتے۔ خدا سے ہمیشہ یہ دعا مانگتے کہ کسی طرح ان کا ملک چاہ جہالت سے نکلے۔ وہ خدا کی درگاہ میں سر بسجود روتے۔ آخر کار جوئندہ یابندہ۔ کلام الٰہی کا چشمہ ان کے دل میں پھوٹا اور نور خداوندی کا چمکارا چمکا۔ اُن کا دل اُس مبارک درجہ کو پہنچ گیا کہ خداوند تعالیٰ کی مرضی معلوم کر سکے اور ان کو یقین ہو گیا کہ بس خدا نے مجھ کو اسی مطلب کے واسطے پیدا کیا ہے کہ میں اپنے ملک سے اس جہالت کو دور کروں۔ اُن کو اس بات کا بھی یقین ہو گیا کہ جب انسان بہت گناہ کرتے ہیں اور دین حق کو چھوڑ دیتے ہیں تو خدا ان کو راہ راست پر لانے کیلئے ایک نہ ایک شخص کو پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اب اس نے یہ بارِ امانت میرے سر پر ڈالا ہے جیسے کہ اس نے اس سے پہلے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے سر پر ڈالا تھا۔ یہ خیال اُن کا عین الیقین کے درجہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ اکثر غیبی آوازیں سنا کرتے اور خواب اور بیداری میں طرح طرح کے مشاہدات اور رویائے صادقہ دیکھا کرتے۔ وہ جو خواب دیکھتے ہمیشہ سچ نکلتا۔ آخر کار جب اُن کی عمر پورے چالیس سال کی ہوئی تو ایک دن وہ حسب معمول غار حرا میں تھے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص اُن کو پکار رہا ہے اور کہتا ہے کہ پڑھ۔ محمدؐ صاحب نے اس کو جواب دیا، مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ تب فرشتہ نے کہا۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ‏ ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ‏ ﴿۳﴾ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُۙ‏ ﴿۴﴾ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِۙ‏ ﴿۵﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡؕ‏ ﴿۶﴾ یعنی پڑھ اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ اُس نے انسان کو ایک چمٹ جانے والے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ، اور تیرا ربّ سب سے زیادہ معزز ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور اسکے پُرمعارف اور پُرحکمت مضامین کا انسانی قلوب پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس اثر سے اس وقت کے کفار بھی باہر نہیں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہر کوئی جانتا ہے آپ قرآن کریم کی آیات سن کر اور اسکے مضامین کے اثر کے ماتحت مسلمان ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب نہایت رقت اور درد بھری آواز سے تلاوت کرتے تو عورتیں اور بچے آپ کی تلاوت کی طرف مائل ہوتے اور شوق سے آپ کی تلاوت سنتے۔ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک چھوٹی سی مسجد بنالی جس میں وہ نماز اور قرآن شریف پڑھا کرتے تھے اور چونکہ وہ نہایت رقیق القلب تھے اس لیے جب وہ قرآن شریف پڑھتے تو بسا اوقات ساتھ ساتھ روتے بھی جاتے۔ قریش کی عورتیں اور بچے جو نسبتاً سادہ طبع اور تعصّبات مذہبی سے آزاد تھے یہ نظارہ دیکھتے تو ان کے قلوب پر اسکا ایک خاص اثر ہوتا اور چونکہ ویسے بھی حضرت ابوبکرؓ قریش میں بہت معزز تھے اس لیے ان کی یہ والہانہ عبادت لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرتی تھی۔ اس پر قریش نے ابن الدغنہ کے پاس شکایت کی کہ ابوبکرؓ اونچی آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور اس سے ہماری عورتیں اور بچے اور کمزور لوگ فتنہ میں پڑتے ہیں لہٰذا تم اسے روک دو۔ اس نے حضرت ابوبکرؓ کو روکنا چاہا مگر اُنہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: ''مَیں یہ کام ہرگز نہیں چھوڑ سکتا ہاں اگر تمہیں کوئی ڈر ہے تو مَیں تمہاری پناہ سے نکلتا ہوں مجھے اپنے مولیٰ کی پناہ بس ہے۔''

(سیرت خاتم النّبیین، صفحہ 155)

''لبید بن ربیعہ عامری جاہلیت کے مشہور شعراء میں سے گزرا ہے اسکا ایک قصیدہ سبع معلقہ میں شامل ہے۔ یعنی اس کے کلام کو عرب کے بہترین سات قصائد میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ شاعر آخر عمر میں اسلام لے آیا اور سورۂ بقرہ کی فصیح زبان سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے شعر کہنا ہی چھوڑ دیا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اس سے اپنا نیا کلام سنانے کی فرمائش کی اس نے اس کے جواب میں سورۃ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ نے اس پر اسے کہا کہ میں نے تم سے اپنے شعر سنانے کو کہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مَا كُنْتُ لِاَقُوْلَ بَيْتًا مِّنَ الشِّعْرِ بَعْدَ اِذْ عَلَّمَنِيَ اللّٰهُ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے مجھے سورۃ بقرہ

اور آل عمران سکھا دی ہیں تو اب کس طرح ممکن ہے کہ اسکے بعد میں ایک شعر بھی کہوں۔حضرت عمرؓ کو اسکا یہ جواب اس قدر پسند آیا کہ انہوں نے اسکا وظیفہ جو دو ہزار درہم سالانہ تھا بڑھا کر اڑھائی ہزار کر دیا (اسد الغابہ جلد چہارم حالات لبید بن ربیعہ صفحہ 262) بظاہر یہ ایک معمولی واقعہ معلوم ہوتا ہے مگر جب ہم لبید کے اُس مرتبہ کو دیکھتے ہیں جس اسے عرب کے ادبی حلقہ میں اُس زمانہ میں حاصل تھا جو عربی علم ادب کے کمال کا زمانہ کہلاتا ہے اور جس زمانہ کے شعراء کے کلام کو آج تک بہترین کلام سمجھا جاتا ہے اور پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اتنا زبردست شاعر جو خود بادشاہِ سخن کہلاتا تھا سورۂ بقرہ کی زبان سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے شعر کو جو اسکی رُوح کی غذا تھی جو اس کی عزت کا ذریعہ تھا جس نے اُسے عرب کے حکمران حلقوں میں صدر مقام پر بٹھا رکھا تھا سورۂ بقرہ کی زبان سے مرعوب ہو کر بالکل ترک کر دیا اور جب اس سے اپنا تازہ کلام سنانے کو کہا گیا تو اُس نے حیرت سے جواب دیا کہ کیا سورۂ بقرہ کے بعد بھی کسی اور کلام کی ضرورت رہ جاتی ہے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ایک معجزانہ کلام کے سوا یہ تاثیر اور کسی کلام سے پیدا نہیں ہو سکتی۔'' (تفسیر کبیر جلد 1 صفحہ 54)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ حال تھا کہ کثرت سے قرآن کریم حفظ کرتے، دن رات اسکی تلاوت کرتے، نمازوں میں لمبی لمبی سورتوں کی تلاوت کرتے۔قرآن کریم سے انہیں عشق تھا۔ اپنی زندگی قرآن کریم کے مطابق ڈھالنے کی کوششوں میں لگے رہتے۔

قرآن کریم کے بلند پایہ مضامین اور اس کی توحید کی تعلیم سے دُنیا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔یورپ بھی اس سے متاثر ہوا۔سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

انگلینڈ امریکہ جرمن فرانس میں ویدوں کا ترجمہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی نظر سے گزرا ہے مگر کسی کی بلا کو بھی خبر نہیں کہ وید میں توحید بھی ہے۔انہیں انگریزوں نے قرآن شریف کا ترجمہ کیا تو قرآنی توحید نے یورپ کے ملکوں میں ہل چل ڈال دی یہاں تک کہ لائل صاحب اور جون ڈیون پورٹ وغیرہ نامی انگریزوں نے جن کی کتابیں حمایت اسلام وغیرہ چھپ کر ہندوستان میں بھی آ گئی ہیں قرآنی عظمتوں اور اس کی پاک توحید پر ایسی شہادتیں دیں کہ باوجود بہت سے موانع تعصب کے انہیں کہنا پڑا کہ فرقان مضامینِ توحید میں اور عیوب سے منزّہ ہونے میں ایک بے مثل کتاب ہے جسکے عقائد بالکل عقل کے مطابق اور ایک حکیم کا مذہب ہو سکتا ہے۔ایسا ہی ایک فاضل انگریز بلنٹ نام جنہوں نے حال میں اسلام کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ توحید کو دنیا میں دوبارہ قائم کرنے والے پیغمبر اسلام ہیں۔انہوں نے وحدانیت الٰہی کو اس اعلیٰ درجہ پر پھیلایا ہے کہ عرب کے ریگستان میں اب تک توحید کی خوشبو آتی ہے۔

(شحنۂ حق، رُوحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 403)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جان ڈیون پورٹ اپنے ایک رسالہ میں قرآن کریم کی تعریف اور توصیف میں فرماتا ہے:

مسلمان قرآن شریف کی ایسی عظمت کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے اپنی انجیل کی کبھی ایسی تکریم ہوتے نہیں دیکھی قرآن شریف میں صرف احکام مذہبی و تہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہیں بلکہ گبن صاحب کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔قرآن میں قوانین دیوانی و فوجداری و سلوک باہمی پائے جاتے ہیں اور وہ مسائل نجات روح و حقوق عامہ و حقوقِ شخصی و نفع رسانی خلائق وغیرہ پر حاوی ہے۔مجملہ محاسن و خوبیوں قرآن کے جس پر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے دو باتیں نہایت عمدہ ہیں اوّل قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جس میں خدائے تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوف آتا ہے۔دوسرے قرآن تمام ان خیالات سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کئے جا سکتے ہیں اور اسکے تمام اصول ایسے ہیں جو کوئی ان میں سے خلاف عقل نہیں مگر افسوس کہ یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقعہ ہیں۔اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کو اتفاق ہے اور کوئی ایسی بات نہیں جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آوے فقط۔

یہ بیان قرآن شریف کی نسبت تو جان بورٹ☆ صاحب کا ہے اور ایسا ہی کارلل* صاحب اپنی کتاب کی جلد 6 صفحہ 214 میں لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پر ہے۔اب دیکھئے کہ یورپ کے بڑے بڑے فلاسفر جن کے گھر میں گویا آج طبعی اور ہیئت نے جنم لیا ہوا ہے اور جو سورج اور چاند وغیرہ کی کیفیت آپ لوگوں سے بہتر جانتے اور سمجھتے ہیں وہ کس قدر قرآن شریف کے معقولانہ مسائل کے قائل اور مداح ہیں اور کیسی اپنی صاف طبیعتی کی وجہ سے صاف اقرار کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے مسائل علوم عقلیہ کے خلاف نہیں ہیں اور کوئی اس میں ایسا اعتقاد نہیں جو زبردستی ماننا پڑے پس جس حالت میں ایسے لوگ جو فلاسفی کے پتلے خیال کئے جاتے ہیں، قرآن شریف کے حکیمانہ طور وطریق کی کھلی کھلی شہادتیں دیتے ہیں۔(سرمہ چشم آریہ، رُوحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 195)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

یورپ کے فاضل اور صاحب علم لوگ اس قدر قابل تحسین ہیں کہ انہوں نے بیسوں کتابیں تالیف کر کے قرآن شریف کے بارہ میں شہادت حقہ کو ادا کر دیا ہے اور باستثناء نیم ملاں پادریوں کی جو تنخواہیں پا کر اسلام سے عناد رکھتے ہیں باقی جس قدر واقعی دانا اور فلاسفر ہیں ان کے دلوں میں دن بدن محبت اسلام کی پیدا ہوتی جاتی ہے۔(سرمہ چشم آریہ، رُوحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 196)

ذیل میں ہم قرآن کریم کے متعلق بعض آراء غیروں کی پیش کرتے ہیں :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو جانچنے اور پرکھنے کیلئے قرآن کریم کو بعض یورپین علماء نے ایک معتبر کتاب کے طور پر تسلیم کیا ہے اس ضمن میں چند حوالے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

سرولیم میور لکھتے ہیں'' دنیا کے پردے پر غالباً قرآن کے سوا کوئی اور کتاب ایسی نہیں جو بارہ سو سال کے طویل عرصہ تک بغیر کسی تحریف اور تبدیلی کے اپنی اصلی صورت میں محفوظ رہی ہو۔''

پھر لکھتے ہیں'' ہماری اناجیل کا مسلمانوں کے قرآن کے ساتھ مقابلہ کرنا جو بالکل غیر محرف و مبدّل چلا آیا ہے دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کرنا ہے جنہیں آپس میں کوئی بھی نسبت نہیں۔''

پھر لکھتے ہیں'' اس بات کی پوری پوری اندرونی اور بیرونی ضمانت موجود ہے کہ قرآن اب بھی اُسی شکل وصورت میں ہے جس میں کہ محمد نے اُسے دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔''

پھر لکھتے ہیں'' ہم یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت محمد سے لے کے آج تک اپنی اصلی اور غیر محرف صورت میں چلی آتی ہے۔''

نولڈکی جو جرمنی کا ایک نہایت مشہور عیسائی مستشرق گذرا ہے اور جو اس فن میں گویا اُستاد مانا گیا ہے قرآن شریف کے متعلق لکھتا ہے کہ '' یورپین علماء کی یہ کوشش کہ قرآن میں کوئی تحریف ثابت کریں قطعاً ناکام رہی ہے۔''

چنانچہ سرولیم میور لکھتا ہے'' قرآن کی یہ خصوصیت اس قدر اہم ہے کہ اس میں کسی مبالغہ کی گنجائش نہیں۔اس خصوصیت کی وجہ سے محمد کی سیرت و سوانح اور آغاز اسلام کی تاریخ کیلئے قرآن ایک بنیادی چیز قرار پاتا ہے جس سے ان ہر دو کے متعلق تمام تحقیق طلب امور کو پوری

☆ جان ڈیون پورٹ * تھامس کارلائل

قرآن کریم نے مسیح ابن مریم کی نسبت بجز وفات کے اس کے آسمان سے نازل ہونے کا ہرگز ذکر تک نہیں کیا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : کیا نہیں سوچتے کہ جو کوئی بڑا واقعہ آنیوالا ہے قرآن میں خدا تعالیٰ نے ضرور ہی اُسکا ذکر کیا ہے۔پس کیوں نزول مسیح کے واقعہ کو ترک کر دیا باوجودیکہ وہ بہت عظیم الشان اور عجائبات پر مشتمل تھا۔پس اگر وہ حق ہوتا تو خدا اسکو کیوں ترک کرتا حالانکہ اُسنے یوسف کا قصہ بیان کیا اور فرمایا کہ " ہم تیرے آگے اچھا قصہ بیان کرتے ہیں "۔اور اصحاب کہف کا قصہ بیان کیا اور فرمایا کہ " وہ ہمارے عجیب نشانوں سے تھے "۔ لیکن مسیح کی نسبت بجز وفات کے اسکے آسمان سے نازل ہونے کا ہرگز ذکر تک نہیں کیا۔پس اگر نزول حق ہوتا تو قرآن اس کو ہرگز ترک نہ کرتا بلکہ ضرور اس کو ایک بڑی لمبی سورۃ میں بیان کرتا اور اس کو سب قصوں سے احسن قرار دیتا کیونکہ اس کے عجائبات اس سے مخصوص ہیں۔ (حمامۃ البشریٰ، مترجم صفحہ 94)

صحت کے ساتھ جانچا جاسکتا ہے۔ قرآن شریف میں ہمیں وہ ذخیرہ میسر ہے جس میں محمد کے الفاظ خود آپ کی زندگی میں محفوظ کر لیے گئے تھے۔ اور یہ ریکارڈ آپ کی زندگی کے ہر حصہ سے یعنی آپ کے مذہبی خیالات سے، آپ کے پبلک افعال سے، آپ کی خانگی سیرت سے یکساں تعلق رکھتا ہے...... حقیقۃً محمد کی سیرت کیلئے قرآن ایک ایسا سچا آئینہ ہے کہ اسلام کے سارے ابتدائی زمانہ میں یہ بات بطور ایک مثل اور کہاوت کے مشہور تھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ساری سیرت قرآن میں ہے۔''

پھر انگلستان کا مشہور مسیحی مستشرق پروفیسر نکلسن اپنی انگریزی تصنیف ''عرب کی ادبی تاریخ'' میں لکھتا ہے:

''اسلام کی ابتدائی تاریخ کا علم حاصل کرنے کیلئے قرآن ایک بے نظیر اور ہر شک و شبہ سے بالا کتاب ہے اور یقیناً بدھ مذہب یا مسیحیت یا کسی قدیم مذہب کو اس قسم کا مستند عصری ریکارڈ حاصل نہیں ہے، جیسا کہ قرآن میں اسلام کو حاصل ہے۔''

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 7 تا 9 مطبوعہ 2006ء قادیان)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے اسے سب آسمانی کتب وصحائف میں ایک منفرد اور ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ اسلام کے اشد ترین مخالفین بھی جو قرآن کریم کو کلام الٰہی ہی تسلیم نہیں کرتے اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ بلاشبہ قرآن ایک غیر مبدل و غیر محرف کتاب ہے۔ ان کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جس کے متعلق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ فرمایا تھا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ مثال کے طور پر اس ضمن میں سرولیم میور اور Prof. Noldeke کے بیان درج کئے جارہے ہیں:

''اس بارہ میں اندرونی اور بیرونی ہر قسم کی شہادت موجود ہے کہ آج بھی ہمارے ہاتھوں میں قرآن کا وہی متن ہے جو محمد (ﷺ) نے دیا تھا اور جسے خود آپؐ استعمال فرماتے تھے۔'' (لائف آف محمد مصنفہ سرولیم میور، مطبوعہ لندن 1878ء، صفحہ 27، بحوالہ کتاب اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، صفحہ 32)

''ہم یقینی طور پر یہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ قرآن کریم کی ہر آیت بعینہٖ وہی ہے جو محمد (ﷺ) نے خود بیان کی تھی۔ ہر آیت اصل ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔'' (لائف آف محمد مصنفہ سرولیم میور، مطبوعہ لندن 1878ء، صفحہ 28، بحوالہ کتاب اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، صفحہ 33)

''یورپ کے علماء کی کوششیں ناکام ہو چکی ہے کہ وہ یہ ثابت کرسکیں کہ (نزول کے بعد) قرآن میں کسی قسم کی کوئی تحریف ہوئی ہے۔'' (پروفیسر نولڈیک، انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، ایڈیشن نمبر 9 زیر لفظ قرآن، بحوالہ کتاب اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، صفحہ 33)

قرآن مجید کی لفظی حفاظت کے متعلق ایک انگریز محقق Andrew Rippin اپنی کتاب Approaches of the History of Interpretation of the Qur'an میں لکھتے ہیں:

''اگر قرآن کریم صرف حفظ کے ذریعے آگے منتقل ہوتا تو اس میں ایسی تبدیلیاں ہوسکتی تھیں جیسی احادیث اور دور جاہلی کی شاعری میں ہیں۔ اگر قرآن کریم صرف تحریری طور پر آگے منتقل ہوتا تو پھر میثاق مدینہ کے نسخہ کی طرح اس کے بھی باہمی مختلف نسخے ہوتے لیکن موجودہ صورت میں ایسا بالکل بھی ممکن نہیں ہوا۔ حفظ کے متوازی متن کی تحریری صورت نے حفظ کی حفاظت کی اور اس میں تبدیلی نہیں ہونے دی اور تحریر کے متوازی حفظ نے تحریر کی حفاظت کی اور اس میں تبدیلی نہیں ہونے دی۔'' (بحوالہ الذکر المحفوظ مصنفہ احسان اللہ دانش مربی سلسلہ، صفحہ 29)

Dr. Maurice Bucaille ایک مذہبی لحاظ سے عیسائی، ایک فرانسیسی سرجن اور مذہب اور سائنس کی دُنیا کی ایک نامور شخصیت ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں غرق ہونے والے فرعون ''Meneptah'' پر آپ کو تحقیق کیلئے چنا گیا۔ آپ اپنی مشہور کتاب The Bible the Qur'an and Science میں لکھتے ہیں:

قرآنی وحی کا دورانیہ لگ بھگ 20 سال پر محیط ہے۔ جونہی یہ (وحی) جبرائیل کے ذریعہ محمد (ﷺ) تک پہنچائی جاتی، مومنین فوراً اسے حفظ کر لیتے۔ یہ محمد (ﷺ) کی زندگی میں ہی لکھ بھی لی گئی تھی۔ (دی بائیبل دی قرآن اینڈ سائنس صفحہ 250-251 بحوالہ بحوالہ الذکر المحفوظ مصنفہ احسان اللہ دانش مربی سلسلہ، صفحہ 37)

قرآن کریم کے حفظ کے غیر معمولی تواتر کے بارہ میں ممتاز مستشرق Kenneth Cragg اپنی کتاب The Mind of the Qur'an میں رقم طراز ہیں:

''قرآن کریم کے حفظ کا اعجاز یہ ہے کہ متن قرآن کریم صدیوں کا سفر طے کرتے ہوئے انتہائی محبت اور خلوص اور وقف کی روح کے ساتھ ایک تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ لہٰذا اسکے ساتھ نہ تو کسی قدیم چیز جیسا سلوک روا رکھنا چاہئے اور نہ ہی اسے محض تاریخی دستاویز سمجھنا درست ہے۔ درحقیقت حفظ کی خوبی نے اس کتاب کو مسلم تاریخ کے مختلف ادوار میں زندہ و جاوید رکھا ہے اور بنی نوع کے ہاتھ میں نسلاً بعد نسلٍ ایک معتبر متاع تھمادی اور کبھی بھی محض غیر اہم کتابی صورت میں نہیں چھوڑا۔'' (بحوالہ الذکر المحفوظ مصنفہ احسان اللہ دانش مربی سلسلہ، صفحہ 37)

ولیم گراہم اپنی کتاب Beyond the written word میں لکھتے ہیں:

''قرآن کریم مذہبی اور غیر مذہبی کتابوں میں شائد واحد کتاب ہے جو کہ لاکھوں لاکھ لوگوں کے ذریعے مکمل طور پر حفظ کی جاتی رہی۔'' (بحوالہ الذکر المحفوظ مصنفہ احسان اللہ دانش مربی سلسلہ، صفحہ 38)

Basworth Smith اپنی کتاب

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

یاد رکھیں کہ اسلام کا مستقبل اور عالمی امن کے قیام کا
بہت بڑا انحصار خلافت احمدیہ پر ہے

(پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ مالٹا 2022ء)

طالب دعا: سید بشیر الدین محمود احمد افضل مع فیملی و افراد خاندان (شموگہ، کرناٹک)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی حقیقت
تبھی ظاہر ہوگی جب دین کو سمجھنے کی کوشش کریں گے

(پیغام برموقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی 2023ء)

طالب دعا: بی۔ ایس۔ عبدالرحیم ولد مکرم شیخ علی صاحب مرحوم (صدر جماعت احمدیہ منگلور، کرناٹک)

قرآن وحدیث میں جب توفّی کا فاعل اللہ ہو اور اُسکا مفعول بہٖ کوئی انسان ہو تو اُسکے معنی موت دینے اور قبض روح کے سوا کچھ اور نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ کی ذات اور اس کی عزت کی قسم! میں نے کتاب اللہ کو آیت آیت پڑھا اور اس میں خوب تدبر کیا پھر میں نے حدیث کی کتابیں بنظر عمیق پڑھیں اور ان میں بھی خوب غور کیا لیکن میں نے نہ تو قرآن میں اور نہ ہی احادیث میں لفظ توفّی کو اس طور پر پایا ہے کہ (جب اُسکا فاعل اللہ ہو اور اُسکا مفعول بہٖ کوئی انسان ہو) تو اُسکے معنی موت دینے اور قبض روح کے سوا کچھ اور ہوں اور جو شخص میری اس تحقیق کے خلاف ثابت کرے تو اُسے ہزار روپیہ رائج الوقت میری طرف سے بطور انعام ہے۔ (حمامة البشریٰ، ترجمہ عربی، صفحہ 231)

Mohammad and Mohammadanism میں دوسرے مذاہب کا تاریخی لحاظ سے غیر مستند اور کمزور ہونا بیان کرنے کے بعد اسلام کے بارہ میں لکھتے ہیں:

’’محمدن ازم میں معاملہ (دوسرے مذاہب سے) بالکل مختلف ہے۔ یہاں ہمارے پاس اندھیروں کی بجائے تاریخ کی روشنی ہے۔ ہم آپؐ کے بارہ میں اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ لوتھر اور ملٹن کے بارہ میں۔ یہاں حقائق ہیں نہ کہ خیالات اور قیاسات اور ظنون اور طلسماتی کہانیاں۔ ہم بآسانی معلوم کر سکتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ ان معاملات میں نہ تو کوئی شخص خود کو دجل اور فریب میں مبتلا کر سکتا ہے اور نہ کسی اور کو۔ یہاں ہر چیز دن کی پوری روشنی میں جگمگا رہی ہے۔‘‘ (بحوالہ الذکر المحفوظ مصنفہ احسان اللہ دانش مربی سلسلہ، صفحہ 57)

کیرم آرمسٹرانگ قرآن کریم کے سحر انگیز حسن کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

اہل عرب کیلئے قرآن مجید کی عبارت واقعتاً معجز نما تھی۔ ان کے ادب میں اس طرح کی کوئی چیز پہلے موجود نہیں تھی...... کچھ تو فوراً ہی ان آیات پر یہ یقین کرتے ہوئے ایمان لے آئے کہ اس غیر معلمولی زبان میں موجود پیغام، الہامی اور سچا ہی ہو سکتا ہے لیکن جو ان تعلیمات پر ایمان نہیں لائے وہ گومگو کی کیفیت میں رہے۔ اُنہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس دعوت کا کیا جواب دیں۔

(محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باب دوم، صفحہ 61 تا 63، پبلیشرز علی پلازہ 3 مزنگ روڈ لاہور بحوالہ الذکر المحفوظ صفحہ 226)

قرآن کریم کے حسن بیان کے معجز نما ہونے کے بارہ میں جارج سیل لکھتا ہے:

اور یہ معجز نما حقیقت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود اہل مکہ کے سامنے رکھی اور مشہور اہل زبان اور ماہرین سخن کو جو اس دَور میں عرب میں ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے، ایک عام چیلنج دیا کہ اس کلام سے بڑھ کر حسین کلام بنا کر دیکھا دیں۔ اس کے کسی ایک حصہ کے بالمقابل ہی بنا دیں۔ مَیں بیسیوں مثالوں میں سے ایک مثال کا انتخاب کرتا ہوں کہ یہ ثابت کر سکوں کہ یہ کتاب درحقیقت ایسے لوگوں کے سامنے پیش کی گئی تھی جو فیصلہ کی طاقت رکھتے تھے...... (اسکے بعد لبید بن ربیعہ عامری کی مثال پیش کرتا ہے کہ وہ فوری طور پر قرآن کریم پر ایمان لے آئے اس لئے کہ)...... اُنہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ یہ غیر معمولی کلمات ایک ملہم کو ہی عطا ہو سکتے ہیں۔

لیکن حیرت ہے کہ عربی زبان کا گہرا علم نہ رکھنے والے اور اس کی بلاغت کے اصولوں سے بیخبر، جن کو عربی بول چال کا بھی ملکہ نہیں اعتراض کرتے ہیں۔ پس آج اس تصریف آیات کے معجزہ کو اگر کوئی abrupt changes کہہ دے تو یہ اس کی جہالت ہے نہ کہ قرآن کی خامی۔ اسے فوراً عظیم اہل زبان عرب لوگوں سے پوچھنا چاہئے اور ابن وراق کیلئے سیوطی کی گواہی کافی ہوگی کیوں کہ اسے بھی تسلیم ہے کہ علامہ سیوطیؒ ایک عظیم ماہر لسانیات ہیں۔

(بحوالہ الذکر المحفوظ صفحہ 226)

قرآن کریم کے اسلوب بیان کو ’’فلپ کے حتی‘‘ بھی سمجھتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

قرآن کریم کا سارا بیان ایک درس کی صورت میں ہے جس کا مقصود محض قصہ گوئی نہیں بلکہ اخلاقیات کی تعلیم دینا اور یہ سمجھانا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ہمیشہ نوازتا اور بروں کو سزا دیتا ہے۔

(History of Arabs مصنفہ Philip Khuri Hitti صفحہ 125 بحوالہ الذکر المحفوظ صفحہ 241)

Dr Maurice Bucaille اپنی کتاب The Bible The Qura'an and Science میں لکھتے ہیں: یہ کتاب خدا کا کلام ہے جس میں کوئی انسانی ملونی نہیں۔

(بحوالہ الذکر المحفوظ، صفحہ 348)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو شخص علم کی تلاش میں نکلے
اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے
(ترمذی، کتاب العلم، باب فضل الفقہ)

طالب دعا : مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اس کو ہدایت پر چلنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور چلنے والوں کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا۔
(صحیح مسلم، کتاب العلم)

طالب دعا : مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

قرآن شریف یُونہی لڑائی کیلئے حکم نہیں فرماتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : جاننا چاہئے کہ قرآن شریف یُونہی لڑائی کیلئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور اُن لوگوں کے ساتھ لڑنے کیلئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو اُن کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔
(نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن، جلد 8، صفحہ 62)

Manufacturer and Retailer of Leather Fashion Accessories and Bags.
Specialized in the Desing and Production of Quality & Sale Online Platform Like Flipkart, Amazon, Meesho. & Product Key Word is "Grizzly Wallet"
6294738647 mygrizzlyindia@gmail.com, Web:www.mygrizzlyindia.com
mygrizzlyindia mygrizzlyindia mygrizzlyindia
طالب دعا : عطاء الرحمٰن (بھائی پوتا، ضلع ساؤتھ 24 پرگنہ) مغربی بنگال

RAICHURI GROUP OF COMPANIES
Raichuri Builders & Developers LLP
G M Builders & Developers
Raichuri Constructions
Our Corporate office
B Wing, Office no 007
Itkar Soc, Suresh Nagar, RTO,
Andheri West, Mumbai - 400053
Tel : 02226300634 / 9987652552
Email id :
raichuri.build.develop@gmail.com
gm.build.develop@gmail.com
RAICHURI GROUP
BUILDERS & DEVELOPERS
طالب دعا
Abdul Rehman Raichuri
(Aka - Maqbool Ahmed)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 1

اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۳﴾ اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ﴿۹۴﴾
(مریم:89 تا 94)

ترجمہ: اور یہ (لوگ) کہتے ہیں کہ (خدائے) رحمٰن نے بیٹا بنالیا ہے۔ (تُو کہہ دے) تم ایک بڑی سخت بات کہہ رہے ہو۔ قریب ہے کہ (تمہاری بات سے) آسمان پھٹ کر گر جائیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر (زمین پر) جا پڑیں۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے (خدائے) رحمٰن کا بیٹا قرار دیا ہے۔ اور (خدائے) رحمٰن کی شان کے یہ بالکل خلاف ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنائے کیونکہ ہر ایک جو آسمانوں اور زمین مین ہے وہ (خدائے) رحمٰن کے حضور غلام کی صورت میں حاضر ہونے والا ہے۔

انسان بیٹے کی خواہش اس لئے کرتا ہے تا کہ نسل اور خاندان کی حفاظت ہو، کیونکہ ہر باپ کیلئے ایک دن فنا ہے اس لئے وہ اپنا قائم مقام چاہتا ہے۔ اور اس لئے کہ تا کہ بیٹا باپ کا کام سنبھالے، جائیداد کی دیکھ بھال کرے، اسکا ہاتھ بٹا کر اسکے کام کو آسان کرے، بوڑھاپے میں اسکا مددگار ہو وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ اللہ وہ (ہستی) ہے جس کے سب محتاج ہیں (اور وہ کسی کا محتاج نہیں) جبکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی غلام ہے تو پھر اس کو بیٹا بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فنا ہونے والی ہستی نہیں جو اُسے بیٹا بنانے کی ضرورت ہو۔ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 117 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ بَلۡ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے (اپنے لئے) ایک بیٹا بنالیا ہے (ان کی بات درست نہیں) وہ (تو ہر کمزوری سے) پاک ہے، بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اُسی کا ہے، سب اسکے فرمانبردار ہیں۔ جب کائنات کے ذرّے ذرّے کا وہ مالک ہے اور ہر چیز اسکی فرمانبردار بھی ہے تو پھر اُسے بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

شرک کے علاوہ جو گناہ بھی ہو اور جس قدر بھی ہو اگر اللہ چاہے تو معاف فرما سکتا ہے چنانچہ اُس نے سورہ زمر میں اپنی اس عظیم الشان رحمت و مغفرت کا اعلان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۴﴾ (زمر:54)

ترجمہ: تُو (اُن کو ہماری طرف سے) کہہ دے اَے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر (گناہ کرکے) ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، وہ بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ
ہر چیز معرضِ ہلاکت میں ہے بجز خدا کے

پس خدا کوئی فنا ہونے والی ہستی نہیں جو اسے بیٹا بنانے کی ضرورت پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پھر دوسرا حصہ اس توحید کا یہ ہے کہ جیسا کہ کوئی چیز بجز خدا کے خود بخود موجود نہیں ایسا ہی ہر ایک چیز بجز خدا کے اپنی ذات میں فانی اور ہلاک ہونے سے بَری نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ یعنی ہر ایک چیز معرض ہلاکت میں ہے اور مرنے والی ہے بجز خدا کی ذات کے کہ وہ موت سے پاک ہے اور اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ یعنی ہر ایک جو زمین پر ہے آخر مرے گا پس جیسا کہ خدا نے اس آیت میں کہ وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ ہے لفظ کُلَّ کے ساتھ جو احاطہ تامہ کیلئے آتا ہے ہر ایک چیز کو جو اس کے سوا ہے مخلوق میں داخل کر دیا۔ ایسا ہی اس لفظ کُل کے ساتھ اس آیت میں جو کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ ہے اور نیز اس آیت میں کہ کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ ہے ہر ایک چیز کیلئے بجز اپنی ذات کے موت ضروری ٹھہرا دی۔‘‘ (چشمہ معرفت رُوحانی خزائن، جلد 23 صفحہ 165)

قرآن کریم توحید کے مضمون سے بھرا پڑا ہے جیسا کہ وہ ایک مقام پر فرماتا ہے:

وَمِنۡ اٰیٰتِہِ الَّیۡلُ وَالنَّہَارُ وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ ؕ لَا تَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ وَاسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَہُنَّ اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاہُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۳۸﴾ (فُصِّلَت:38)

ترجمہ: اور اس کے نشانوں میں سے رات بھی ہے اور دن بھی اور سورج بھی ہے اور چاند بھی۔ نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو بلکہ صرف اللہ کو جس نے ان دونوں کو پیدا کیا ہے، سجدہ کرو اگر تم پکے مؤحد ہو۔

تمام انبیاء کرام اپنی اپنی قوم کو اوّل نمبر یہی تعلیم دیتے رہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی بھی اَور چیز کی عبادت پر بہت ہی تعجب اور افسوس کا اظہار کیا ہے فرماتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم اللہ کے سوا ایسی شئے کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دیتی ہے نہ نقصان پہنچاتی ہے۔ ہم تم پر افسوس کرتے ہیں اور اس پر بھی جسکی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (الانبیاء: 68) اور سورۃ الصّٰفّٰت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کیا تُم اُسکی عبادت کرتے ہو جسے تُم خود اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو۔ مشرک کا یہ فعل بڑا عجیب مضحکہ خیز اور قابل افسوس ہے کہ ایک چیز کو وہ خود اپنے ہاتھوں سے بناتا ہے پھر اُسی کے آگے سر جھکاتا ہے اور پھر اُسے لے جا کر پانی میں ڈبو دیتا ہے۔ پھر سورہ مریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے فرماتے ہیں کہ اَے میرے باپ تُم اُسکی عبادت کیوں کرتے ہو جو کہ نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور وہ تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ پس ایک مشرک اللہ کے سوا جس کو بھی پکارے اور جتنا مرضی پکارے، اُسکی پکار اُس کو کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی کیونکہ وہ جس کو پکارتا ہے نہ تو وہ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے اور نہ کسی کام آ سکتا ہے۔ لہٰذا مشرک کی سب پُکار، سب عبادت اور سب دُعا ضائع چلی جاتی ہے۔ وَمَا دُعَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ ﴿۱۵﴾ اور کافروں کی چیخ وپکار سب ضائع چلے جائے گی۔ (رعد:15)

خدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اس کے ہو گئے ہیں وہ غیروں پر جو اسکی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اُسکے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بد بخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُسکا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اسکو دیکھا اور ہر ایک خوب صورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگر چہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگر چہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اَے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دَف سے میں بازاروں میں **منادی** کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سُننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہوگے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کیلئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے، پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دُنیا کیلئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ **خدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو** کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اُسکے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔‘‘
(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21)

برہمو سماج نے جو بھی توحید سے حصہ لیا، قرآن کی بدولت لیا

قرآن کریم کا یہ احسان ہے کہ اس نے توحید پر اس قدر زور دیا ہے کہ اسکا دُنیا کی تمام غیر

HOTEL
HOTEL FIRDOUS
SALANDI BY PASS (BHADRAK)
Nearest to Bus Stand & Railway Station
A/C & Non A/C Rooms, Marriage & Confrence Hall, Laundry Facility
Landline : 06784-240620 Mobile : 9078517843, 7852974737
طالبِ دعا: شیخ طاہر احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

قوموں پر ایک خاص اثر اور چھاپ ہے۔آج سناتن دھرم والے جو بے شمار دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرنے والے ہیں وہ بھی ایک خدا کے قائل ہیں۔عیسائی جو تین خداؤں کو مانتے ہیں وہ بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔غرضیکہ ان کا عمل جو بھی ہو لیکن ان کے دل ایک خدا کے قائل ہیں اور یہ قرآن کریم کی توحید کی تعلیم کا اثر ہے۔سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ برہمو سماج والے جو توحید کی طرف مائل ہیں یہ توحید کی تعلیم بھی انہوں نے قرآن کریم سے ہی اخذ کی ہے اور آپؑ نے اس ضمن میں ایسے دلائل بیان فرمائے کہ برہمو سماج کیلئے کوئی چارہ نہیں کہ وہ یہ ثابت کرسکیں کہ اُنہوں نے توحید کی تعلیم قرآن کریم کے سوا کہیں اَور سے لی ہے۔آپؑ فرماتے ہیں :

’’مَیں نے بخوبی تحقیق کیا ہے کہ برہمو سماج والوں کی توحید کی طرف مائل ہونے کی بھی یہی اصل ہے کہ جو ان کے بعض بزرگوں میں سے وہ شخص جو بانی مبانی اس مذہب کا تھا، اُس نے قرآن شریف ہی سے کسی قدر توحید کا حصہ حاصل کیا تھا مگر اپنی بدنصیبی سے پوری توحید حاصل نہ کرسکا۔پھر وہی تخم توحید جو خدا کی کلام سے لیا گیا تھا برہمو سماج والوں میں پھیلتا گیا۔اگر کسی صاحب کو حضراتِ برہمو میں سے ہماری اس تحقیق میں کچھ کلام ہو تو لازم ہے کہ وہ ہمارے اس سوال کا مدلّل طور پر جواب دیں کہ ان کو مسئلہ توحید کا کیونکر حاصل ہوا؟ آیا بطور سماع پہنچا یا ان کے کسی بانی نے صرف اپنی عقل سے ایجاد کیا۔اگر بطور سماع پہنچا تو کھول کر بیان کرنا چاہیئے کہ بجز قرآن شریف اَور کون سی کتاب تھی جس نے خدا کا واحد لاشریک ہونا اور عیال واطفال سے پاک ہونا اور حلول اور تجسم سے منزہ رہنا اور اپنی ذات اور جمیع صفات میں کامل اور یگانہ ہونا اُس زمانہ میں خطہ ہندوستان میں مشہور کر رکھا تھا جس سے یہ مسئلہ توحید اُن کو حاصل ہوا، اس کتاب کا نام بتلانا چاہئے اور اگر یہ دعویٰ ہے کہ اس بانی کو توحید کی خبر بطور سماع نہیں پہنچی بلکہ اس نے صرف اپنی ہی عقل کے زور سے اس مسئلہ کو پیدا کیا تو اس صورت میں یہ ثابت کرکے دکھلانا چاہئے کہ بانی مذکور کے وقت میں یعنے جس زمانہ میں برہمو مذہب کا بانی مبانی ایک مذہب جاری کرنے لگا، اُسوقت ہندوستان میں بذریعہ قرآن شریف ابھی توحید نہیں پھیلی تھی کیونکہ اگر پھیل چکی تھی تو پھر توحید کا دریافت کرنا ایک ایجاد خیال نہیں کیا جائے گا بلکہ یقینی طور پر یہی سمجھا جائے گا کہ اس برہمو مذہب کے بانی نے قرآن شریف سے ہی مسئلہ توحید کو حاصل کیا تھا۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 حاشیہ نمبر 11 صفحہ 218)

سورہ اخلاص قرآن کریم کی شان ہے اور اس کا فخر ہے۔یہ ایک مختصر سورۃ ہے مگر توحید سے لبریز ہے۔اس کا ترجمہ یہ ہے: (ہم ہر زمانہ کے مسلمان کو حکم دیتے ہیں کہ) تُو (دوسرے لوگوں سے) کہتا چلا جا کہ (اصل) بات یہ ہے کہ اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔اللہ وہ (ہستی) ہے جس کے سب محتاج ہیں (اور وہ کسی کا محتاج نہیں) نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے۔اور (اس کی صفات میں) اس کا کوئی بھی شریک کار نہیں۔

توحید کے مضمون سے لبریز ہونے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اسے ایک تہائی قرآن کریم کے برابر قرار دیا ہے۔سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’جمع ہو جاؤ، میں تم پر ایک تہائی قرآن کی تلاوت کرنے لگا ہوں۔‘‘ جمع ہونے والے جمع ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت کر کے واپس چلے گئے۔ہم ایک دوسرے کو کہنے لگے: ایسا لگتا ہے کہ آسمان سے کوئی (نئی) خبر آئی ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر داخل کر دیا ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں تم پر ایک تہائی قرآن کی تلاوت کروں گا۔آگاہ ہو جاؤ! (سورۃ الاخلاص) ایک تہائی قرآن کے برابر ہے (جس کی تلاوت میں کر چکا ہوں)

کامل توحید جو مدارِ نجات ہے

اب ہم ذیل میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض پُر معارف ارشادات اور آپؑ کے بعض عظیم الشان چیلنج کا ذکر کریں گے۔توحید کی تعریف کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں :

’’توحید صرف یہی نہیں ہے کہ الگ رہ کر خدا کو ایک جاننا۔اس توحید کا تو شیطان بھی قائل ہے بلکہ ساتھ اسکے یہ بھی ضروری ہے کہ عملی رنگ میں یعنی محبت کے کامل جوش سے اپنی ہستی کو محو کرکے خدا کی وحدت کو اپنے پر وارد کرلینا یہی کامل توحید ہے جو مدارِ نجات ہے جس کو اہل اللہ پاتے ہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، رُوحانی خزائن جلد 21 صفحہ 64)

توحید حقیقی سے نجات وابستہ ہے

کوئی مسلمان بتوں کی پوجا تو نہیں کرتا، مورتیوں کے آگے سر نہیں جھکاتا، لیکن اَور طرح کے شرک میں مسلمان کھلم کھلا مبتلا ہو رہے ہیں۔مثلاً قبروں اور مزاروں کے آگے سجدے کرنا، فوت شدہ بزرگوں سے مانگنا وغیرہ۔اسی طرح مسلمان مخفی شرک میں بھی آج حد سے زیادہ مبتلا ہیں۔مخفی شرک یہ ہے کہ کسی کی وہ عظمت اور تعظیم کی جائے جو صرف اور صرف اللہ کا حق ہے یا کسی پر وہ بھروسہ کیا جائے جو صرف اللہ کا حق ہے۔پس آج ضرورت ہے اس بات کی کہ مسلمان قبر پرستی اور قسما قسم کی مخفی شرک سے اپنے آپ کو محفوظ کریں۔سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو خواہ انسان ہو خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر فریب ہو منزّہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا، کوئی رازق نہ ماننا، کوئی مُعِز اور مُذِل خیال نہ کرنا کوئی ناصر اور مددگار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا، اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا، اپنا تذلل اسی سے خاص کرنا، اپنی امیدیں اسی سے خاص کرنا، اپنا خوف اسی سے خاص کرنا، پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہوسکتی (1) اوّل **ذات کے لحاظ سے توحید** یعنی یہ کہ اسکے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ھالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا (2) دوم **صفات کے لحاظ سے توحید** یعنی یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذات باری کسی میں قرار نہ دینا۔اور جو بظاہر ربّ الانواع یا فیض رسان نظر آتے ہیں یہ اسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔(3) تیسرے **اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید** یعنی محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گردانا اور اسی میں کھوئے جانا۔‘‘

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کو جواب، رُوحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 349)

مراتب ثلاثہ
توحید جس سے رُوحانی زندگی وابستہ ہے

اسی طرح توحید کے تین درجے بیان فرمائے۔چنانچہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں :

یاد رہے کہ توحید کے تین درجے ہیں : (1) سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے جیسی مخلوق کی پرستش نہ کریں نہ پتھر کی نہ آگ کی نہ آدمی کی نہ کسی ستارہ کی (2) دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسباب پر بھی ایسے نہ گریں کہ گویا ایک قسم کا اُن کو ربوبیت کے کارخانہ میں مستقل دخیل قرار دیں بلکہ ہمیشہ مسبّب پر نظر رہے نہ اسباب پر (3) تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ تجلّیات الٰہیہ کا کامل مشاہدہ کرکے ہر یک غیر کے وجود کو کالعدم قرار دیں اور ایسا ہی اپنے وجود کو بھی۔غرض ہر یک چیز نظر میں فانی دکھائی دے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کامل الصفات کے۔یہی روحانی زندگی ہے کہ یہ مراتب ثلاثہ توحید کے حاصل ہو جائیں۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام رُوحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 223)

قرب پانے کے لحاظ سے توحید کے تین درجے

اللہ تعالیٰ کی توحید سے فائدہ اُٹھانے اور اس کا قرب پانے کے لحاظ سے بھی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توحید کے تین درجے بیان فرمائے ہیں۔آپؑ فرماتے ہیں :

SK.KHALID AHMED
Mob.9861288807
M/S. H.M. GLASS HOUSE
Deals in : Glass, Fibres, Glas Channel & all type of feetings
CHHAPULIA BY-PASS, BHADRAK ODISHA- 756100
طالب دعا : شیخ خالد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج ☆ جس کی فطرت نیک ہو وہ آئیگا انجام کار (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
V-CARE
Food Plaza
Fast Food Restaurant
!! COME HUNGRY !! LEAVE HAPPY !!
Contact : 7250780760
Ramsar Chowk, Ram Das Gupta Path, Bhagalpur - 812002 (Bihar)
طالب دعا : خالد ایوب (جماعت احمدیہ بھاگلپور، صوبہ بہار)

توحید تین درجہ پر منقسم ہے درجہ اوّل عوام کیلئے یعنی اُن کیلئے جو خدا تعالیٰ کے غضب سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ دوسرا درجہ خواص کیلئے یعنی اُن کیلئے جو عوام کی نسبت زیادہ تر قرب الٰہی کے ساتھ خصوصیت پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور تیسرا درجہ خواص الخواص کیلئے جو قرب کے کمال تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اوّل مرتبہ توحید کا تو یہی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش نہ کی جائے۔

(کتاب البریّہ، رُوحانی خزائن، جلد 13، صفحہ 83)

اب ہم ذیل میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے توحید کے متعلق غیر مذاہب کو دیئے گئے کچھ عظیم الشان چیلنج کا ذکر کریں گے۔ آپؑ نے غیر مذاہب کو یہ چیلنج دیا کہ قرآن کریم نے جس قدر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان کی ہے اور اس کو عیوب و نقائص سے مبرّ اقرار دیا ہے ایسا کسی اور مذہبی کتاب نے نہیں بیان کیا۔ جس قدر قرآن کریم توحید کے مضامین سے لبریز اور لبالب ہے کسی اور کتاب میں توحید کا ایسا مضمون بیان نہیں ہوا بلکہ اسکا ہزارواں لاکھواں حصہ بھی بیان نہیں ہوا۔

جس قدر سورہ اخلاص کی ایک سطر میں مضمون توحید بھرا ہوا ہے
وہ تمام توریت بلکہ ساری بائیبل میں نہیں پایا جاتا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورہ فاتحہ کے متعلق ایک بہت ہی زبردست اور دلچسپ چیلنج عیسائی دُنیا کو اپنی کتاب براہین احمدیہ میں دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جس قدر سورہ اخلاص کی ایک سطر میں مضمون توحید بھرا ہوا ہے وہ تمام توریت بلکہ ساری بائیبل میں نہیں پایا جاتا۔ اور اگر ہے تو کوئی عیسائی ہمارے سامنے پیش کرے۔ آپؑ فرماتے ہیں :

''اگر آپ کا مسیح کے قول پر ایمان ہی نہیں اور بذات خود چاہتے ہیں کہ انجیل کا قرآن شریف سے مقابلہ کریں تو بسم اللہ آیئے اور انجیل میں سے وہ کمالات نکال کر دکھلایئے کہ جو ہم نے اسی کتاب میں قرآن شریف کی نسبت ثابت کئے ہیں، تا منصف لوگ آپ ہی دیکھ لیں کہ معرفت الٰہی کا سامان قرآن شریف میں موجود ہے یا انجیل میں۔ جس حالت میں ہم نے اسی فیصلہ کیلئے کہ تا انجیل اور قرآن شریف کی نسبت فرق معلوم ہو جائے دس ہزار روپیہ کا اشتہار بھی اپنی کتاب کے ساتھ شامل کر دیا ہے تو پھر آپ جب تک راست بازوں کی طرح اب ہماری کتاب کے مقابلہ پر اپنی انجیل کے فضائل نہ دکھلاویں تب تک کوئی دانشمند عیسائی بھی آپ کی کلام کو اپنے دل میں صحیح نہیں سمجھے گا۔'' (براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 301، حاشیہ در حاشیہ نمبر 2)

پھر فرمایا: اگر توریت میں الٰہیات اور عالم معاد کے بارے میں وہ تفصیلات ہوتیں کہ جو قرآن شریف میں ہیں تو عیسائیوں اور یہودیوں میں اتنے جھگڑے کیوں پڑتے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر سورہ اخلاص کی ایک سطر میں مضمون توحید بھرا ہوا ہے، وہ تمام توریت بلکہ ساری بائیبل میں نہیں پایا جاتا اور اگر ہے تو کوئی عیسائی ہمارے سامنے پیش کرے۔ (ایضاً، صفحہ 303)

قرآن شریف سے توحید کے معارف آفتاب عالمتاب کی طرح ظاہر ہوتے ہیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور زبردست چیلنج ہم پیش کرتے ہیں جو توحید سے متعلق آپؑ نے سناتن دھرم والوں، بالخصوص آریوں کو دیا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

وید عجیب قسم کا الہام ہے کہ اوّل سے آخر تک بجز مخلوق پرستی کے بات نہیں کرتا۔ پنڈت دیانند نے تاویلات میں بہت کوشش کی مگر کوئی کج کو سیدھا ظاہر کرنے میں کہاں تک ٹکریں مارے آخر کچھ بھی نہ ہوسکا۔ وید کی تعلیم مخلوق پرستی کے ایک آدھ مقام میں تو نہیں کہ چھپ سکے، وہ تو سارا انہی خیالات سے بھرا ہوا ہے۔ تمام دنیا کے پردے میں گھوم آؤ تمام قوموں کو پوچھ کر دیکھ لو کوئی قوم ایسی نہ پاؤ گے کہ جو وید کو پڑھے اور اسکو مؤحدانہ تعلیم سمجھے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں اور زیادہ باتوں میں وقت کھونا نہیں چاہتے کہ جو کچھ قرآن شریف کے دس ورق سے توحید کے معارف آفتاب عالمتاب کی طرح ظاہر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص وید کے ہزار ورق سے بھی نکال کر دکھلاوے تو ہم پھر بھی مان جائیں کہ ہاں وید میں توحید ہے اور جو چاہے حسب استطاعت ہم سے شرط کے طور پر مقرر بھی کرالے۔ ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور خدائے واحد لاشریک کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم بہرحال ادائے شرط مقررہ پر جس طور سے فیصلہ کرنا چاہیں حاضر ہیں۔

(سرمہ چشم آریہ، رُوحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 215)

قرآنی توحید نے یورپ کے ملکوں میں ہل چل ڈال دی، نامی انگریزوں نے قرآنی عظمتوں اور اسکی پاک توحید پر شہادتیں دیں کہ فرقان، مضامینِ توحید میں ایک بے مثل کتاب ہے

انگلینڈ امریکہ جرمن فرانس میں ویدوں کا ترجمہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی نظر سے گزرا ہے مگر کسی کی بلا کو بھی خبر نہیں کہ وید میں توحید بھی ہے۔ انہیں انگریزوں نے قرآن شریف کا ترجمہ کیا تو قرآنی توحید نے یورپ کے ملکوں میں ہل چل ڈال دی یہاں تک کہ لائل صاحب اور جون ڈیون پورٹ وغیرہ نامی انگریزوں نے جن کی کتابیں حمایت اسلام وغیرہ چھپ کر ہندوستان میں بھی آ گئی ہیں قرآنی عظمتوں اور اسکی پاک توحید پر ایسی شہادتیں دیں کہ باوجود بہت سے موانع تعصّب کے انہیں کہنا پڑا کہ فرقان مضامینِ توحید میں اور عیوب سے منزّہ ہونے میں ایک بے مثل کتاب ہے جسکے عقائد بالکل عقل کے مطابق اور ایک حکیم کا مذہب ہوسکتا ہے۔ ایسا ہی ایک فاضل انگریز بلنٹ نام جنہوں نے حال میں اسلام کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ توحید کو دنیا میں دوبارہ قائم کرنے والے پیغمبر اسلام ہیں۔ انہوں نے وحدانیت الٰہی کو اس اعلیٰ درجہ پر پھیلایا ہے کہ عرب کے ریگستان میں اب تک توحید کی خوشبو آتی ہے۔

(شحنۂ حق، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 403)

خدا کی ہستی اور توحید کے دلائل جو قرآن شریف میں لکھے ہیں، کسی کتاب میں نہیں

ہم تو اس فیصلہ پر بھی راضی ہیں کہ جس قدر قرآن شریف نے بدعقیدوں اور بداعمال کا حال بیان کیا ہے یا وہ عقیدے جو قرآن شریف نے بیان فرمائے مگر وید کی رو سے بدعقیدے ہیں، ایسا ہی وہ بداعمال جو دنیا کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں مفصل مذکور ہے آریہ لوگ وید میں سے ہم کو نکال دیں، ایسے طور سے کہ جیسے غیر فرقے قرآن شریف کو پڑھ کر اسکے قائل ہیں کہ یہ سب باتیں اس میں مذکور ہیں، وید کی نسبت بھی یہی اقرار کرسکیں، ایسا ہی خدا کی ہستی اور توحید کے دلائل جو قرآن شریف میں لکھے ہیں، جو مخالف فرقے اِس کے قائل ہیں، یہ سب آریہ صاحبان وید میں سے نکال کر ہم کو دکھلاویں تو ہم ہزار روپے نقدان کو دینے کو تیار ہیں۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 143)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی مخفی در مخفی شرک سے بچاتے ہوئے حقیقی توحید کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

Our Moto Your Satisfaction

MUBARAK TAILORS

کوٹ پینٹ، شیروانی، شلوار قمیض اور vase coat کی سلائی کیلئے تشریف لائیں

Prop. : Hifazat, Sadaqat (Delhi Bazar, Shop No.33) Qadian

Contact Number : 9653456033, 9915825848, 8439659229

eTAX SERVICE

GST Suvidha Kendra

Reyaz Ahmed
GST Consultant/TRP
H.O. F-43A School Road
Khanpur, New Delhi - 110062
www.etaxservice.in
reyaz.reyaz@gmail.com
98178 97856
92780 66905

Our Services
Income Tax Filling
GST Reg. & Return Filling
Pvt. Ltd. Reg. and Accounting Services
Trade Mark and Logo Reg. Services
FSSAI Licence for Food Vendors
MCD License
GeM and Procurement Reg.
Import Export Code

طالب دعا : ریاض احمد و افراد خاندان (جماعت احمدیہ دہلی)

ھوالشافی

N D QAMAR HERBAL & UNANI CLINIC
(Treatment for all kinds of Chronic Diseases)
SINCE 1980
Near Khilafat Gate Qadian (Punjab)
contact no : +91 99156 02293
email : qamarafiq81@gmail.com
instagram : qamar_clinic

دنیا میں کسی ماں کے بچہ نے اس قدر احسان کرنے والی کتاب پیش نہیں کی

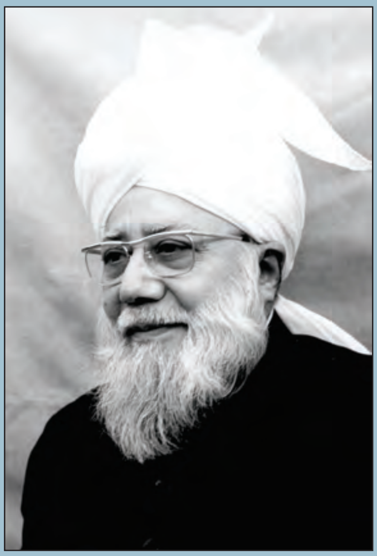

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یہ کتاب احسان سے بھری ہوئی ہے دُنیا کا کون سا فرد بشر ہے جس پر قرآن کریم نے احسان نہیں کیا۔ اگر مسلمان قرآن کریم پر پوری طرح عمل کرنے والے ہوں تو دنیا کے ہر فرد بشر کو اس کے احسان کی زنجیروں کے اندر جکڑ لیں۔ ہماری اپنی سستی ہے احسان کرنے کی راہیں تو موجود ہیں، احسان کا منبع تو موجود ہے، احسان کی تعلیم اور ہدایت تو موجود ہے، انسانی فطرت میں راہِ احسان پر چلنے کی قوت اور استعداد تو موجود ہے، ہم سستی کرتے ہیں اور جس حد تک سستی کرتے ہیں دنیا کو اس کے احسانوں سے محروم کر دیتے ہیں، تو جہاں تک قرآنی تعلیم کا تعلق ہے قرآن کریم بنی نوع انسان پر اس قدر احسان کرتا ہے کہ دنیا میں کسی ماں کے بچہ نے اس قدر احسان کرنے والی کتاب پیش نہیں کی۔

(خطبات ناصر، جلد 2، صفحہ 555)

روحانی دنیا کی سائنٹفک کتاب - حیرت انگیز عقل و دانش کی کتاب

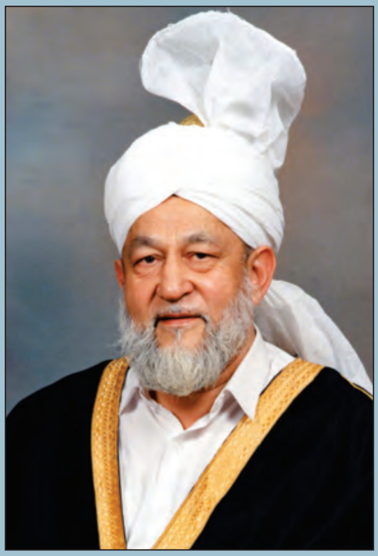

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ کی تشریح میں فرماتے ہیں :

قرآن کریم حیرت انگیز عقل و دانش کی ایک ایسی کتاب ہے جو انسانی فطرت کی غلطیوں کی اصلاح کیساتھ اسکے اخذ کئے ہوئے نتیجوں کی درستی کرتی ہے اور پھر اسکی صحیح راہنمائی بھی فرماتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حسنات طاقتور ہیں اور بدیاں کمزور ہیں۔ وہ قومیں جن میں تم بدیاں دیکھتے ہو دراصل ان میں پہلے خوبیاں اور حسنات غائب ہونا شروع ہوئیں......روحانی دنیا کی یہ سائنٹفک کتاب حیرت انگیز طور پر ایسی ایسی اصطلاحیں استعمال فرماتی ہے اور ایسے ایسے مضامین پر روشنی ڈالتی ہے کہ انسانی عقل وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔ قرآنی نقطۂ نگاہ کا علم ہو جانے کے بعد جب آپ تدبر اور غور کریں تو آپ قرآنی بیانات کو حیرت انگیز طور پر سچا پائینگے۔ پس یہ بنیادی بات ہے کہ نیکی ایک مثبت پہلو ہے اور بدی نیکی کے فقدان کا نام ہے۔

(خطبات طاہر، جلد 2، صفحہ 404)

یہی تعلیم اب دنیا کی اصلاح کی، دنیا میں نیکیاں رائج کرنیکی، دنیا میں امن قائم کرنیکی دنیا میں عبادت گزار پیدا کرنیکی، دنیا میں ہر طبقے کے حقوق قائم کرنیکی ضمانت ہے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

قرآن کریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا، اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ پاک کتاب ہے اور ہر قسم کے ممکنہ عیب سے پاک ہے اور نہ صرف پاک ہے بلکہ ہر قسم کی حسین اور خوبصورت تعلیم اس میں پائی جاتی ہے جسکا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے اور اس میں وہ تمام خوبیاں شامل کر دی گئی ہیں جنکی پہلے صحیفوں میں کمی تھی اور اب یہی ایک تعلیم ہے جو ہر ایک قسم کی کمی سے پاک ہے بلکہ اس تعلیم پر عمل کر کے ہر برائی سے بچا جا سکتا ہے اور نہ صرف بچا جا سکتا ہے بلکہ اسکی تعلیم پر عمل کرنے اور اس تعلیم کو لاگو کرنے سے ہی اپنی اور دُنیا کی اصلاح ممکن ہے۔ یعنی یہ تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اتری یہی اب دنیا کی اصلاح کی، دنیا میں نیکیاں رائج کرنیکی، دنیا میں امن قائم کرنیکی، دنیا میں عبادت گزار پیدا کرنیکی، دنیا میں ہر طبقے کے حقوق قائم کرنیکی ضمانت ہے۔

(خطبات مسرور، جلد 3، صفحہ 127)

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile : +91 82830 58886
E-mail : badrqadian@rediffmail.com
Website : www.akhbarbadr.in
: www.alislam.org/badr

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly BADAR Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA
Vol. 72 Thursday 21 - 28 - December - 2023 Issue. 51 - 52

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com
SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs.850/-
By Air : 50 Pounds or
: 80 U.S $ or
: 60 Euro

قرآن کریم کے مقاصد عشرہ

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

قرآن شریف کے مقاصد میں سے **ایک** یہ ہے کہ وہ تمام محامد کاملہ باری تعالیٰ کو بیان کرتا ہے اور اُس کی ذات کے لئے جو کمال تام حاصل ہے اس کو بوضاحت بیان فرماتا ہے۔ سو یہ مقصد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں بطور اجمال آ گیا کیونکہ اُس کے یہ معنے ہیں کہ تمام محامد کاملہ اللہ کے لئے ثابت ہیں جو مستجمع جمیع کمالات اور مستحق جمیع عبادات ہے۔

دوسرا مقصد قرآن شریف کا یہ ہے کہ وہ خدا کا صانع کامل ہونا اور خالق العالمین ہونا ظاہر کرتا ہے اور عالم کے ابتدا کا حال بیان فرماتا ہے اور جو دائرہ عالم میں داخل ہو چکا اس کو مخلوق ٹھہراتا ہے اور ان امور کے جو لوگ مخالف ہیں انکا کذب ثابت کرتا ہے۔ سو یہ مقصد رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ میں بطور اجمال آ گیا۔

تیسرا مقصد قرآن شریف کا خدا کا فیضان بلا استحقاق ثابت کرنا اور اُس کی رحمتِ عامہ کا بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد لفظ رحمٰن میں بطور اجمال آ گیا۔

چوتھا مقصد قرآن شریف کا خدا کا وہ فیضان ثابت کرنا ہے جو محنت اور کوشش پر مترتب ہوتا ہے۔ سو یہ مقصد لفظ رَحِیْم میں آ گیا۔

پانچواں مقصد قرآن شریف کا عالم معاد کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ میں آ گیا۔

چھٹا مقصد قرآن شریف کا اخلاص اور عبودیت اور تزکیہ نفس عن غیر اللہ اور علاج امراض روحانی اور اصلاح اخلاق ردیہ اور توحید فی العبادت کا بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں بطور اجمال آ گیا۔

ساتواں مقصد قرآن شریف کا ہر یک کام میں فاعل حقیقی خدا کو ٹھہرانا اور تمام توفیق اور لطف اور نصرت اور ثبات علی الطاعت اور عصمت عن العصیان اور حصول جمیع اسباب خیر اور صلاحیت دنیا و دین اسی کی طرف اسے قرار دینا اور ان تمام امور میں اسی سے مدد چاہنے کے لئے تاکید کرنا سو یہ مقصد اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں بطور اجمال آ گیا۔

آٹھواں مقصد قرآن شریف کا صراط مستقیم کے دقائق کو بیان کرنا ہے اور پھر اس کی طلب کے لئے تاکید کرنا کہ دعا اور تضرّع سے اس کو طلب کریں سو یہ مقصد اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں بطور اجمال کے آ گیا۔

نواں مقصد قرآن شریف کا اُن لوگوں کا طریق و خلق بیان کرنا ہے جن پر خدا کا انعام و فضل ہوا تا طالبین حق کے دل جمعیت پکڑیں سو یہ مقصد صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں آ گیا۔

دسواں مقصد قرآن شریف کا ان لوگوں کا خلق و طریق بیان کرنا ہے جن پر خدا کا غضب ہوا۔ یا جو راستہ بھول کر انواع اقسام کی بدعتوں میں پڑ گئے تا حق کے طالب ان کی راہوں سے ڈریں۔ سو یہ مقصد غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں بطور اجمال آ گیا ہے یہ مقاصد عشرہ ہیں جو قرآن شریف میں مندرج ہیں جو تمام صداقتوں کا اصل الاصول ہیں۔ سو یہ تمام مقاصد سورۂ فاتحہ میں بطور اجمال آ گئے۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 581 حاشیہ نمبر 11)

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab.
And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India Editor:Mansoor Ahmad

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:-نگران بدر بورڈ قادیان